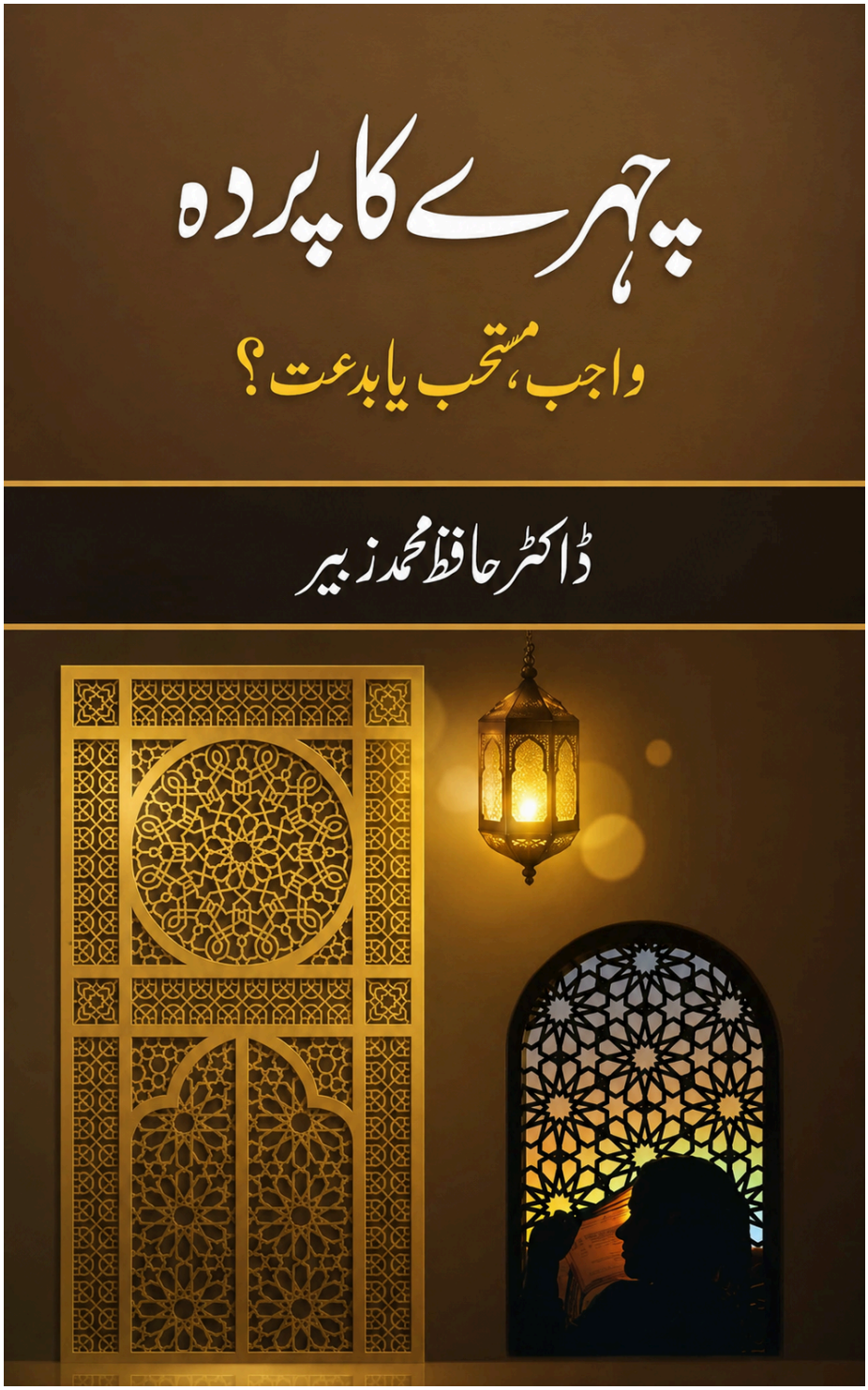

چہرے کا پردہ؛ واجب، مستحب یا بدعت

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

مقدمہ

خاندان کا ادارہ انسانی معاشرے کا ایک بنیادی یونٹ ہے۔ یہ ادارہ مستحکم اور صحیح بنیادوں پر استوار ہو گا تو پورا معاشرہ بھی مستحکم اور صحت مند ہو گا اور اس میں اگر کجی، ضعف اور اضمحلال آگیا تو پورے معاشرے پر اس کے نہایت دورس اثرات مرتب ہوں گے۔ خاندان کے ادارے کی تین بنیادی جہات ہیں: والدین اور اولاد کا تعلق، بھائی بہنوں کا باہمی رشتہ اخوت اور میاں بیوی کا تعلق۔ شوہر اور بیوی کے تعلق میں سب سے زیادہ نازک معاملہ باہمی اعتماد کا ہے۔ اگر بیوی یہ محسوس کرے کہ میرا شوہر ادھر اُدھر متوجہ ہے یا گندگی میں منہ مارتا ہے، تو ظاہر ہے اب شوہر کے لیے اس کے دپل میں وہ جذبات و احساسات نہیں ہو سکتے، جو اس رشتے کی مضبوطی کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح اگر شوہر کو بیوی کے بارے میں یہ گمان ہو جائے تو سمجھئے خاندان کا ادارہ ہی منہدم ہو گیا۔

خاندان کے اس ادارے کو مضبوط کرنے اور اس کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے قرآن نے دو قسم کے احکامات جاری کیے ہیں۔ ایک طرف تو زنا اور اس سے متعلقہ جرائم پر حدود و تعزیرات کے نام سے سخت ترین سزائیں متعین کر دی ہیں جبکہ دوسری طرف مرد و عورت کے باہمی میل جول اور ان کے مابین نفسانی خواہشات کو ابھارنے والے محرکات پر قدغنیں لگا دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں پردے کے احکامات کئی ایک مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ نور میں گھر میں مسلمان خواتین کے پردے کے احکامات بیان ہوئے ہیں جبکہ سورۃ اُحزاب میں گھر سے باہر کے پردے کا بیان ہے۔ عرب معاشرے میں خواتین جب اپنے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو ایک بڑی سی چادر کو اپنے پورے جسم پر اچھی طرح لپیٹ لیتی تھیں، جس کو قرآن نے 'جلباب' کا نام دیا ہے۔ گویا کہ اس دور میں بھی شریف خواتین میں چادر اوڑھنے کا رواج پہلے ہی سے چلا آ رہا تھا۔ قرآن نے اس میں اتنا اضافہ کر دیا کہ {یدنین علیھن من جلابیبھن} یعنی جب وہ باہر نکلیں تو اس جلباب کا گھونگھٹ اپنے چہروں پر بھی ڈال لیا کریں۔ یہ وہ پہلی شکل ہے جو گھر سے باہر نکلتے وقت خواتین کے ایک بڑی چادر لینے کی صورت میں ہماری تہذیب کا حصہ بنی جبکہ مروجہ برقع اسی 'جلباب' ہی کی ایک ارتقائی شکل ہے۔

مرد کا لازمی ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے جبکہ عورت کا ستر اس کا سارا جسم ہے سوائے اس کے ہاتھوں، پاؤں اور چہرے کے۔ جبکہ اجنبی اور نامحرم مردوں کے سامنے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا بھی

فرض ہے۔ عورت اور مرد کے لیے ستر و حجاب کے بنیادی اَحکامات میں اس فرق کی بنیادی وجوہات دو ہیں۔ پہلی وجہ تو دونوں کی جسمانی ساخت کا فرق ہے۔ عورتوں میں مردوں کے لیے ایک حسن اور کشش رکھی گئی ہے۔ دونوں کی شکل و شباہت میں فرق ہے۔ عورت کی آواز میں بھی مرد کے لیے دلچسپی کا سامان ہے۔دوسری بات یہ ہے مرد و عورت کی نفسیاتی کیفیات میں بھی فرق ہے۔ مرد کی فطرت میں اقدام اور فعل ہے جبکہ عورت کی سرشت میں گریز اور انفعال ہے۔ مرد کی حیثیت طالب کی سی ہے اور عورت کی مطلوب کی۔یہی وجہ ہے کہ شریعت نے مرد و عورت کے ایک دوسرے کے لیے باہمی ضرورت ہونے کے باوجود' دونوں کے لیے ستر و حجاب کے احکامات میں فرق رکھا ہے۔ عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا گیا ہے جبکہ مردوں کو عورتوں سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔اسی طرح دونوں کے ستر میں بھی فرق ہے۔

آخر میں ' میں تمام قارئین کو دعوت غور و فکر دیتا ہوں۔ طرز معاشرت کے لیے ایک طرف تو وہ ضبوابط و ہدایات ہیں جو قرآن و سنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وہ مادر پدر آزاد روش ہے جسے مغربی تہذیب اور ہندو ثقافت کے زیر اثر جملہ ذرائع کے ذریعہ فروغ دیا جا رہا ہے ۔ اب ہمیںان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرنے کا فیصلہ کرنا ہے۔البتہ فیصلہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ عنقریب ہمیں روز قیامت' عدالت خداوندی میں پیش ہونا ہو گا اور وہاں ہمیں یہ جتلا دیا جائے گا کہ ہم نے دنیا میںکسی شی ء کو مقدم کیا اور کس کو مؤخر رکھا۔

عزیزم ! حافظ محمد زبیر کی یہ کتاب چہرے کے پردے کے وجوب پر ایک بہت ہی مدلل اور محقق تحریر ہے۔ اس موضوع پر یہ ایک اچھی اور عمدہ کاوش ہے ۔میں نے سرسری نگاہ سے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اس کو طالبان دین کے لیے بہت ہی مفید پایا ہے۔ اللہ تعالی ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر اسرار احمد

بانی ٔتنظیم اسلامی

صدر مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور

پیش لفظ

انسانی تمدن کی شیرازہ بندی اور صحت و پاکیزگی کے لیے لازم ہے کہ صنفی میلانات کو انتشارِ عمل سے روک کر قاعدے ضابطے میں لایا جائے۔ اس اصول کو اپنائے بغیر نوعِ انسانی کو شدید ذہنی و اخلاقی انحطاط سے بچانا ممکن نہیں۔ یہ وہ اعلیٰ مقصود ہے کہ جس کے حصول کے لیے جہاں ایک طرف اسلام نے رہبانیت کی شدت کے ساتھ تردید کرتے ہوئے نکاح کے بغیر زندگی کی حوصلہ شکنی کی اور بلوغت کے ساتھ ہی اولاد کے نکاح اور خاندانی زندگی کے استحکام پر زور دیا وہاں ستر و حجاب کے احکامات کے عملی نفاذ اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کی نفی پر خصوصی زور دیا گیا۔ اسلام کا عطا کردہ یہ معاشرتی نظام فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

لیکن آج کی دنیا کی ''مہذب ترین'' قوموں اور مغربی تمدن کے دلدادہ مشرقی معاشروں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں زندگی کے ہر شعبے میں مرد وزن کی شانہ بشانہ شرکت' ہر نوع کی محافل میں اختلاطِ مرد وزن کا اہتمام اور غیر مردوں کے سامنے خواتین کا بے حجابی سے بڑھ کر اپنے نسوانی حسن کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کی دوڑ کو عین تقاضائے تہذیب اور ثبوتِ روشن خیالی گردانا جاتا ہے۔ اس تناظر میں چہرے کے پردے کا اہتمام اعلیٰ معاشرتی قدر نہیں بلکہ نرِی جہالت اور دقیانوسیت کا مصداق ٹھہرا۔ اقبال کے اس مشہور مصرعے میں اسی عالمی صورت حال کی طرف اشارہ ملتا ہے ع ''زمانہ آیا ہے بے حجابی کا' عام دیدارِ عام ہو گا''۔ حیا کی دھجیاں بکھیرنے والی اسی غیر فطری تہذیب کے منطقی انجام کی خبر بھی اقبال نے گزشتہ صدی کے اوائل (1907ء) ہی میں دے دی تھی کہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا!

مسلمان معاشروں میں اس مغربی تہذیب کا پہلا نشانہ چہرے کا پردہ بنا۔ اکبر الٰہ آبادی نے اسی تہذیب جدید کے زیر اثر شرفاء کے خاندان کی چند مسلمان خواتین کو بے پردہ دیکھ کر شدید حیرت اور پریشانی کے ملے جلے جذبات کا اظہار جس خوب صورت پیرائے میں کیا تھا' وہ انہی

کا حصہ تھا۔ فرماتے ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں

اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا !

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کیا ہوا

کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا !

سو ڈیڑھ سو سالوں میں مغربی تہذیب کی نقالی کا یہ سفر جو مسلمان عورت کے چہرے کی بے حجابی سے شروع ہوا تھا' آج cat walks اور مغربی دنیا میں حسینہ عالم کے مقابلوں میں مسلمان خواتین کی شرکت کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے اپنے نسوانی حسن کی نمائش تک جا پہنچا ہے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے ! ان کے خیال کے مطابق لباس محض زینت اور زیبائش کا ذریعہ ہے' ستر پوشی کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے طرزِ معاشرت میں عریانی کسی سماجی عیب کا نام نہیں۔ مگر اسلام کی نگاہ میں زیب و زینت سے زیادہ ستر پوشی کی اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مرد و عورت دونوں کو جسم کے وہ حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لیے صنفی کشش پائی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسلام ایک ایسا سماجی ماحول قائم کرنا چاہتا ہے کہ جس کی معاشرتی فضا کو فحاشی و عریانی اور دیگر منکرات کی جملہ تحریکات سے پاک صاف کر دیا گیا ہو۔ یہی وہ فکر و فلسفہ ہے جس کی بنیاد پر اسلام کے نظامِ ستر و حجاب کی تعمیر کی گئی ہے۔

چہرے کا پردہ قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ سے ثابت ہے۔ جو شخص بھی اس آیت کے الفاظ اور ان کی متفق علیہ اور مقبولِ عام تفاسیر اور سنت و سیرت اور عہدِ نبوی ﷺ کے تعامل کو بے لاگ اور غیر جانبدارانہ دیکھے گا اس کے لیے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ شریعت اسلامیہ میں عورت کے لیے چہرے کو اجنبی اور نامحرم مردوں سے مستور رکھنے کا حکم ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی مسلمہ شرعیہ کی توضیح و تبیین پر مشتمل ہے۔ ہمارے نوجوان ساتھی اور فاضل محقق حافظ محمد زبیر نے اپنے استدلال کو قرآنی محکمات کی مقبول تفاسیر' احادیث نبویہ کی معروف توضیحات' آثارِ صحابہ و تابعین' اہلِ سنت کے مذاہب اربعہ کی آراء و قضایاء اور امت کے تواترِ عملی پر قائم کیا ہے۔ یہ طرزِ استدلال دراصل اہلِ سنت کے معتدل طرزِ فکر کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس کتاب میں چہرے کے پردے کے حوالے سے ہر نوع کے اُن اشکالات کا بھی علمی

محاکمہ کیا گیا ہے جو اپنوں یا غیروں نے علمی بنیادوں یا محض جہالت کی بنا پر اُٹھائے ہیں۔ بلاشبہ اس پہلو سے یہ کتاب اسی موضوع پر لکھی گئی دوسری کتب سے ممتاز نظر آتی ہے اور یہ متلاشیانِ حق کی علمی جستجو میں ایک مفید اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم حافظ محمد زبیر کی اس مفید علمی کاوش کو ان کے حق میں خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔ آمین !

حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی' پاکستان
ڈائریکٹر' قرآن اکیڈمی لاہور

* * *

''دار التذکیر'' کی خدمت میں

محترم جناب محمد احسن تہامی صاحب

السلام علیکم ! امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ دار التذکیر نے حال ہی میں ''چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کو پروفیسر خورشید صاحب نے مرتب کیا ہے اور یہ کتاب پروفیسر صاحب کے ان مضامین پر مشتمل ہے جو ماہنامہ ''اشراق'' اگست ۲۰۰۵ء، جون، اگست، ستمبر اور اکتوبر ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئے ہیں۔پروفیسر صاحب نے اپنی اس کتاب میں چہرے کے پردے کے حوالے سے ماہنامہ ''حکمت قرآن'' اگست ۲۰۰۵ء، جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون اور اکتوبر ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والے میرے کچھ مضامین بھی شامل کر دیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ مضامین پروفیسر صاحب کے ساتھ ایک علمی مکالمہ کی صورت میں ''اشراق'' اور ''حکمت قرآن'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔پروفیسر صاحب اور نہ ہی دار التذکیر کے مالکان نے، مجھ سے میرے ان مضامین کی اشاعت کی اجازت، نہ زبانی طلب کی تھی اور نہ ہی تحریری طور پر۔ دار التذکیر کا میری اجازت کے بغیر میرے نام سے میرے سابقہ مضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنا اخلاقاً اور شرعاً ایک نامناسب طرز عمل تو ہے ہی، قانوناً بھی ایک جرم ہے۔ دار التذکیر کو چاہیے کہ مستقبل میں وہ اس کتاب کی مزید اشاعت بالکل بھی نہ کرے اور جو اشاعت ہو چکی ہے اس کی فروخت بھی فی الفور بند کردے ورنہ مصنف دار التذکیر کے مالکان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

ضمناً میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ دار التذکیر کی اس کتاب کی اشاعت سے تقریباً ایک سال پہلے ہی میں ''حکمت قرآن'' میں شائع ہونے والے اپنے مضامین کو ایک کتاب کی صورت دے چکا تھا جو مکتبہ انجمن خدام القرآن، لاہور کے تحت طبع ہونی تھی۔ میںنے ''حکمت قرآن'' میں چھپنے والے اپنے مضامین کو کتابی شکل دینے کے لیے بہت حد تک تنقیح و تہذیب اور حک و اضافہ کیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ اس میں بھی بہت سے اضافے کیے گئے ہیں خاص طور پر علامہ البانیؒ کی کتاب جلباب المرأة المسلمة میں بیان کردہ احادیث و آثار کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے۔

۲۔پروفیسر صاحب کے ''اشراق'' میں چھپنے والے چھ مضامین میں شامل تمام دلائل کا جواب بھی اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۳۔ بعض دلائل' الفاظ اور پیراگرافس کو نکال دیا گیا ہے۔

اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ پروفیسر صاحب اور دارالتذکیر کے مالکان میرے نام سے میری اجازت کے بغیر ایک ایسا موقف پیش کر رہے ہیں جس کی میں تہذیب و تنقیح کر چکا ہوں ۔جس کو بھی چہرے کے پردے کے حوالے سے میرا موقف جاننا ہو وہ میری کتاب چہرے کا پردہ: واجب' مستحب یا بدعت کا مطالعہ کرے۔

والسلام

حافظ محمد زبیر

ریسرچ ایسوسی ایٹ' قرآن اکیڈمی

۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

* * *

ہم یہاں یہ بتانا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ دارالتذکیر کے مالک احسن تہامی صاحب نے اپنے اس رویے کی ہم سے معذرت کی تھی اور ان کا کہنا یہ تھا کہ انہوں نے اس بارے کلی اعتماد پروفیسر خورشید صاحب پر کیا تھا۔ پروفیسر خورشید صاحب سے جب ہماری ملاقات ہوئی تو انہوں نے وضاحت کی کہ انہیں اس قسم کے کسی قانون کا علم نہیں تھا کہ کسی مصنف کی تحریر اس کی اجازت کے بغیر شائع نہیں کی جا سکتی اور وہ رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مقالات و مضامین کو پبلک پراپرٹی سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے اجازت کی ضرورت محسوس نہ کی۔ مزید برآں انہوں نے اپنے اس عمل کو قانون سے لاعلمی کا مظہر قرار دیتے ہوئے معذرت کی۔ بعد میں اشراق میں شائع شدہ اپنے ایک مضمون میں انہوں نے اس معذرت سے بھی یہ کہہ کر انکار کر لیا کہ معذرت کسی چیز کی!

تمہید

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے دو سلسلے جاری فرمائے۔ ان میں سے ایک کلامِ الٰہی کا سلسلہ ہے جس کا اختتام قرآن مجید کی صورت میں ہوا اور دوسرا سلسلہ انبیاء و رُسل کا ہے جس کی انتہا ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ہوئی۔ انبیاء کی بعثت اور کتبِ سماویہ کے نزول کا واحد مقصد نوعِ انسانی کی ہدایت اور رہنمائی ہے، تاکہ اللہ کے بندے اپنی نفسانی خواہشات کو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے تابع کرتے ہوئے زندگی گزاریں۔ ان احکاماتِ الٰہیہ کا ایک بڑا حصہ حیا اور مکارمِ اخلاق سے متعلق رہنمائی پر مشتمل ہے۔ یہ حیا ہی ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور یہ ایک حکمِ شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کا خاصہ بھی ہے۔

اگر انسانوں نے جانوروں کی طرح اپنی فطرت کو مسخ کر لیا ہو تو الگ بات ہے ورنہ ایک سلیم الفطرت انسان باحیا ہونے کے ساتھ ساتھ باکردار بھی ہوتا ہے۔ اسلام میں ستر و حجاب کے احکامات اسی فطری حیا کا حصہ ہیں۔

اس کتاب میں ہمارے پیشِ نظر وہ متجددین ہیں جو علماء کے شذوذات سے استدلال کرتے ہوئے چہرے کے پردے کو واجب یا مستحب تو کجا بدعت قرار دینے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک شاید ہی کسی معروف عالم نے چہرے کے پردے کے بارے میں ایسا فلسفہ و فکر پیش کیا ہو جس سے اس کے استحباب کی بھی نفی ہوتی ہو۔

ہم اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے سے پہلے ذیل میں چہرے کے پردے کے بارے میں علمائے اہل سنت کے اس اختلاف کا جائزہ لیتے ہیں جس سے عموماً منکرین حجاب اپنی تحقیق میں صرفِ نظر کرتے ہیں۔

چہرے کے پردے کے بارے علماء اہل سنت کا موقف

چہرے کے پردے پر بحث کرنے سے پہلے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں اتفاق کس حد تک ہے اور اصل اختلاف کہاں ہے۔ مسئلۂ ہٰذا کا مطالعہ کرتے

وقت یہ بات ہمارے قارئین کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اہل سنّت کے تمام فقہاء اور علماء کا درج ذیل باتوں پر اتفاق ہے:

۱) نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے اجنبیوں سے اپنے چہرے کو چھپانا واجب تھا۔ قاضی عیاض ؒ فرماتے ہیں:

فرض الحجاب مما اختصصن به أی زوجاته فهو فرض علیهن بلا خلاف فی الوجه والکفین فلا یجوز بهن کشف ذلک(۱)

''حجاب کی فرضیت کہ جس کے ساتھ آپؐ کی ازواج مخصوص تھیں، میں آپؐ کی ازواج کے لیے اپنا چہرہ یا دونوں ہاتھ کھلے رکھنا جائز نہیں تھا اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔''

۲) ماسوا چہرہ اور ہاتھوں کے، سارے جسم کو ڈھانپنا تمام علماء کے ہاں متفق علیہ ہے۔ مثلاً کلائی، سر کے بال، گردن اور سینہ وغیرہ سب علماء کے نزدیک ستر میں داخل ہیں۔ علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

واتفقوا على أن شعر الحرة وجسمها حاشا وجهها ويدها عورة واختلفوا فى الوجہ والیدین حتی أظفارهما أ عورة ہی أم لا(۲)

''اور علماء کا ا س بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے بال اور اس کا سارا جسم سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ‘اس کا ستر ہے ۔اور علماء نے عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں حتیٰ کے اس کے ناخنوں کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا وہ بھی عورت کا ستر ہیں یا نہیں ؟''

۳) علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر چہرے اور ہاتھوں میں زینت ہو تو ایسی صورت میں ان دونوں کا چھپانا بھی واجب ہے۔ مثلاً چہرے پر میک اپ کیا ہو یا ہاتھوں میں سونا وغیرہ پہنا ہو۔

۴) علماء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ فتنے کی صورت میں چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب ہو گا، جیسا کہ ہم اس کتاب کے چوتھے باب میں اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔

پس علماء کے درمیان محل اختلاف چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں بشرطیکہ ان میں زینت نہ ہو اور ان کے ظاہر کرنے میں کسی قسم کے فتنے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے یا مستحب ! جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے وہ چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں اور جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے وہ چہرے کے پردے کو مستحب قرار دیتے ہیں ۔

علمائے اہل سنّت میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب یا افضل ہے۔ علماء کی بحث اس مسئلے میں صرف اس بات تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں ‘یعنی عورت اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہو گی یا نہیں ۔

جہاں تک چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کا تعلق ہے تو تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کم از کم چہرے کا پردہ مستحب ہے ‘ماسوائے عصر حاضر کے بعض متجددین کے جو چہرے کے پردے کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدعت قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔انہی متجددین کے لیے ہم نے اس کتاب میں ’’منکرین حجاب‘‘ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

مذاہب اربعہ کے متبعین ‘جمہور علمائِ متأخرین کا مذہب یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا شرعاًواجب ہے۔عصر حاضر میں علامہ البانی نے چہرے کے پردے کے بارے میں استحباب کا موقف پورے شدّ و مد کے ساتھ پیش کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ البانی کے دَور کے اور مابعد کے تمام نام نہاد محققین حضرات نے علامہ البانی ؒہی کے بیان کردہ دلائل اور تحقیق کا خلاصہ پیش کیا ہے۔جہاں تک علامہ البانی کی بات ہے تو ہم ان کو حدیث ((إذا حکم الحاکم ثم أصاب فلہ أجران وإذا حکم فاجتھد ثم أخطا فلہ أجر))(۳) کے مصداق معذور اور عنداللہ مأجور سمجھتے ہیں ‘لیکن منکرین حجاب سے ہم یہ گزارش کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے وقت اپنے بدعی موقف کے ساتھ علامہ البانی یا دیگر علمائے سلف کے موقف کو خلط ملط نہ کریں ۔ دراصل یہ حضرات مغرب کی اندھی تقلید میں پردے کو روایت پسندی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علمائے سلف اور علامہ البانی کے نزدیک چہرے کا پردہ مستحب ہے ۔علامہ البانی ؒفرماتے ہیں:

نلفّت نظر النساء المؤمنات إلی أن کشف الوجہ وإن کان جائزا فسترہ أفضل (۴)

’’ہم عورتوں کو اس بات کی توجہ دلاتے ہیں کہ چہرہ کھلا رکھنے کا اگرچہ جواز ہے لیکن اس کا ڈھانپنا افضل ہے ۔‘‘

آگے جا کر فرماتے ہیں:

فبینا ما یجب علی المرأۃ وما یحسن بہا‘ من التزم الواجب فبھا ونعمت‘ ومن أخذ بالأحسن فھو أفضل وھذا ھو الذی التزمتہ عملیاً مع زوجی‘ وأرجواللہ تعالی أن یوفقنی لمثلہ مع بناتی حین یبلغن (۵)

''پس ہم نے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ عورت کے لیے کیا واجب ہے اور کیا مستحسن ہے۔ جس نے واجب کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور وہ بہتر ہے 'اور جس نے احسن کو پکڑا تو وہ افضل ہے۔ اور یہ (چہرے کا پردہ) وہی ہے جس کا التزام میں نے ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ کیا ہے اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسی بات (چہرے کے پردے) کی اپنی بیٹیوں کے بارے میں بھی توفیق دے جب وہ جوان ہو جائیں۔''ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فمن حجب ذلک أی الوجہ والکفین أیضاً منھن' فذلک ما نستحبہ وندعو إلیہ (٦)

''جس نے ان دونوں یعنی چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپا تو اسی بات کو ہم مستحب سمجھتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔''

مزید فرماتے ہیں:

ویقابل ھؤلاء طائفۃ أخری یرون أن سترہ بدعۃ وتنطع فی الدین' کما قد بلغنا عن بعض من یتمسک بما ثبت فی السنۃ فی بعض البلاد اللبنانیۃ ' فإلی ھؤلاء الإخوان وغیرھم نسوق الکلمۃ التالیۃ لیعلم أن ستر الوجہ والکفین لہ أصل فی السنۃ' وقد کان معھودا فی زمنہ ﷺ۔۔۔(٧)

''اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن کا خیال یہ ہے کہ چہرے کا پردہ بدعت ہے اور دین میں ایک نئی ایجاد ہے۔جیساکہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ لبنان کے بعض علاقوں کے رہنے والے حاملین سنّت نے بھی ایسی بات کہی ہے۔ ہم اپنے ان بھائیوں اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذیل میں چند دلائل بیان کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ڈھانپنے کی اصل قرآن و سنّت میں موجود ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ ڈھانپتی تھیں...''

اس کے بعد علامہ البانی نے گیارہ کے قریب احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنی اس بحث کو واضح فرمایا جن کی اسناد اور ان کی تحقیق ''حجاب المرأۃ المسلمۃ'' کے صفحات ۴۷ تا ۵۳ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

15

علامہ البانی کی جو آخری کتاب حجاب کے موضوع پر شائع ہوئی اس کا عنوان درج ذیل ہے:

الرد المفحم 'علی من خالف العلماء وتشدد وتعصب'وألزم المرأۃ بستر وجھھا وکفیھا وأوجب ولم یقتنع بقولھم : أنہ سنۃ ومستحب''

یعنی ''اس شخص کا منہ توڑ جواب کہ جس نے تشدد اور تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کی مخالفت کی اور عورت کے لیے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب قرار دیا اور اس نے علماء کے اس قول پر اکتفا نہ کیا کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا سنت اور مستحب ہے۔''

مستحب یا سنت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو نہ کیا جائے یا اس کے نہ کرنے کی لوگوں کو دعوت دی جائے ۔مثلاً پانچ نمازوں کی سنن ہیں 'اب سنن ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کے چھوڑنے کو افضل سمجھے اور ان کی ادائیگی کو مشقت قرار دیتے ہوئے امت مسلمہ کو ان کے چھوڑنے کی تلقین کرے ۔بعض منکرین حجاب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ زبانی کلامی اس بات کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے لیکن وہ اس کے داعی نہیں بنتے۔ جب بھی وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ایک طرف تو وہ چہرے کے پردے کے قائلین پر تنقید کرتے ہیں' دوسری طرف وہ چہرے کا پردہ نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے مشقت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ منکرین حجاب اپنی تحقیقات میں جن بعض سلف صالحین کے اقوال کے حوالے دیتے ہیں وہ چہرے کے پردے کے داعی ہیں اور عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کو 'نہ ڈھانپنے سے افضل سمجھتے ہیں۔یہ منکرین حجاب مستحب کی اصطلاحی تعریف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اصولیین نے مستحب یا سنت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے:

هو ما طلب الشارع فعله من المكلف طلبا غير حتم(۸)

''مندوب یا مستحب سے مراد وہ فعل ہے کہ جس کا شارع نے مکلف سے مطالبہ کیا ہو لیکن اسے لازم قرار نہ دیا۔''

گویا کہ مستحب وہ ہوتا ہے کہ جس کے کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو لیکن اس کے کرنے کو لازم قرار نہ دیا ہو' یعنی اگر اسے کرے گا تو ثواب ملے گا اور نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہو گا۔ پس علامہ البانی کے چہرے کے پردے کے بارے استحباب کے موقف اور برصغیر پاک و ہند کے متجد دین، نام نہاد مذہبی اسکالرز اور پروفیسروں کے موقف میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

علامہ البانی چہرے کے پردہ کے داعی ہیں اور یہ حضرات عورتوں کا پردہ اتروانے کے دعویدار، علامہ البانی چہرے کے پردے کو مستحب قرار دیتے ہیں اور یہ حضرت کبھی بدعت، کبھی تہذیبی روایت، کبھی ملائوں کا مذہب وغیرہ۔

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جو خواتین پردہ کرتی ہیں وہ چہرے کے ساتھ ساتھ اپنے سارے بدن کو بھی ڈھانپتی ہیں جبکہ چہرے کا پردہ نہ کرنے والی خواتین چہرے کے ساتھ ساتھ سر کے بال، گردن، سینے کا کچھ حصہ اور بازو وغیرہ بھی کھلے رکھتی ہیں۔یہ ایسے اعضاء ہیں جن کے ڈھانپنے پر علماء کا اجماع ہے ۔واقعہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں اگر کوئی چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتا ہے تو اس معنی میں، جس کو علامہ البانی ؒ کی مذکورہ بالا عبارات واضح کر رہی ہیں ۔جبکہ منکرین حجاب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بعض سلف صالحین کی طرح چہرے کے پردے کے استحباب اور افضلیت کے قائل نہیں ہیں اور علامہ البانی کی طرح اپنی زوجہ محترمہ اور بیٹیوں کے لیے چہرے کا پردہ پسند نہیں کرتے لیکن اپنی تحریروں اور تقاریر میں جا بجا علامہ البانی ؒ اور سلف صالحین کے حوالے دیتے ہیں۔

چہرے کا پردہ نہ کرنے اور مخلوط معاشرت پر مبنی قدیم و جدید معاشروں کے اخلاقی و جنسی بگاڑ کی کیا صورت حال ہے، اس بارے میں مولانا مودودیؒ نے اپنی کتاب ''پردہ'' میں عمدہ بحث کی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کی اس کتاب کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ راقم نے اپنی کتاب میں فقہی حوالے سے زیادہ بحث کی ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص غیر جانبدار ہو کر مولانا مودودیؒ کی کتاب ''پردہ'' اور راقم کی مذکورہ کتاب کو بالاستیعاب پڑھ لے تو وہ چہرے کے پردے کا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

چہرے کے پردے کے بارے میں کتاب و سنت اور علمائے سنت کے اقوال کی روشنی میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ عورت کے لیے غیر محرموں سے اپنا چہرہ چھپانا شرعاً واجب ہے۔ جہاں تک عورت کے ہاتھوں کا معاملہ ہے تو اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کو چھپانا واجب نہیں ہے ۔یہ {اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا} میں داخل ہیں، ہاں بعض حالات میں عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کا چھپانا ''سدًا للذریعۃ'' واجب ہو سکتا ہے۔

اسی طرح نماز اور احرام کی حالت میں عورت کے لیے اصل حکم اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے لیکن ضرورت کے تحت یا فتنے کے اندیشے سے ان دونوں حالتوں میں بھی اس کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا جائز ہے ۔ *

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سلف میں چہرے کے پردے کے بارے میں دو موقف موجود ہیں ۔بعض سلف صالحین کے نزدیک یہ واجب ہے جبکہ بعض فقہاء اس کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ہمارے نزدیک پہلا موقف دلائل کی

روشنی میں قوی اور راجح ہے اور ہم دوسرا موقف رکھنے والے علماء و فقہاء کو بھی ''عند اللہ مأجور'' سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی بساط میں اجتہاد کر کے قرآن و سنت سے اللہ کے حکم کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کے اہل بھی تھے اور مخلص بھی تھے ۔ لیکن سلف میں سے کسی عالم کا بھی ایسا قول موجود نہیں ہے کہ جس میں چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت کہا گیا ہو اور جو نام نہاد سکالرز چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت کہتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے {اَضَلَّہُ اللہُ عَلٰی عِلۡمٍ} ''اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔''

چہرے کے پردے کے بارے میں دلائل کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کریں گے۔ سب سے پہلے ہم قرآنی دلائل ،پھر احادیثِ صحیحہ ،پھر آثارِ صحابہ، پھر علمائے سلف صالحین کے اقوال اور آخر میں تواتر عملی کے دلائل پیش کریں گے ۔

حافظ محمد زبیر

0300-4093026

---

*ماہنامہ ''اشراق'' اگست ۲۰۰۵ء میں ''چہرے کا پردہ'' کے عنوان سے پروفیسر خورشید عالم کا ایک مضمون شائع ہوا۔ مضمون نگار چہرے کے پردے کو بدعت قرار دینے کی طرف مائل تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''دورِ ملوکیت میں روم اور ایران کی شہنشاہیت کے زیر اثر عورتوں کو مردوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ پردہ نشینی عرب سماج میں مروج ہو گئی اور حرم کا نظام عمل میں آگیا۔''(ماہنامہ اشراق: اگست ۲۰۰۵ء، ص ۳۲)

چہرے کے پردے کے سرے ہی سے انکار کے لیے جناب پروفیسر خورشید عالم نے عورت پر ہونے والے معاشرتی ظلم و ستم کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔

''عادتاً چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنا پڑتا ہے اور انھیں چھپانے کے لیے تکلف کرنا پڑتا ہے' کیونکہ اس کے بغیر عورت معاشرے میں انسانی حیثیت سے سرگرم عمل نہیں رہ سکتی۔آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ کر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کو اشغال زندگی میں مل جل کر جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔بہت ہی کم تعداد ان لوگوں کی ہے جو معاش کے کاروبار میں مرد اور عورت کا حصہ لیے بغیر گزارہ کر سکتے ہیں۔غربت کی ماری عورت کو گھر سے باہر نکل کر تلاش معاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے ۔شہروں میں وہ گھروں میں جھاڑو پوجا کرتی ہے' سڑک پر روڑی کوٹتی ہے' سر پر اینٹیں رکھ کر تعمیر کے کام میں حصہ لیتی ہے' بھٹوں پر اینٹیں تیار کرتی ہے' دیہات میں وہ ابتدائے آفرینش سے مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہے اور کام کرتی رہے گی۔سر پر گھاس پھونس کا گٹھا اٹھاتی ہے۔دور دراز سے سر پر گھڑے رکھ کر پانی لاتی ہے۔چہرے اور ہاتھ کھولے بغیر وہ یہ کام کیسے کر سکتی ہے؟''

(ماہنامہ اشراق: اگست ۲۰۰۵ء' ص ۵۲)

18

پروفیسر صاحب کے اس مضمون پر راقم الحروف کی طرف سے ماہنامہ ''حکمت قرآن''میں آٹھ اقساط میں ایک بھرپور علمی و تحقیقی نقد شائع ہوا ۔ہمارے اس طویل مضمون کے تعاقب میں ماہنامہ ''اشراق'' میں پروفیسر صاحب کی طرف سے مزید سات اقساط اس موضوع پر شائع ہوئیں۔ بعد ازاں پروفیسر صاحب نے اس موضوع پر ایک کتاب ''چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب'' کے نام سے مرتب کی جس میں اپنے تمام مضامین کو جمع کر دیا۔راقم الحروف نے پروفیسر صاحب کی اس کتاب میں جمع شدہ ان کے مضامین کا محاکمہ کرتے ہوئے اس موضوع پر ایک ایسی کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا کہ جس میں چہرے کے پردے کے واجب ہونے کے بارے میں کتاب و سنت سے ثبت استدلال کے ساتھ ساتھ اب تک اٹھائے جانے والے شبہات کا ایک علمی تجزیہ بھی پیش کیا جائے۔ حجاب کو بدعت کہنے والے ہوں یا تہذیبی روایت 'سب کے استدلال کا منبع و مصدر اس موضوع پر علامہ البانی ؒ کی

کتب ہیں اس لیے ہم نے اس کتاب میں علامہ البانی ؒ کی طرف سے پیش کیے گئے دلائل کا بھی ایک بھرپور تحقیقی جائزہ لیا ہے ۔ماہنامہ ''حکمت قرآن'' دسمبر۲۰۰۵ء اور جنوری' فروری' مارچ' اپریل' مئی' جون' اکتوبر۲۰۰۶ء میں چہرے کے پردے پر راقم کے جو مضامین شائع ہوئے تھے ' ان کی تہذیب و تنقیح اور حک و اضافے کے بعد ان کو ایک کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے اس مسئلے میں راقم کے موقف کا حوالہ دینا ہے یا اس پر کوئی علمی نقد پیش کرنی ہے۔ تو ہماری اس کتاب پر کی جائے۔ ماہنامہ ''حکمت قرآن'' میں پروفیسر خورشید عالم صاحب سے ہمارا جو مکالمہ ہوا تھا اس میں ان کی طرف سے غیر مناسب زبان استعمال کی گئی تھی جس کی وجہ سے جواباً ہمارے اسلوب میں بھی سختی کا عنصر آگیا'جس کو بعض لوگوں نے محسوس کیا۔ اس سختی کے عنصر کو کلیتاً ختم کرنے کے لیے اس کتاب میں ہم نے پروفیسر صاحب کا نام تک نہیں لیا ہے لیکن ان کے بدعتی' افکار پر علمی تنقید ممکن حد تک بہترین اسلوب میں بہر حال موجود ہے ۔ہاں ! اس کتاب کے آخری باب میں کچھ اصحاب کا نام لے کر ان پر نقد کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب کا اصل موضوع پہلے پانچ ابواب میں مکمل ہو گیا۔

19

چھٹے اور آخری باب میں صرف چند شبہات کا ازالہ ہے۔ جیو ٹی وی کے اسکالر جناب غامدی صاحب چہرے کے پردے کو ایک تہذیبی روایت قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے استاذ امام امین احسن اصلاحی اور ان کے استاذ امام حمید الدین فراہی چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔جناب غامدی صاحب کے نظریات کا ہم نے اس کتاب کے آخری باب میں مفصل علمی محاکمہ کیا ہے۔

بہر حال پروفیسر خورشید صاحب کے نقد کا ہمیں یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ان مضامین کو کتابی شکل دینے سے پہلے اس کی ایک پروف ریڈنگ مکمل ہو گئی۔ ان کے نقد کے نتیجے میں ہماری دو جگہ اصلاح ہوئی ہے۔ ایک جگہ ایک عربی عبارت کا ترجمہ نقل کرنے میں کچھ سہو ہو گیا اور دوسری جگہ ایک عربی عبارت کا حوالہ غلط نقل ہو گیا۔ بہر حال اس کتاب میں ان دونوں مقامات کی اصلاح کر لی گئی ہے اور اس اصلاح کے لیے ہم پروفیسر صاحب کے شکر گزار ہیں۔

20

باب اول

فصل اول

آیتِ جلباب

چہرے کے پردے کے وجوب پر پہلی قرآنی دلیل سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

{یٰٓاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْہِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِہِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ} (الاحزاب:۵۹)

''اے نبی ﷺ! آپؐ کہہ دیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور اہل ایمان کی عورتوں کو کہ وہ اپنے جلباب (چادروں) کا بعض حصہ اپنے (چہروں کے) اُوپر لٹکا لیا کریں۔ ان کا یہ عمل اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔''

مسلمان عورتوں اور ازواج مطہرات کے حجاب کا فرق کیوں؟

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس حجاب کا حکم ازواج مطہرات کو دیا جا رہا ہے اسی حجاب کا حکم عام مسلمان عورتوں کو دیا جا رہا ہے، اور ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ:

''تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات کے حجاب میں چہرے کا پردہ واجب تھا۔''

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی آیت مبارکہ سے اور ایک ہی صیغہ{یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ} سے ازواجِ مطہرات کے لیے چہرے کا پردہ واجب ثابت ہو رہا ہو اور عام مسلمان عورتوں کے لیے مستحب؟اگر ازاواج مطہرات کے لیے اس آیت مبارکہ سے چہرے کا پردہ واجب ثابت ہو رہا ہے تو تمام مسلمان عورتوں کے لیے بھی واجب ہو گا جبکہ اگرازواج مطہرات کے لیے اس آیت مبارکہ سے چہرے کے پردے کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو سب مسلمان عورتوں کے لیے بھی چہرے کا پردہ مستحب ہو گا۔

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کا خیال یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں چہرے کے پردے کا ذکر نہیں ہے اور جلباب عربوں کے ہاں چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہی نہیں ہوتا تھا۔ہمارے خیال میں یہ مؤقف قطعاً غلط ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱)جلباب مع الاِدناء کا مفہوم

''جلباب مع الإدناء'' سے مراد تمام بدن کے ساتھ چہرے کو بھی ڈھانپنا ہے جبکہ اس کے برعکس منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب اپنے مقالہ جات میں لمبی چوڑی لغوی بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ''چہرے کو ڈھانپنا جلباب کے مقصد میں قطعی شامل نہیں ہے۔'' ہم ان علماء سے یہی گزارش کریں گے کہ وہ معاجم لغویہ کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کا بھی مطالعہ فرما لیں تا کہ جلباب کے لغوی معنی کے بالمقابل اس کے شرعی معنوں سے بھی ان کو واقفیت حاصل ہو جائے۔مثلاً زکوٰۃ ،صلوٰۃ ،صوم ،حج،اعتکاف وغیرہ کا جو لغوی معنی ہے وہی اس کا شرعی معنی نہیں ہے۔ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہ لغت کی کسی کتاب سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث سے ملے گی۔کسی بھی لغت کی کتاب میں یہ نہیں ملے گا کہ قرآن میں موجود لفظ صلاۃ سے مراد ان اوقات میں اتنی رکعات کچھ متعین ھیئات اور الفاظ کے ساتھ ادا کرنا ہیں ۔بلکہ صلاۃ کا یہ مفہوم ہمیں احادیث سے ملتا ہے ۔اسی طرح قرآن کے ہر لفظ کو سمجھنے کے لیے لغت کی کتابوں سے پہلے احادیث کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ وہاں وہ لفظ کن معانی میں اللہ کے رسول وﷺیا صحابہ کرام نے استعمال کیا ہے، کیونکہ قرآن صحابہ کرام کی زبان میں نازل ہوا ہے نہ کہ لسان العرب ،مقاییس اللغۃ ،کتاب العین ،القاموس المحیط،تاج العروس اور صحاح کی زبان میں۔ اس لیے جب ہم جلباب کے معانی متعین کرنے کے لیے احادیث مبارکہ کی طرف رجوع کرتے ہیں توہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بدن کے علاوہ چہرے کو ڈھانپنا بھی شامل ہے اور جلباب انہی معنوں میں عہد نبوی میں معروف تھا۔

اس کی دلیل بخاری کی درج ذیل روایت ہے جس میں واقعہ افک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ '' صفوان بن معطلؓ کے بارے میں فرماتی ہیں :

فعرفنی حین رآنی وکان رآنی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعہ حین عرفنی' فخمرت وجھی بجلبابی" (۹)

''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کی وجہ سے بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔''

بخاری کی اس نص کے بعد لغت کی کتابوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ جلباب چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا' ایک لا حاصل اور لایعنی تحقیق ہے کیونکہ اصولِ تفسیر کا پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ الفاظ قرآنیہ کے اصطلاحی اور شرعی معنوں کی تعیین کے لیے احادیث مبارکہ کو لغت ' عقل اور ادب جاہلی وغیرہ جیسے دوسرے اصول تفاسیر پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے مطابق جلباب عہد نبوی میں چہرے کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا' اور حضرت عائشہ ؓ امام راغب' ابن منظور الافریقی' ابن فارس' امام خلیل' علامہ جوہری اور علامہ زمخشری وغیرہ سے زیادہ عربی زبان کو جاننے والی تھیں۔

بعض منکرین حجاب ''فخمرت وجھی بجلبابی'' کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ یہ حدیث تو ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے ۔اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ''بجلبابی'' کا قرینہ اس کے عموم کو ثابت کر رہا ہے' کیونکہ حضرت عائشہؓ نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے لفظ ''جلباب ''استعمال کیا جس کا ذکر صرف اسی آیت مبارکہ میں ہے اور یہ آیت صرف ازواجِ مطہرات کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے' جیسا کہ اس کے الفاظ " وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ "سے ظاہر ہوتا ہے ۔

۲) 'یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ '' اور مفسرین کی آراء

تقریباً تمام متقدمین اور متأخرین مفسرین نے ''جلباب مع الإدناء'' سے مراد چہرے کا پردہ لیا ہے۔ان مفسرین میں بعض فقہاء بھی ہیں جیسے امام طبری ‘امام ابو بکر جصاص ‘امام ابن العربی ‘امام قرطبی وغیرہ اور بعض لغت کے امام ہیں جیسے ابو زکریا الفراء‘علامہ زمخشری وغیرہ۔اس لیے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ صرف مفسرین کی آراء ہیں بلکہ ان میں بہت سے اگر فقیہ ہیں تو بعض لغت کے امام بھی ہیں‘ بعض محدث ہیں تو بعض درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔

۱)تفسیر طبری‘ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ‘ المتوفی ۳۱۰ھ

لا تتشبهن بالإماء فى لباسهن إذا هن خرجن من بيوتهن لحاجتهن‘ فكشفن شعورهن ووجوههن ولكن ليدنين عليهن من جلابيبهن لئلا يعرض لهن فاسق‘ إذا علم أنهن حرائر بأذى من قول (۱۰)

''جب وہ مسلمان عورتیں اپنی ضرورت کے تحت گھروں سے نکلیں تو لونڈیوں کے ساتھ لباس میں مشابہت اختیار کرتے ہوئے اپنے بالوں اور چہروں کو کھلا نہ رکھیں ‘بلکہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو لٹکا لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور فاسقین کی اذیت دہ باتوں سے بچ سکیں۔''

یہ ابن جریر طبری کی اپنی رائے ہے ۔اس کے بعد ابن جریر طبری نے اس بارے میں علماء کے اقوال نقل کیے ہیں ‘جن کو ہم یہاں بیان نہیں کر رہے ۔یہاں پر ہمارا اصل مقصد ابن جریر طبری کی رائے بیان کرنا ہے اور وہ اس عبارت میں بالکل واضح ہو گئی ہے۔

۲)معانی القرآن‘ ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء‘ المتوفی ۲۰۷ھ

والجلباب الرداء حدثنا أبوالعباس‘ قال حدثنا محمد قال حدثنا الفراء قال حدثنى يحيى بن المهلب أبوكدينة عن ابن عون عن ابن سيرين فى قوله {يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} هكذا : قال تغطى إحدى عينيها وجبهتها والشق إلآخر الا العين(۱۱)

''جلباب سے مراد چادر ہے ۔ہم سے ابو العباس نے بیان کیا ‘انہوں نے کہا ہم سے محمد نے بیان کیا ‘انہوں نے کہا ہم سے امام فراء نے بیان کیا ‘انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن مہلب نے بیان کیا ‘وہ ابن عون سے اور وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول{يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} کے بارے میں کہ انہوں نے (ابن سیرین نے)

کہا کہ وہ (عورت) اپنی ایک آنکھ اور اپنی پیشانی کو ڈھانپے گی اور دوسری طرف کو بھی ڈھانپے گی سوائے ایک آنکھ کے۔''

۳) احکام القرآن' ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص' المتوفی ۳۷۰ھ

قال أبوبكر فی هذه الآية دلالة علی أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين ...وفيها دلالة علی أن الأمة ليس عليها بستر وجهها وشعرها لأن قوله تعالی {وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِيْنَ} ظاهره أنه أراد الحرائر(۱۲)

''ابوبکر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے...اور اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی پر اپنے چہرے اور بالوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول {وَنِسَآئِ الْمُؤْمِنِيْنَ} سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہاں مراد آزاد مسلمان عورتیں ہیں۔''

---

۴) تفسیر بغوی' ابومحمد الحسين بن مسعود الفراء البغوی' المتوفی ۵۱۶ھ

{يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} جمع الجلباب وهو الملاءة التی تشتمل به المرأة فوق الدرع والخمار وقال ابن عباس وأبوعبيدة أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عيناً واحدة ليعلم أنهن حرائر(۱۳)

''جلابیب' جلباب کی جمع ہے اور یہ وہ چادر ہے جسے عورت اپنی قمیص اور دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہے اور ابن عباس اور ابوعبیدہ نے کہا کہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہروں کو اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد ہیں۔''

۵) الکشاف' ابوالقاسم جار الله محمد بن عمر الزمخشری الخوارزمی' المتوفی ۵۳۸ھ

ومعنی {يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} يرخينها عليهن ويغطين بها وجوههن وأعطافهن يقال إذا زل الثوب عن وجه المرأة ''أدنی ثوبک علی وجهک''...فان قلت ما معنی (من) فی (من جلابيبهن) قلت هو للتبعيض إلا: أن يكون معنی التبعيض محتمل وجهين أحدهما: أن يتجلببن ببعض ما لهن من الجلابيب والمراد أن لا تكون الحرة متبذلة فی درع وخمار كالأمة والماهنة الخادمة ولها جلبان فصاعدا فی بيتها والثانی: أن ترخی المرأة

بعض جلبابها وفضله على وجهها تتقنع حتى تتميز من الأمة(۱۴)

''اور {يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} کا معنی یہ ہے کہ وہ ان جلابیب کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور ان کے ذریعے اپنے چہروں اور پہلوئوں کو ڈھانپ لیں' کیونکہ جب عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکا لو...پس اگر تو یہ سوال کرے کہ ''من جلابیبھن'' میں ''من'' کا کیا مطلب ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ''من'' یہاں تبعیض کے لیے ہے اور یہ ذہن میں رہے کہ یہاں تبعیض میں دو احتمالات ہیں۔ ایک تو یہ کہ عورت کے پاس جو بہت سارے جلابیب ہیں ان میں سے ایک جلباب اوڑھ لے یعنی مراد یہ ہے کہ آزاد عورت لونڈی اور پیشہ ور خادمہ کی طرح (چہرہ کھلا رکھتے ہوئے صرف) ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں باہر نہ نکلے جبکہ اس کے پاس گھر میں دو یا اس سے زائد جلباب موجود ہوں۔دوسرا مفہوم یہ ہے کہ

عورت اپنے ایک ہی جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لے یعنی گھونگھٹ نکال لے تاکہ اس میں اور لونڈی میں فرق ہو سکے۔''

۶) زاد المسیر' امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی البغدادی' المتوفی ۵۹۷ھ

قوله تعالٰى{يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} قال ابن قتيبة : يلبسن الأردية. وقال غيره : يغطين رؤوسهن ووجوههن ليعلم أنهن حرائر(۱۵)

''ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چادریں اوڑھ لیں' جبکہ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔''

۷) التفسیر الکبیر' امام فخر الدین رازی' المتوفی ۶۰۶ھ

ويمكن أن يقال المراد يعرفن أنهن لا يزنين لأن من تستر وجهها مع أنه ليس بعورة لا يطمع فيها أنها تكشف عورتها فيعرفن أنهن مستورات لا يمكن طلب الزنا منهن(۱۶)

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ ان کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ زانی عورتیں نہیں ہیں' کیونکہ جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اس کے باوجود کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہے' اس سے یہ اُمید کبھی نہ کی جائے گی کہ وہ اپنے ستر کو کسی کے سامنے کھول دے گی' پس ان کو پہچان لیا جائے گا کہ وہ پردے والی عورتیں ہیں اور ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہ ہو گا۔''

۸) تفسیر بیضاوی' قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی المتوفی ۶۹۲ھ

يغطين وجوههن وأبدانهن بملاحفهن إذا برزن لحاجة ومن للتبعيض فإن المرأة ترخى بعض جلبابها وتتلفع ببعض(۱۷)

''وہ اپنے چہروں اور بدنوں کو اپنی چادروں سے ڈھانپ لیں جبکہ وہ کسی حاجت کے لیے باہر نکلیں اور ''مِنْ'' یہاں پر تبعیض کے لیے ہے 'یعنی عورت اپنی چادر کے بعض حصے کو لٹکا لے اور بعض کو لپیٹ لے۔''

۹) تفسیر نفسی' امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی' المتوفی ۷۰۱ھ

ومعنى {يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ} يرخينها عليهن ويغطين بها وجوههن وأعطافهن يقال إذا زال الثوب عن وجه المراة "أدن ثوبک علی وجهک"(۱۸)

28

''{يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ} کا معنی یہ ہے کہ وہ جلابیب (چادروں) کو اپنے اوپر لٹکا لیں اور اُن سے اپنے چہروں اور پہلوئوں کو ڈھانپ لیں ۔اگر عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکا لو۔''

۱۰) تفسیر خازن' امام علائو الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی الشافعی' المتوفی ۷۲۵ھ

{يُدْنِينَ} أی يرخين ويغطين ... قال ابن عباس أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤوسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عيناً واحدة ليعلم أنهن حرائر(۱۹)

''{يُدْنِينَ} سے مراد یہ ہے کہ وہ لٹکائیں یا ڈھانپیں...(آگے چل کر اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں) ابن عباسؓ نے کہا کہ اہل ایمان کی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سروں اور چہروں کو اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے 'تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔''

۱۱) البحر المحیط' امام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی' متوفی ۷۵۴ھ

وعليهن شامل لجميع أجسادهن أو عليهن على وجوههن لأن الذى كان يبدو منهن فى الجاهلية هو الوجه(۲۰)

''اور {عَلَيْهِنَّ} ان عورتوں کے سارے جسم کو شامل ہے یا ''علیهن'' سے مراد صرف چہرہ ہے 'کیونکہ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ چہرہ ہی تو تھا۔''

۱۲) تفسیر قرطبی' ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی' المتوفی ۶۷۱ھ

لما كانت عادة العربيات التبذل و:كن يكشفن وجوههن كما يفعل الاماء و:كان ذلک داعية إلى نظر الرجال اليهن' وتشعب الفكرة فيهن' أمر الله رسوله ﷺ أن يأمرهن بإرخاء الجلاليب عليهن إذا أردن الخروج إلى حوائجهن(۲۱)

''چونکہ عرب خواتین میں (دورِ جاہلیت کا) کچھ چھچھورا پن باقی تھا اور وہ لونڈیوں کی طرح اپنے چہروں کو کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور ان کے حوالے سے منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ

تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کو اپنے اوپر چادریں لٹکانے کا حکم دیں جب بھی وہ اپنی ضرورت کے تحت باہر نکلنے کا ارادہ کریں۔''

۱۳) تفسیر ابن کثیر' حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر' متوفی ۷۴۷ھ

وقال محمد بن سیرین سالت عبیدة السلمانی عن قول اللہ عزوجل {یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ} فغطی وجهه ورأسه وأبرز عینه الیسری(۲۲)

''محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے قول {یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ} کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے (اس آیت کی عملی تفسیر بتاتے ہوئے) اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ کو ظاہر کیا۔''

۱۴) تفسیر جلالین' امام جلال الدین محمد بن احمد المحلی، متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

أی یرخین بعضها علی الوجوه إذا خرجن لحاجتهن إلا عیناً واحدة(۲۳)

''یعنی وہ ان چادروں کا بعض حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں جب وہ کسی حاجت کے لیے نکلیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

۱۵) اللباب فی علوم القرآن' ابوحفص عمر بن علی بن عادل الدمشقی الحنبلی' متوفی ۸۶۰ھ

قال ابن عباس و أبوعبیدة من نساء المؤمنین أن یغطین رؤوسهن ووجوههن بالجلالیب إلا عیناً واحدة لیعلم أنهن حرائر(۲۴)

''ابن عباسؓ اور ابوعبیدۃ نے ''نساء المؤمنین'' کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اپنے سر اور چہرے چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے' تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔''

۱۶) نظم الدرر' برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی' متوفی ۸۸۵ھ

{یُدْنِیْنَ} أی یقربن {عَلَیْهِنَّ} أی علی وجوههن وجمیع أبدانهن فلا یدعن شیئاً منها مکشوفاً (۲۵)

''{یُدْنِیْنَ} یعنی وہ قریب کریں {عَلَیْهِنَّ} یعنی اپنے چہروں اور اپنے تمام جسم پر اور کسی چیز کو بھی کھلا نہ چھوڑیں۔''

۱۷) تفسیر ابن عطیہ، ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عبد الرحمن بن عطیہ الاندلسی، متوفی ۵۴۲ھ

لما كانت عادة العربيات التبذل فى معنى "الحجبة" وكن يكشفن وجوههن كما تفعل الإماء وكان ذلک داعياً إلى نظر الرجال إليهن وتشعب الفكرة فيهن أمر الله ورسوله ﷺ يامرهن بإدناء الجلابيب ليقع تسترهن ويبين الفرق بين الإماء والحرائر، فتعرف الحرائر بسترهن (۲۶)

''چونکہ عرب خواتین کی (دورِ جاہلیت کی) عادات میں سے چھچھورا پن ابھی باقی تھا اور اسی کو وہ پردہ خیال کرتی تھیں اور وہ اپنے چہروں کو لونڈیوں کی طرح کھلا رکھتی تھیں اور ان کا یہ فعل مردوں کے ان کی طرف دیکھنے اور منتشر خیالی کا باعث بن رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کو چادریں لٹکانے کا حکم دیں تاکہ وہ مستور ہوں اور آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور ان کے مستور ہونے کے سبب ان کو آزاد عورتیں خیال کیا جائے۔''

۱۸) تفسیر ابن عاشورا، الشیخ محمد طاہر ابن عاشورا المالکی التونسی، متوفی ۱۳۹۳ھ

و: كان عمر بن الخطاب مدة خلافته يمنع الإماء من التقنع كى لا يلتبسن بالحرائر ويضرب من تتقنع منهن بالدرة ثم زال ذلک بعده(۲۷)

''حضرت عمر بن خطابؓ اپنے دورِ خلافت میں لونڈیوں کو نقاب پہننے سے منع کرتے تھے، تاکہ آزاد عورتوں سے ان کی مشابہت نہ ہو اور جو بھی ان میں سے نقاب اوڑھتی اس کو کوڑے سے مارتے تھے، پھر ان کے بعد یہ عمل ختم ہوگیا۔''

۱۹) فتح القدیر، محمد بن علی بن محمد الشوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

قال الواحدى : قال المفسرون يغطين وجوههن و رؤوسهن إلا عيناً واحدة فيعلم أنهن حرائر فلا يعرض لهن بأذى (۲۸)

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ اپنے چہرے اور اپنے سر ڈھانپ لیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے۔''

۲۰) روح المعانی، ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ

والظاهر أن المراد "بعليهن" على جميع أجسادهن وقيل : على رؤوسهن أو على وجوههن لأن الذى كان يبدومنهن فى الجاهلية هو الوجه واختلف فى كيفية هذا التستر(۲۹)

''اور ظاہر میں ''عَلَيْهِنَّ'' سے مراد سارا جسم ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے سروں یا چہروں پر ڈال لو، کیونکہ دَورِ جاہلیت میں عورتیں جس چیز کو ظاہر کرتی تھیں وہ ان کا چہرہ تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کی اس کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے۔''

۲۱)فتح البیان، صدیق بن حسن بن علی بن الحسین القنوجی البخاری، المتوفی ۱۳۰۷ھ

قال الواحدی : قال المفسرون یغطین وجوھھن ورؤوسھن إلا عیناً واحدۃ فیعلم أنھن حرائر فلا یعرضن لھن باذی وبہ قالہ ابن عباس(۳۰)

''واحدی نے کہا ہے کہ مفسرین نے کہا کہ وہ عورتیں اپنے چہرے اور سرڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے اور یہی ابن عباس کا بھی قول ہے۔''

۲۲)تفسیر نووی،محمدبن عمر الجاوی،متوفی ۱۸۹۸م

(اَدْنٰی) أی أحق بأن یعرفن أنھن حرائر وأنھن مستورات لا یمکن طلب الزنا منھن لأن من ستر وجھھا لا یطمع فیھا أن تکشف عورتھا(۳۱)

''ادنیٰ'' سے مراد یہ ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا ہو۔ ایسی صورت میں ان سے زنا کا مطالبہ بھی ممکن نہیں ہے،کیونکہ جو عورت اپنے چہرے کو ڈھانپ لے اس کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنا ستر کھولے گی۔''

۲۳)تفسیر مراغی، شیخ الازہر علامہ احمد بن مصطفی المراغی

{یُدْنِیْنَ} أی یرخین ویسدلن ویقال للمراۃ إذا زل الثوب عن وجھھا "أدنی ثوبک علی وجھک" أی أقرب(۳۲)

''{یُدْنِیْنَ} سے مراد یہ ہے کہ وہ (اپنی چادریں) لٹکا لیں۔عورت کا کپڑا جب اس کے چہرے سے ہٹ جائے تو کہا جاتا ہے اپنے کپڑے کو اپنے چہرے کے قریب کر۔''

۲۴)تفسیر سعدی، شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی، متوفی۱۳۷۶ھ

أی یغطین بھا وجوھھن وصدورھن(۳۳)

''یعنی اپنے چہرے اور سینے ان (جلابیب) کے ساتھ ڈھانپ لیں۔''

---

۲۵)اضواء البیان، محمد الامین بن محمد المختار الشقیطی، متوفی ۱۳۹۳ھ

ومن أدلۃ القرآنیۃ علی احتجاب المرأۃ وسترھا جمیع بدنھا حتی وجھھا قولہ تعالٰی {یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ} فقد قال غیر واحد من أھل العلم أن معنی یدنین علیھن من جلابیبھن، أنھن یسترن جمیع بدنھن ووجوھھن(۳۴)

''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ {یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ} بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی۔''

۲۶)تفسیر ثنائی' ابوالوفاءثناء اللہ امرتسری

{یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ} أی علی وجوههن(۴۵)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں ''یعنی اپنے چہروں پر۔''

۲۷)تفسیر مظہری' قاضی ثناء اللہ المظہری النقشبندی 'المتوفی ۱۲۲۵ھ

قال ابن عباس وأبوعبيدة أمر نساء المؤمنين أن يغطين رؤسهن ووجوههن بالجلابيب إلا عيناً واحدا ليعلم أنهن الحرائر و

"من" للتبعيض لأن المرأة ترخى بعض جلبابها (۳۶)

''ابن عباس اور ابوعبیدۃ وغیرہ کا قول ہے کہ اہل ایمان کی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر اور چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپیں سوائے ایک آنکھ کے ' تاکہ یہ جان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور ''مِن ''تبعیض کے لیے ہے' کیونکہ عورت اپنی چادر کا بعض حصہ (اپنے چہرے پر) لٹکاتی ہے۔''

۲۸)أیسر التفاسیر' الشیخ ابو بکر جابر الجزائری

يدنين عليهن من جلابيبهن أى يرخين على وجوههن الجلباب حتى لا يبدو من المرأة إلا عين واحدة تنظر بها الطريق إذا

خرجت لحاجة (۳۷)

''{یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ}کا مطلب ہے کہ کہ وہ جلباب اپنے چہرے پر اس طرح لٹکا لیں کہ سوائے ایک آنکھ کے عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے تاکہ جب وہ ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلے تو رستہ دیکھ سکے۔''

۲۹)البحر المدید'ابو العباس احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبہ الحسنی 'متوفی ۱۲۲۴ھ

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ'' أی یرخین علی وجوههن

من جلابیبهن فیغطین بها وجوههن (۳۸)

''{یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ }سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لیں، اور اس سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں۔''

۳۰)التفسیر المنیر' ڈاکٹر وھبہ الزحیلی

(يدنين)الإدناء التقريب والمراد الإرخاء والسدل على الوجه والبدن وستر الزينة ولذا عدى بعلٰى۔۔۔ومن للتبعيض فإن المرأة تغطى بعض جلبابها وتتلفع ببعض والمراد يرخين بعضها على الوجوه إذا خرج لحاجتهن الا شيئاً قليلا كعين واحدة (۳۹)

''{يُدۡنِيۡنَ} اِدناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے' اسی وجہ سے اسے 'علی' کے ساتھ متعدی کیا گیا۔۔۔اور 'من' تبعیض کے لیے ہے کیونکہ عورت اپنے جلباب کے بعض حصے سے اپنا چہرہ ڈھانپتی ہے اور بعض حصے سے اپنے جسم کو لپیٹی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔''

یہ تو علمائے متقدمین و متأخرین کی عربی تفاسیر تھیں ۔اب ہم عصر حاضر کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کی اردو تفاسیر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۳۱)معارف القرآن' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروّجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے۔'' (۴۰)

---

۲۹)البحر المدید'ابو العباس احمد بن محمد بن المهدی ابن عجیبہ الحسنی'متوفی ۱۲۲۴ھ

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ" أی یرخین علی وجوههن من جلابیبهن فیغطین بها وجوههن (۳۸)

''{يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ }سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جلباب کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر لٹکا لیں، اور اس سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں۔''

۳۰)التفسیر المنیر' ڈاکٹر وھبہ الزحیلی

(یدنین)الإدناء التقریب والمراد الإرخاء والسدل علی الوجہ والبدن وستر الزینۃ ولذا عدی بعلٰی۔۔۔ومن للتبعیض فإن المرأۃ تغطی بعض جلبابھا وتتلفع ببعض والمراد یرخین بعضھا علی الوجوہ إذا خرج لحاجتھن الا شیئاً قلیلا کعین واحدۃ (۳۹)

''{یُدۡنِیۡنَ} اِدناء سے مراد چہرے اور سارے بدن پر لٹکانا ہے اور زینت کو چھپانا ہے' اسی وجہ سے اسے 'علی' کے ساتھ متعدی کیا گیا۔۔۔اور 'من' تبعیض کے لیے ہے کیونکہ عورت اپنے جلباب کے بعض حصے سے اپنا چہرہ ڈھانپتی ہے اور بعض حصے سے اپنے جسم کو لپیٹی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو اپنے جلباب کے ایک حصے کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں سوائے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے۔''

یہ تو علمائے متقدمین و متأخرین کی عربی تفاسیر تھیں ۔اب ہم عصر حاضر کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء کی اردو تفاسیر کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۳۱)معارف القرآن' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

''اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلنا پڑے تو بھی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں اور اس چادر کو سر کے اوپر سے لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں۔ مروّجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے۔'' (۴۰)

---

۳۵)ضیاء القرآن' پیر کرم شاہ الازہری

''اے نبی مکرمؐ ! آپؐ اپنی ازواجِ مطہرات' اپنی دخترانِ پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتا چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے ۔اس طرح کسی بدباطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی۔'' (۴۴)

۳۶)تفسیر احسن البیان' مولانا صلاح الدین یوسف

''جلابیب' جلباب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آنا چاہیے۔'' (۴۵)

۳۷)معارف القرآن' مولانا محمد ادریس کاندھلوی

''اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گھر سے نکلتے وقت عورت کو اپنا سر اور چہرہ اور بدن چھپانا ضروری ہے کہ کسی کو اس کا چہرہ نظر نہ آئے اور یہی پردہ مروجہ ہے جو شروع اسلام سے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے جس کو اس زمانے کے شہوت پرست ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے اور مسلمانوں کو اُن کے فتنے سے بچائے۔''(۴۶)

۳۸)تفسیر عثمانی' حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی

{یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ}

''اے نبیؐ ! کہہ دیجیے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔''

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیں۔(۴۷)

حضرت عائشہؓ کی صحیح احادیث اور ان اڑتیس جلیل القدر مفسرین کی آراء کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ واویلا کرے کہ عربی زبان میں جلباب چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا اور اس آیت سے چہرے کا پردہ ثابت نہیں ہوتا 'تو اس کو ہم یہی کہیں گے کہ تمہارے اس دعوی کے مطابق یہ تمام مفسرین عربی زبان سے ناواقف ہیں کیونکہ انھوں نے تو آیت جلباب میں ''جلباب مع الاِدناء'' سے مراد چہرے کا پردہ لیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ امہات المؤمنین ،بنات النبی ﷺ اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے چھپانے کے حکم کا بدرجہ وجوب ،اثبات کر رہی ہے۔

فصل دوم

آیت ِزینت

اس فصل میں ہم سورۃ النور کی آیت ۳۱ کی روشنی میں چہرے کے پردے پر کچھ معروضات پیش کریں گے۔

{ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِہِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَہُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوْبِہِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اٰبَآئِہِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اَبْنَآئِہِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِہِنَّ اَوْ نِسَآئِہِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْہَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِہِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِہِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾} (النّور:۳۱)

''اور (اے نبیؐ !) کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست رکھیں ' اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے ' اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زیردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پائوں (زمین پر) مار کر

نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہوجائے۔ اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان ! شاید کہ تم فلاح پا جائو۔''

یہ آیۂ مبارکہ چہرے کے پردے کے وجوب پر درج ذیل اعتبارات سے دلالت کر رہی ہے:

---

۱) قرآن میں زینت کا مفہوم

قرآن میں زینت کا لفظ اکثروبیشترمادی چیزوں یعنی کپڑے اور بنائوسنگھار کی اشیاء کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ عورت کے اعضاء (چہرہ وغیرہ) کے لیے۔ چہرے کی زیب و زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء اور زیورات بھی زینت کے مفہوم میں شامل ہیں کیونکہ وہ بھی مادی اشیاء ہی ہیں'جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہو رہاہے:

۱) {یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ...} (الاعراف:۳۱)

۲) {قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ...} (الاعراف:۳۲)

۳) {اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا...} (الکہف:۷)

۴) {وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُہَا ۚ} (القصص:۶۰)

۵) {اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَۃِ الۡکَوَاکِبِ ۙ﴿۶﴾} (الصّٰفّٰت)

۶) {وَّ الۡخَیۡلَ وَ الۡبِغَالَ وَ الۡحَمِیۡرَ لِتَرۡکَبُوۡہَا وَ زِیۡنَۃً ؕ} (النحل:۸)

۷) {فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِہٖ فِیۡ زِیۡنَتِہٖ ؕ} (القصص:۷۹)

۸) {اَلۡمَالُ وَ الۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ} (الکہف:۴۶)

۹) {اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ...} (الحدید:۲۰)

۱۰) {قَالَ مَوۡعِدُکُمۡ یَوۡمُ الزِّیۡنَۃِ...} (طٰہٰ:۵۹)

۱۱) {وَ لٰکِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِیۡنَۃِ الۡقَوۡمِ...} (طٰہٰ:۸۷)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے قواعد و اسالیب کے مطابق لفظ زینت کا اطلاق مادی اشیاء پر بھی ہوتا ہے اور عورت کے اعضاء پر بھی ہو سکتا ہے لیکن اصولِ تفسیر کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک لفظ کسی ایک معنی میں قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہو تو جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہو گا تو اس لفظ کا وہی معنی مراد لیا جائے گا جس معنی میں وہ لفظ قرآن میں اکثر طور پر استعمال ہوا ہے۔ علامہ شنقیطی تفسیر القرآن بالقرآن کے اس قاعدے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإن من أنواع البيان التی تضمنها أن يكون الغالب فی القرآن إرادة معنی معين فی اللفظ مع تكرر ذلک اللفظ فی القرآن فكون ذلک المعنی هو المراد من اللفظ فی الغالب يدل علی أنه هو المراد فی محل النزاع لدلا لة غلبة إرادته فی القرآن بذلک اللفظ (۴۸)

''اور انواع البیان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں ایک لفظ کا کثرت سے ایک معین معنی مراد لیا گیا ہو جبکہ یہ لفظ قرآن میں کئی بار آیا ہو' تو قرآن میں اس لفظ سے اس معین معنی کا کثرت سے مراد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں بھی اس لفظ کے معنی کے بارے میں اختلاف ہو گا وہاں یہی غالب معنی مراد ہو گا۔''

چونکہ قرآن میں اکثر طور پر زینت کا لفظ کپڑوں یا بنائو سنگھار کی مادّی چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے' لہٰذا {وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ }میں اختلاف کی صورت میں زینت سے مراد وہ ظاہری اشیاء ہیں جن کو عورت اپنی زینت کے طور پر استعمال کرتی ہے مثلاً بالیاں' کانٹے' پازیب' چوڑیاں اور ہار وغیرہ۔اس کی تائید اس آیت کے الفاظ {وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ} سے بھی ہورہی ہے'کیونکہ ان الفاظ میں زینت سے مراد قطعی طور پر مادی زینت ہی ہے۔جب لفظ زینت سے مراد مادی زینت ہے تو پھر استثناء بھی اس چیز کا ہونا چاہیے جو کہ مادی اشیاء میں سے ہو'اس لیے ہمارے نزدیک ''وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ'' میں عورت کو یہ حکم ہے کہ وہ زینت کو ظاہر نہ کرے یعنی اس کو چھپائے اور ''إلا ما ظهر منها'' سے مراد ہے کہ وہ زینت جو ازخود ظاہر ہو جائے اور جس کو چھپانے میں مشقت ہو مثلاً آنکھوں کا سرمہ 'ہاتھوں کی مہندی او ر کپڑوں کی زینت وغیرہ ۔اس زینت کا ظاہر ہونا چہرہ چھپانے کے منافی نہیں ہے۔

یہ ذہن میں رہے کہ زینت کو چھپانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقامات زینت بھی چھپ جائیں کیونکہ جب بھی کوئی عورت اپنی زینت کو چھپائے گی تو مقامات زینت ازخود چھپ جائیں گے کہ جن کا چھپانا شریعت کا اصل مقصود ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ جب شریعت کا اصل مقصود مقامات زینت کو چھپانا ہے تو مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟اس کا جواب یہ ہے کہ مقامات زینت کی جگہ لفظ زینت کو استعمال کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ علامہ زمخشری نے اس کی وضاحت کی ہے :

وذكر الزينة دون مواقعها للمبالغة فى الأمر بالتصون والتستر(۴۹)

''مقاماتِ زینت کی بجائے زینت کے الفاظ اس لیے استعمال کیے گئے ہیں تا کہ ان مقامات کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے حوالے سے حکم میں مبالغہ کیا جا سکے ۔''

یعنی عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مقامات زینت تو کیا اس زینت کو بھی چھپاؤ جس کو تم نے پہن رکھا ہے باوجودیکہ اشیائے زینت کو چھپانا اصلاً مقصود نہیں ہے۔

۲) مقاصد شریعہ اور چہرے کا پردہ

اس آیۂ مبارکہ (النور: ۳۱)میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے جس کا مقصد نسل و نسب انسانی کی حفاظت ہے ۔ نسل انسانی کی حفاظت ضروریات کی قبیل سے ہے جس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے '' وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ''میں حفظِ فروج کا حکم دیا جبکہ اس حکم کی تکمیل کے لیے '' وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ '' میں عورت کو اپنے چہرے کی زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء کے چھپانے کا حکم دیا جس کا لازمی نتیجہ چہرے کو چھپانے کی صورت میں نکلتا ہے ۔ چونکہ زنا کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب چہرے کا کھلا رکھنا بھی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اسباب اور ذرائع سے بھی منع کر دیا۔ ایسے احکامات کو اصولیین کی اصطلاح میں ''مکملاتِ مصالحِ شریعت'' کہتے ہیں۔ اصولیین نے مقاصد شریعہ کی بحث کرتے وقت ضروریات ' حاجیات اور تحسینیات کے ساتھ ان کے ''مکملات'' کا بھی تذکرہ فرمایا ہے ۔ مکملات کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبی لکھتے ہیں :

شرع الله تعالٰى أحكاما أخرى لتكميل أنواع المقاصد السابقة من ضروريات وحاجيات وتحسينيات' كالتتمة والتكملة لها(۵۰)

''اللہ تعالیٰ نے سابقہ مقاصد شریعہ ضروریات ' حاجیات اور تحسینیات کی تکمیل کے کچھ اور احکامات جاری کیے ہیں جو کہ ان مقاصد کے تتمے اور تکملے کا درجہ رکھتے ہیں ۔''

لہٰذا حفظِ فروج کے حکمِ ضروری کی تکمیل کے لیے اس آیۂ مبارکہ کے الفاظ ''وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ '' میں عورت کے چہرے کو کھلا رکھنے سے منع فرمایا۔ عورت کا چہرہ زنا کا داعیہ ہے۔ اس کی دلیل اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی حدیث ہے:

عن عبداللہ بن عباس قال کان الفضل ردیف النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فجاء ت إمرأة من خثعم ' فجعل الفضل ینظر إلیها وتنظر إلیه ' فجعل النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یصرف وجه الفضل إلی الشق الآخر(۵۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے ان کے بھائی فضل بن عباسؓ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی ۔ فضل بن عباسؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اُن کی طرف دیکھنے لگی۔ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اس کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا ۔''

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ فتنے کا محل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا فوری سدّباب کیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو چہرے کے پردے کا حکم کیوں نہ دیا' تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ عورت حالت احرام میں تھی اور حالت احرام میں اس کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا مشروع ہے۔

۳) دلالت اَوْلیٰ کے طریق سے

''دلالت اولی'' استنباط احکام کے طریق میں سے ایک طریقہ ہے جس کو اصولیین کی اصطلاح میں دلالت نص یا فحوی خطاب یا مفہوم موافقت یا قیاس جلی بھی کہتے ہیں۔آیت کا حصہ {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ }کی دلالت اَوْلیٰ سے چہرے کا پردہ ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے سینوں کو خوب اچھی طرح ڈھانپیں اور اپنی قمیصوں پر ایک اضافی چادر ڈال لیا کریں تاکہ ان کی گردن اور سینے کے ابھار وغیرہ ظاہر نہ ہوں' اور اس طرح فتنے کے ادنیٰ سے اندیشے کو بھی ختم کیا جا سکے۔ چونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں سینوں پر بُکل نہ مارنے کی نسبت فتنے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے چہرے کو ڈھانپنے کا حکم اس نص سے بطریق اَوْلیٰ ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ{وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ} میں بظاہر تو والدین کو اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن دلالت اَوْلیٰ کے طریق سے والدین کو برا بھلا کہنا' گالیاں دینا اور مارنا بھی اسی نص کے تحت منع ہے۔ حضرت عائشہ ؓ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بارے میں بیان فرماتی ہیں:

يرحم الله نساء المهاجرات الأول لمّا أنزل الله {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ} شققن مروطهن فاختمرن بها (۵۲)

''اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے! جب اللہ تعالیٰ نے آیت {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ }نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اوڑھنیا بنا لیا۔''

اس بارے میں حافظ ابن حجر کا قول ہے:

فاختمرن أی غطین وجوههن (۵۳)

''فاختمرن '' سے مراد ہے انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''

۴) فعل لازم کا استعمال

{وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} میں مطلقاً زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے اور {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا } یعنی سوائے اس کے جو اِس زینت میں سے خود بخود ظاہر ہو جائے' میں فعل لازم استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کا چھپانا ممکن نہ ہو' جیسے کپڑے' گاؤن یا برقعے وغیرہ کی زینت ۔ البتہ اگر نص میں فعل متعدی کے ساتھ {اِلَّا مَا اَظْهَرْنَ مِنْهَا } یعنی سوائے اس کے جو وہ اس زینت میں سے ظاہر کریں' کے الفاظ ہوتے تو ایسی صورت میں چہرے کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا تھا' کیونکہ چہرے کی زینت ظاہر کی جاتی ہے نہ کہ خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔

۵) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی تفسیر

۱) ابن جریر طبری نے ''جامع البیان'' میں {اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

حدثنی یونس' قال أخبرنا ابن وھب' قال أخبرنی الثوری' عن أبی إسحاق الھمدانی' عن أبی الأحوص عن ابن مسعود قال {وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} قال: الثیاب (۵۴)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے {وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔''

۲) امام حاکم نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت اس سند کے ساتھ نقل کی ہے:

أخبرنی عبد اللہ بن محمد الصید لانی ثنا إسمعیل بن قتیبہ ثنا أبوبکر بن أبی شیبہ ثنا شریک عن أبی إسحاق عن أبی الأحوص عن عبد اللہ {وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ} قال لاخلخال ولا شنف ولا قرط ولا قلادۃ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} قال الثیاب (۵۵)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے زینت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے پازیب' بالیاں اور ہار وغیرہ مراد ہیں اور {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے کپڑے مراد ہیں۔''

بعض منکرین حجاب نے اس حدیث کی سند پر دو اعتراضات وارد کیے ہیں۔ایک یہ کہ اس کا ایک راوی ابو اسحاق السبیعی ''مدلس'' راوی ہے او ر عنعنہ سے روایت کر رہا ہے اور دوسرا اعتراض یہ کہ وہ ''مختلط'' ہے یعنی اپنی بیان کردہ روایات کو خلط ملط کردیتا ہے۔ اس سند پر اعتراضات کے حوالے سے منکرین حجاب کی خدمت میں ہم چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔

ابو اسحاق اور تدلیس

امام حاکم اور امام ذہبی کی تصحیح: اس سند کو امام حاکمؒ نے ''مستدرک حاکم'' میں صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے اپنی ''تلخیص''میں اس سند کے صحیح ہونے میں امام حاکم کی موافقت اختیار کی ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه(۵۶) ووافقه الذهبي فی تلخيصه (۵۷)

''یہ حدیث امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے ،اگرچہ انہوں نے اسے اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ اور امام ذہبی نے بھی اپنی کتاب ''تلخیص'' میں امام حاکم کی موافقت اختیار کی ہے۔''

اس حدیث کی سند حد درجہ ''صحیح'' ہے۔ امام ذہبی وہ امام ہیں کہ اگر وہ کسی حدیث کی تصحیح میں امام حاکم کی موافقت اختیار کر لیں تو محقق العصر علامہ البانی جیسے علماء بھی ان کی تحقیق ہی نقل کر دیتے ہیں اور اُس حدیث کی اپنے طور پر تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ثبوت کے لیے ''حجاب المرأة المسلمة'' کا حاشیہ دیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی نے ''حجاب المرأة المسلمة'' میں ابن مسعودؓ کا قول نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا جو اِس بات کی دلیل ہے کہ علامہ البانی نے بھی اس قول کی صحت میں امام ذہبی کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔

ہم یہی عرض کریں گے کہ ہمارے ناقدین صرف اتنا جانتے ہیں کہ ابو اسحاق السبیعی ''مدلس'' راوی ہے اور مدلس کا عنعنہ قابل قبول نہیں ،لیکن امام حاکم اور امام ذہبی جیسے جلیل القدر محدثین اس بات سے بھی خوب واقف تھے کہ فلاں مدلس راوی کا عنعنہ فلاں استاذ سے ہو تو وہ سماعت پر محمول ہو گا۔ یہ اصولِ حدیث کے فن کی وہ

باریکیاں ہیں جن کا لحاظ ہمارے ہاں بہت سارے محققین نہیں رکھتے ۔ لہٰذا اس حدیث کی صحت کے بارے میں منکرین حجاب کی نسبت ہم امام ذہبی اور امام حاکم کی تحقیق پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ امام حاکم اور امام ذہبی کے اس قول کی تصحیح کے بعد کچھ لکھنے کی ضرورت تو نہیں لیکن اطمینانِ قلب کی خاطر ہم مدلس راوی کی معنعن روایات کے بارے میں اہل علم حضرات کی بعض تحقیقات پیش کیے دیتے ہیں۔

---

۱) ابواسحاق السبیعی اور امام مسلم : امام مسلم نے ابو اسحاق کے عنعنہ کو اپنی صحیح میں قبول کیا ہے جب کہ صحیح مسلم کی صحت پر اجماع ہے ۔

ذیل میں ہم صحیح مسلم کی دو احادیث کی اسنادپیش کیے دیتے ہیں جن میں امام مسلم نے ابو اسحاق کا عنعنہ نقل کیا ہے :

ا) حدثنا محمد بن المثنی وابن بشار واللفظ لابن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن أبی إسحاق عن أبی الأحوص عن عبد اللہ عن النبی ﷺ أنہ قال : ((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي أَحَدًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ)) (۵۸)

ب)حدثنا محمد بن المثنی و محمد بن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن أبی إسحاق عن أبی الأحوص عن عبد اللہ عن النبی ﷺ أنہ کان یقول: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى)) (۵۹)

اگر مدلس راوی کا عنعنہ مطلقاً ناقابل قبول ہوتا تو صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات نہ ہوتیں۔ صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات کی موجودگی اس بات کی شاہد ہے کہ یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے جتنا کہ بعض نام نہاد محققین نے سمجھ لیا ہے۔ اہل علم کے ہاں اس کے اصول و ضوابط ہیں جن کے مطابق بعض اوقات مدلس راوی کا عنعنہ بھی قابل قبول ہوتا ہے اور سماع پر محمول کیا جاتا ہے۔

۲) امام نووی ''صحیح مسلم''کی شرح میں فرماتے ہیں :

أن ما فيهما وفى غيرهما من الكتب الصحيحة من المدلسين بعن محمول على ثبوت سماعه من جهة أخرى (۶۰)

''بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ صحیح کتب میں موجود مدلسین راویوں کی جو روایات ''عن'' سے منقول ہیں ان روایات کا کسی دوسری سند سے سماع ثابت ہوتا ہے۔''

۳) علامہ محمد بن ابراہیم الصنعانی اپنی کتاب تنقیح الانظار میں فرماتے ہیں:

إذا ثبت عن الثقة البصير بالفن الفارس فيه أنه لا يقبل المدلس بعن' وأن التدليس عند ه مذموم ' ثم رأيناه يروى أحاديث على هذه الصفة ويحكم بصحتها كان نصه على عدم قبولها يدل على أنه قد عرف اتصالها من غير تلك الطريق(۶۱)

''جب ثقہ اور فن کے ماہر سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں کرتا اور تدلیس اس کے نزدیک مذموم ہے' پھر ہم دیکھیں کہ وہ مدلس راویوں کے عنعنہ کے ساتھ روایات نقل کرتا ہے اور ان کی صحت کا حکم لگاتا ہے' جبکہ وہ روایات ناقابل قبول ہوں 'تو یہ طرزِ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ روایات ایک دوسری سند سے متصل ہیں۔''

ابو اسحاق اور اختلاط

منکرین حجاب ابو اسحاق السبیعی پر ''مختلط'' ہونے کا عیب تو لگاتے ہیں' لیکن زمانۂ اختلاط کا تذکرہ گول کر جاتے ہیں ۔ابو اسحاق اپنے آخری زمانے میں مختلط ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

مكثر ' ثقة' عابد ' من الثالثة ' اختلط بآخره (۶۲)

''کثرت سے روایت کرنے والا ہے' ثقہ ہے' عابد ہے 'تیسرے طبقے کا راوی ہے' اپنے آخری زمانے میں مختلط ہو گیا تھا۔''

اور امام ذہبی نے تو اس کے اختلاط کا بھی انکار کیا ہے۔ امام ذہبی ابو اسحاق السبیعی کے ترجمے میں فرماتے ہیں :

من ائمۃ التابعین بالکوفۃ واثباتھم إلا أنہ شاخ ونسی ولم یختلط (۶۳)

''کوفہ کے تابعی اماموں میں سے ہیں اور ثابتین میں سے ہیں ،مگر بوڑھا ہونے کی وجہ سے بھول جاتے تھے لیکن مختلط نہ تھے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ مختلط کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات قابل قبول ہیں جبکہ اختلاط کے بعد کی روایات قابل ردّ ہیں۔ابو اسحاق السبیعی جب اپنی عمر کے آخری حصے میں مختلط ہو گیا تو اس کے زمانۂ اختلاط میں صرف سفیان بن عیینہ نے اس سے روایات بیان کی ہیں' اس لیے ابو اسحاق کی وہ روایات جو سفیان بن عیینہ سے منقول ہیں وہ مردود ہوں گی اور اس کے ما سوا کی روایات قابل قبول ہوں گی ۔امام ذہبی فرماتے ہیں :

وقال الفسوی : قال ابن عیینۃ حدثنا أبو إسحاق فی المسجد لیس معنا ثالث ' وقال الفسوی: فقال بعض أھل العلم کان قد اختلط وإنما ترکوہ مع ابن عیینۃ لاختلاطہ(۶۴)

''فسوی نے کہا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ابواسحاق مسجد میں ہمیں حدیث بیان کرتے تھے اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ ہوتا تھا۔ اور فسوی نے کہا کہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ مختلط ہو گیا تھا اور اہل علم نے اس کے اختلاط کی وجہ سے اس کی ان روایات کو لینا چھوڑ دیا جو کہ وہ ابن عیینہ سے بیان کرتا تھا۔''

٦) آیت کا سیاق و سباق
آیت کے اس حصے{وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ} میں مؤمن عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں' تاکہ ان کے پاؤں یا چال کی زینت یا پازیب وغیرہ کی جھنکار سن کر مَرد اُن کی طرف متوجہ نہ ہوں' کیونکہ اس طرح عورت کی یہ مخفی زینت ظاہر ہو کر مَردوں کے لیے فتنے کا باعث بن جاتی ہے۔ جو شریعت مطہرہ فتنے کے اندیشے کو بھی ختم کرنے کے لیے عورتوں کو پاؤں زمین پر مار کر چلنے سے روک رہی ہے اس شریعت کے بارے میں یہ گما ن رکھنا کہ وہ اسی آیت میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے رہی ہے' ایک عام

انسان کی سمجھ سے بالاتر بات ہے ۔چہرے کی زینت بہرحال قدموں کی چاپ اور انداز کی زینت سے بہت بڑھ کر ہے ‘اس لیے {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا}’’‘‘ کے ذریعے چہرے کا استثنیٰ کرنا قرآن کے سیاق و سباق کے خلاف ہے ۔
حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ مِنَ الْخُیَلَاءِ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ)) قالت اُم سلمۃ یا رسول اللہ ! فکیف تصنع النساء بذیولھن؟ قال : ((تُرْخِیْنَہٗ شِبْرًا)) قالت : اِذا تنکشف اَقدامھن؟ قال : ((تُرْخِیْنَہٗ ذِرَاعًا لَاتَزِدْنَ عَلَیْہِ)) (۴۵)

’’جس نے تکبر کے ساتھ اپنے کپڑے کو لٹکایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی طرف نظر نہیں فرمائیں گے۔‘‘ تو اُمّ سلمہ ؓ نے عرض کی:اے اللہ کے رسول ﷺ ! عورتیں اپنے پلو (کپڑے کا نچلا کنارا جس کو اردو زبان میں دامن بھی کہتے ہیں) کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا : ’’تم عورتیں اسے ایک بالشت لٹکا لیا کرو ۔‘‘ حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کی :تب تو ان کے پائوں کھل جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا :’’تم عورتیں اپنے پلو کو ایک ہاتھ لٹکا لیا کرو اور اس سے زیادہ نہ لٹکائو۔‘‘

حضرت اُمّ سلمہ ؓکا پائوں کھلے رہ جانے کے بارے میں سوال کرنا اور آپؐ کا ان کو جواب دینا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ پائوں کا ڈھانپنا بھی واجب ہے ۔یہی وجہ ہے کہ علامہ البانی نے بھی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے پائوں کے ڈھانپنے کو واجب قرار دیا ہے اور عورت کے پائوں کو اس کے ستر میں شمار کیا ہے۔ جب پائوں ڈھانپنے کی اس قدر تاکید قرآن و سنت میں ہے تو چہرہ ڈھانپنے کے بارے میں قرآن و سنت کیسے خاموش رہ سکتے ہیں !

۷)حضرات عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کے اقوال
حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے حوالے سے جو دو اقوال ’’اِلا ما ظھر منھا‘‘ کی تفسیر میں نقل کیے جاتے ہیں ‘وہ ضعیف ہیں ۔

ابن عباسؓ کا قول: جہاں تک ابن عباسؓ کے قول کا تعلق ہے‘ اس کی دو اسناد کا ہم ذکر کر دیتے ہیں:

۱) حدثنا أبو کریب قال حدثنا مروان قال حدثنا مسلم الملائی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ''وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا'' قال: الکحل والخاتم(٦٦)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے{وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا}کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔''

اس کی سند میں مسلم الملائی راوی ضعیف ہے۔امام مزیؒ ''مسلم الملائی'' کے ترجمے میں علمائے جرح و تعدیل کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال عمرو بن علی : وهو منکر الحدیث جدا' وقال أبوبکربن أبی خیثمة عن یحی بن معین : یقال إنه اختلط' وقال أبو زرعة: ضعیف الحدیث' وقال أبو حاتم : یتکلمون فیه وهو ضعیف الحدیث ' وقال البخاری: یتکلمون فیه' وقال أبو داوٗد : لیس بشیء' وقال الترمذی: ضعیف' وقال النسائی : لیس بثقة(٦٧)

''عمرو بن علی نے کہا کہ وہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ابن ابی خیثمہ ''یحییٰ بن معین'' سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مختلط ہے۔ابوزرعہ نے کہا کہ ضعیف الحدیث ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ محدثین اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور وہ ضعیف الحدیث ہے۔ بخاری نے کہا کہ اس کے بارے میں کلام ہے۔ ابوداٗود نے کہا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ترمذی نے کہا ضعیف ہے۔نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔''

۲)امام بیہقی نے اس روایت کو درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وسعید بن أبی عمرو' قالا حدثنا أبوالعباس محمد بن یعقوب قال حدثنا أحمد بن عبد الجبار قال حدثنا حفص بن غیاث عن عبد الله بن مسلم بن ہرمز عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال {وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا} قال: ما فی الکف والوجه(٦٨)

''حضرت سعید بن جبیر ؒ ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے {وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ...} کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جو ہتھیلی یا چہرے میںہو۔''

اس حدیث کی سند میں ''احمد بن عبد الجبار'' اور ''عبد اللہ بن مسلم بن ہرمز'' دو راوی ضعیف ہیں۔

أحمد بن عبد الجبار کے ترجمے میں امام مزی ؒلکھتے ہیں :

قال محمد بن عبد الله الحضرمی : كان يكذب، وقال الحاكم أبو عبدالله الحافظ : ليس بالقوى عندهم، وقال أبو احمد ابن عدی: رأيت أهل العراق مجمعين على ضعفه(۶۹)

''محمد بن عبداللہ الحضرمی نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا۔ ابوعبداللہ حافظ نے کہا کہ محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے ۔ ابن عدی نے کہا کہ میں نے اہل عراق کو دیکھا کہ وہ احمد بن عبدالجبار کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں۔''

ابن عمرؓ کا قول: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

شبابۃ بن سوار قال نا ہشام بن الغاز قال نا نافع قال ابن عمر: الزینۃ الظاھرۃ الوجہ والکفان (۷۰)

''حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں۔''

اس حدیث کی سند میں ''شبابہ بن سوار'' راوی ایسا ہے جس کی تضعیف اور توثیق میں علمائے جرح و تعدیل کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ شخص عقیدے کے اعتبار سے مرجئی تھا اور اپنے اس بدعتی عقیدے کی طرف داعی بھی تھا جس کی وجہ سے امام اہل سنت امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر محدث نے اس کی احادیث کو مردود قرار دیا ہے۔

امام مزی ؒشبابہ بن سوار کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

قال أبو حاتم : صدوق يكتب حديثه ولا يحتج به' قال أحمد بن أبي يحيي سمعت أحمد بن حنبل وذكر شبابة فقال تركته لم اكتب عنه للإرجاء (۷۱)

''امام ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ صدوق ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی ۔ احمد بن ابی یحی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے کہ انھوں نے شبابہ کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کے مرجئ ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ بھی نہیں لکھا۔''

۸)حضرات ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے اقوال کا صحیح مفہوم

ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے مذکورہ بالا اقوال کی علماء نے پانچ توجیہات بیان کی ہیں:

۱) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول زینت ممنوعہ کے بیان میں ہے نہ کہ زینت ظاہرہ کے بیان میں۔یعنی انھوں نے اپنے ان اقوال کے ذریعے ''ولایبدین زینتھن ''کی تفسیر بیان کی ہے نہ کہ ''اِلا ما ظھر منھا ''کی ۔

۲) ان اقوال سے مراد تو زینت ظاہرہ ہی ہے لیکن یہ وہ زینت ظاہرہ ہے کہ جس کا ظاہر کرنا چہرہ چھپانے کے منافی نہیں ہے۔مثلاً آنکھوں کا سرمہ ،ہاتھوں کی مہندی اور انگوٹھی وغیرہ ،جیسا کہ ابن عباس ؓسے مروی بعض روایات میں انھی چیزوں کا تذکرہ ہے۔

۳) ان حضرات کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد تو چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں لیکن اتفاقاً ان دونوں کا کھلنا مراد ہے نہ کہ عمداً ،جیسے ہوا وغیرہ سے چادر کا اڑ جانا اور ابن عمرؓ کے قول کی یہ بہترین توجیہہ ہے۔

۴) ان سے مراد گھر میں عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے ،جیسا کہ ابن عباس کے ایک قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جسے ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

۵) ان سے مراد عادتاً عورت کا اپنے چہرے کو کھلا رکھنا ہے۔

آخری توجیہہ قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے جبکہ پہلی چار اس کے سیاق وسباق کے مطابق ہیں ۔اس لیے اس قول کے صحیح ثابت ہونے پر بھی اس کی صرف وہی توجیح درست ہو گی جو کہ قرآن کے سیاق و سباق کے مطابق ہو جیسا کہ ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں کہ{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}سے چہرہ مراد لینا{وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ} اور {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ} اور {وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ} کے خلاف ہے ۔

---

۹) اگر زینت سے چہرہ مراد لیا جائے؟
اگر اس تفسیر کو صحیح مان بھی لیا جائے کہ{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}میں چہرہ بھی داخل ہے تب بھی اس سے وہ معنی نہیں نکلتا جو منکرین حجاب نکالنا چاہتے ہیں ‘کیونکہ ’’ظَهَرَ ‘‘فعل لازم ہے۔چنانچہ زیادہ سے زیادہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اگر ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے کبھی چہرہ کھل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے‘ جیسا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے ۔ مشہور مفسر ابن عطیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و يظهر لى بحكم الفاظ الآية أن المرأة مأمورة بألا تبدى وأن تجتهد فى الإخفاء لكل ما هو زينة ويقع الاستثناء فى كل ما غلبها فظهر بحكم ضرورة حركته فيما لا بدا منها أو إصلاح شان فما ظهر على هذا الوجه فهو المعفى عنه (۷۲)

’’آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح سے چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آجائے‘ مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔‘‘
۱۰) سورۃ النور کی آیت کا موقع و محل

''سورۃ النور'' کی پردے کی آیات گھر کے اندر کے پردے کے متعلق ہیں نہ کہ گھر کے باہر کے پردے کے' جبکہ گھر سے باہر پردے کا ذکر ''سورۃ الاحزاب'' کی آیات میں ہے۔ ان احکامات کا آغاز ہی گھر میں داخل ہونے کے آداب بیان کرتے ہوئے ہو رہا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَ تُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَہۡلِہَا}

''اے اہل ایمان اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم گھر والوں سے اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کر لو۔''

قرآن کی آیات {قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ... لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ} کو اس کے اس سیاق و سباق میں سمجھیں تو یہ آیت اس مسئلے میں بالکل واضح ہے کہ یہاں مؤمنین کو کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھائے جا رہے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی قرآن میں ستر و حجاب کے احکامات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تیسرے وہ احکام ہیں جو عام مردوں اور عورتوں کو مخاطب کر کے گھروں کے اندر آنے جانے سے متعلق دیے گئے ہیں اور جن میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی بھائی کے گھر داخل ہو تو اس کو کن آداب و قواعد کی پابندی کرنی چاہیے اور گھر کی عورتوں پر ایسی صورت میں کیا پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ احکام سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں۔'' (۷۳)

یعنی اس آیۂ مبارکہ میں گھر میں کثرت سے داخل ہونے والے نامحرم رشتہ دار مثلاً بہنوئی' داماد' خالو' پھوپھا وغیرہ کے بارے میں گھر کی خواتین کو کچھ اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔ چونکہ گھر میں رہتے ہوئے ان قریبی رشتہ داروں کے سامنے زینت کے اظہار کا امکان زیادہ تھا اس لیے خواتین کو ان حضرات کے سامنے زینت کے اظہار سے روک دیا گیا اور مردوں کو کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت غض بصر کا حکم دیا گیا کیونکہ گھر میں کام کاج کے دوران عورت کی

زینت کے اظہار اور ستر کے کھل جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا مردوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا۔ اس سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ جب عورت کو چہرہ چھپانے کا حکم ہے تو مردوں کو غض بصر کا حکم جاری کرنے کا کیا معنی ہے۔ مردوں کو درحقیقت انہی مخصوص مقامات کے حوالے سے غض بصر کا خصوصی حکم جاری کیا گیا ہے جن کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔ اسی طرح اس کے ساتھ گھر کے دوسرے محرم رشتہ داروں کی فہرست بھی بیان کر دی گئی کہ جن کے سامنے زینت کا اظہار اور کسی حد تک ستر کا کھلا رکھنا مثلاً بال ،گردن اور بازو وغیرہ جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک بھی اس آیت کا موقع و محل گھر ہی ہے اور عورت کو گھر میں داخل ہونے والے غیر محرم مردوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کرنے سے روکا گیا ہے۔ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ ،کا قول نقل کرتے ہیں:

حدثنی علی قال ثنی عبداللہ قال ثنی معاویۃ عن علی عن ابن عباس قولہ {وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ} قال : الزینۃ الظاھرۃ والوجہ ،وکحل العین وخضاب الکف والخاتم فھذہ تظھر فی بیتھا لمن دخل من الناس علیھا (۷۴)

51

''حضرت ابن عباسؓ {وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ} کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زینت سے مراد ظاہری زینت ہے اور چہرہ ،آنکھوں کا سرمہ ،ہاتھ کی مہندی اور انگوٹھی بھی اس میں شامل ہیں اور یہ زینت وہ ہے جو عورت ان لوگوں کے سامنے ظاہر کرتی ہے جو اس کے گھر میں داخل ہوتے ہیں (لہٰذا اس زینت کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے {وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ} میں منع کیا ہے)۔''

مراد یہ ہے کہ یہ وہ زینت ہے جس کے ظاہر ہونے کا امکان گھر میں آنے جانے والے لوگوں اور رشتہ داروں کے سامنے زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے ظاہر کرنے سے خصوصاً منع کیا ہے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں ،لیکن یہ روایت ''منقطع'' ہے۔ علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس کے درمیان ایک راوی مجاہد بن جبر مکی گر گیا ہے۔ یہ راوی بھی ثقہ ہے۔ امام مزی ،علی بن ابی طلحہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

روی عن عبد اللہ بن عباس مرسل بینھما مجاھد

''اس نے ابن عباسؓ سے مرسل روایات بیان کی ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان مجاہد بن جبر راوی گرا ہوا ہے۔''

قال ابن طھمان عن بن معین لم یسمع عن ابن عباس شیأ فروی مرسلا(۷۵)

''ابن طہمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ علی نے ابن عباس سے کچھ نہیں سنا' بلکہ ابن عباس سے مرسل روایت نقل کرتا ہے۔''

پس اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا کہ عورت کے لیے اپنی زینت کو ظاہر کرنا حرام ہے اور اس کی زینت میں اس کا چہرہ بھی شامل ہے 'ہاں ایسی زینت کہ جس کے چھپانے میں عورت کے لیے مشقت ہو جیسے آنکھوں کا سرمہ 'ہاتھوں کی مہندی یا خضاب وغیرہ یا ایسی زینت جو بلاقصد و ارادہ ظاہر ہو یا ایسی زینت جو مجبوراً ظاہر کرنی پڑے تو اس کی رخصت ہے۔

فصل سوم

آیت ِحجاب

چہرے کے پردے کے وجوب کی تیسری دلیل ''سورۃ الاحزاب'' کی درج ذیل آیت مبارکہ ہے:

{یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىہُ ۙ وَ لٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَ لَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡکُمۡ ۫ وَ اللّٰہُ لَا یَسۡتَحۡیٖ مِنَ الۡحَقِّ

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْہُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْہُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِکُمْ اَطْہَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَ قُلُوْبِہِنَّ ؕ وَ مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْکِحُوْۤا اَزْوَاجَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾اِنْ تُبْدُوْا شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۵۴﴾لَا جُنَاحَ عَلَیْہِنَّ فِیْۤ اٰبَآئِہِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآئِہِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِہِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِہِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِہِنَّ وَ لَا نِسَآئِہِنَّ وَ لَا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُنَّ ۚ وَ اتَّقِیْنَ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدًا ﴿۵۵﴾ } (الأحزاب)

''اے ایمان والو! نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل مت ہو مگر یہ کہ تم کو کھانا کھلانے کے لیے بلایا جائے (ایسے وقت میں) کہ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرنا پڑے' لیکن جب تم کو (کھانے کے لیے) بلایا جائے تو اسی وقت جاؤ 'پھر جب کھانا کھا لو تو (وہاں) سے چلے جاؤ اور باتیں کرنے کے لیے جی لگا کر نہ بیٹھے رہو۔ بے شک تمہارا یہ عمل پیغمبر کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (کچھ کہنے سے) شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ (عمل) بہت زیادہ پاک کرنے والا ہے تمہارے دلوں کو اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کو بھی۔ اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کی بیویوں سے آپؐ(کی وفات) کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔

بے شک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو چھپا لو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ان (ازواجِ مطہرات) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (سے پردہ نہ کرنے) کے بارے میں اور اپنے بیٹوں سے اور اپنے بھائیوں سے اور اپنے بھتیجوں سے اور اپنے بھانجوں سے اور اپنی (مسلمان) عورتوں سے اور اپنے غلام' لونڈیوں سے' اور تم (اے ازواجِ مطہرات) اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔''

آیۂ مبارکہ کا شانِ نزول

۱) اس آیۂ مبارکہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت انس ؓ فرماتے ہیں:

قال عمر قلت یا رسول اللہ ! یدخل علیک البر والفاجر فلو أمرت أمھات المؤمنین بالحجاب فأنزل اللہ آیۃ الحجاب (٧٦)

''حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! آپؐ کے گھر میں نیک اور فاسق ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں 'کاش کہ آپؐ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل فرما دی۔''

۲) حضرت انس ؓ سے ہی ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

اَنَا اَعْلَمُ الناس بھذہ الآیۃ آیۃ الحجاب لما اُھدیت زینب اِلی رسول اللہ ﷺ کانت معہ فی البیت، صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا یتحدثون فجعل النبی ﷺ یخرج ثم یرجع وھم قعود یتحدثون فأنزل اللہ تعالیٰ {یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىہُ} اِلی قولہ {مِنْ وَّرَآیِٔ حِجَابٍ} فضرب الحجاب وقام القوم (۷۷)

''میں اس آیت یعنی آیتِ حجاب کے (سبب نزول کے) بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپؐ کے لیے تیار کیا گیا اور وہ آپؐ کے ساتھ گھر میں تھیں، آپؐ نے کھانا تیار کیا اور صحابہؓ کی دعوت (ولیمہ) کی۔ (کھانا کھانے کے بعد) لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے۔ آپؐ باہر نکلتے اور واپس آتے تو لوگ پھر بھی بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے {یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىہُ} سے لے کر {مِنْ وَّرَآیِٔ حِجَابٍ} تک وحی نازل فرمائی۔ پس (اس کے بعد) پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔''

آیت کے اجزاء

اس آیۂ مبارکہ میں چار باتوں کا تذکرہ ہے:

۱) جس مسئلہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ مسئلہ حجاب ہے۔

۲) اس آیت میں خطاب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن سے ہے۔

۳) حکم، حجاب کے وجوب کا ہے۔

۴) حکم کی علت، طہارتِ قلب کا حصول ہے، یعنی دل پاک ہو جائیں۔

پہلی تین باتیں تو ایسی ہیں جن پر منکرین و مخالفینِ حجاب کا بھی اتفاق ہے، لیکن چوتھی بات میں اختلاف ہے۔ اس لیے تمام منکرین حجاب ازواج مطہرات کے لیے تو پردے کا وجوب اس آیت سے ثابت کرتے ہیں، لیکن عام اہل ایمان عورتوں کو اس آیت کے حکم میں شامل نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے حق میں خاص ہے اور ازواجِ مطہرات کو پردے کا حکم دینے کی علت ان کا احترام و اکرام ہے نہ کہ

طہارتِ قلب۔ ذیل میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ آیت مبارکہ ازواجِ مطہرات کے لیے ہی خاص ہے یا اس کا حکم عام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے !

حکم کی علت

حجاب کا جو حکم اس آیۂ مبارکہ میں وارد ہوا ہے وہ معلل ہے (یعنی اس کی علت اور وجہ بیان کی گئی ہے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

{فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ}

''(اے مسلمانو !) پس تم ان (ازواجِ مطہرات) سے پردے کے پیچھے سے سوال کرو' اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھی بہت زیادہ پاکیزہ رکھنے والی ہے اور ان کے دلوں کو بھی۔''

حکم کی علت جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے وہ {ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ} ہے۔ یہ علت عام ہے' کیونکہ طہارتِ قلب کی ضرورت جتنی ازواجِ مطہرات کو ہے اتنی ہی عام

مسلمان عورتوں کو بھی ہے' لہٰذا علت عام ہوئی' اور علت کا عام ہونا حکم کی عمومیت کی دلیل ہے۔ نص میں مذکور اس قسم کی علت کو معلوم کرنے کے طریقہ کار کو اصولیین کے نزدیک ''مسلک الإیماء والتنبیہ'' کہتے ہیں۔ امام شوکانی اُس مسلک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المسلک الثالث الإیماء والتنبیہ وضابطہ الاقتران بوصف لو لم یکن ھوأونظیرہ للتعلیل لکان بعیدا فیحمل علی التعلیل دفعاً للاستبعاد(۷۸)

''مسالک علت میں سے تیسرا مسلک ''الإیماء والتنبیہ'' ہے اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حکم کسی ایسے وصف کے ساتھ ملا ہوا ہو کہ اگر وہ وصف یا اس کی نظیر علت نہ ہوتی تو وہ حکم بعید از فہم ہوتا' لہٰذا اس وصف کو اس حکم کی علت بنایا جائے گا تاکہ حکم کی تفہیم میں رکاوٹ کو دور کیا جا سکے۔''

علامہ شنقیطی ''مسلک الایماء والتنبیہ'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو أن يقترن وصف بحكم شرعي على وجه لو لم يكن فيه ذلك الوصف علة لذلك الحكم لكان الكلام معيباً عند العارفين(۷۹)

''مسلک الإیماء والتنبیہ'' یہ ہے کہ کوئی حکم شرعی کسی وصف کے ساتھ اس طرح مل کر آئے کہ اگر وہ وصف اس حکم کی علت نہ بنایا جائے تو وہ کلام عارفین کے نزدیک عیب والا کلام ہو گا۔''

اگر ہم حکم حجاب کے فوراً بعد مذکورہ وصف ''طہارتِ قلوب'' کو اس کی علت نہ مانیں تو یہ کلام ''عیب والا کلام'' شمار ہو گا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ ''طہارتِ قلوب'' حکمِ حجاب کی علت ہے اورکلامِ الٰہی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

اصل سے فرع میں حکم کا اجراء

جب حکم کی علت معلوم ہو گئی تو قیاس کے معروف اصول سے حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کی طرح عام اہل ایمان عورتوں کے لیے بھی ثابت ہو گیا۔ ارکانِ قیاس چار ہیں: اصل، فرع، حکم اور علت۔ مذکورہ آیت میں اصل ''ازواجِ مطہرات'' ہیں، فرع ''عام اہل ایمان کی عورتیں'' ہیں، حکم ''وجوبِ حجاب'' کا ہے اور علت ''طہارتِ قلب'' ہے۔ عام اہل ایمان عورتیں ازواجِ مطہرات کی نسبت ''طہارتِ قلوب'' کی زیادہ محتاج ہیں۔ لہٰذا جب علت کا اصل (یعنی ازواجِ مطہرات)کی نسبت فرع (یعنی عام اہل ایمان عورتوں) میں زیادہ اثبات ہے تو حکم حجاب بھی ازواجِ مطہرات کی نسبت عام اہل ایمان عورتوں میں زیادہ تاکید کے ساتھ ثابت ہو گا۔

آیت حجاب کی عمومیت

یہ آیۂ مبارکہ اُمہات المؤمنین کے ساتھ ساتھ تمام اہل ایمان عورتوں کو بھی شامل ہے۔ درج ذیل قرائن اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں۔

۱) اصول تفسیر کا قاعدہ : اصول تفسیر کا یہ قاعدہ ہے ''العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب''(۸۰) کہ تفسیر کرتے ہوئے الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ سببِ نزول کا ۔ یہ آیات تو اگرچہ اُمہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئیں' یعنی ان آیات کا سبب نزول خاص ہے' لیکن اعتبار سببِ نزول کی خصوصیت کا نہ ہو گا بلکہ الفاظ کی عمومیت کا ہو گا۔ لہٰذا اس قاعدے کے مطابق اہل ایمان عورتیں بھی اُمہات المؤمنین کی طرح ان آیات کی مخاطب ہیں'کیونکہ قرآن کی اکثر آیات کا نزول کسی خاص سبب سے ہی ہوا ہے ۔اگر ہر آیت مبارکہ کو اس کے سبب نزول کے ساتھ ہی خاص کر دیا جائے تو قرآن کے ابدی احکامات ایک خاص دور کے خاص افراد کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں گے جو کہ اسلام کی ہمہ گیریت کے منافی ہے۔

۲) اہل ایمان عورتوں کا عمل : صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات کے ساتھ ساتھ عام اہل ایمان عورتوں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان عورتوں کا یہ عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کے احکامات ازواجِ مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی شامل ہیں' جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ :

كنّا نغطى وجوهنا من الرجال وكنا نمتشط قبل ذلک فى الإحرام (۸۱)

''ہم اپنے چہروں کو لوگوں سے ڈھانپ لیتی تھیں اور اس سے پہلے احرام کی حالت میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔''

لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ عام ہے۔

۳) دلالت ِاُولیٰ : اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں ہی ازواجِ مطہرات کو اُمت مسلمہ کی مائیں قرار دیا ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے : {وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ} جبکہ اس کے ساتھ درج

ذیل نص {وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْ م بَعْدِہٖٓ اَبَدًا} کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ازواج مطہرات جو کہ تمام اُمت کی مائیں ہیں اور ان کے ساتھ نکاح کو بھی حرام ٹھہرایا گیا 'اس کے باوجود اُن کو پردے کا حکم دیا گیا تو عام مسلمان عورتوں

کے بارے میں شر کے خیالات پیدا ہونا ازواج مطہرات کی نسبت زیادہ آسان ہے' لہٰذا عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب کے احکامات بالاولیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

۴) آیت مبارکہ کا سیاق و سباق: اس آیۂ مبارکہ کا سیاق و سباق بھی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ آیت کے شروع میں ہی اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس طرح آپؐ کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونا منع ہے اسی طرح عام مسلمانوں کے گھروں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ علاوہ ازیں اس کے بعد آنے والی آیت بھی حکم حجاب کے عموم کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ}

''ان کے اوپر ان کے باپوں کے بارے میں (اُن سے پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔''

اس آیۂ مبارکہ میں حجاب کے حکم سے مستثنیٰ افراد کو بیان کیا جا رہا ہے اور اس استثناء کی عمومیت پر اجماع ہے۔ یعنی مستثنیٰ افراد کی یہ جو فہرست بیان کی گئی ہے' یہ فہرست صرف ازواجِ مطہرات کے لیے نہیں ہے' بلکہ یہ فہرست عام مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہے۔ جب مستثنیٰ عام ہے تو مستثنیٰ مِنہ یعنی حکم حجاب بھی عام ہے' کیونکہ عام کا استثناء عام سے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے:

لما أمر الله النساء بالحجاب عن الأجانب بين أن هولاء الأقارب لا يجب الاحتجاب منهم كما استثناهم فى سورة النور عند قوله تعالٰى {وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ لِبُعُوْلَتِهِنَّ} (۸۲)

''جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورتوں کو (مذکورہ آیت میں) حجاب کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ان قریبی رشتہ داروں کی ایک فہرست بھی بیان کر دی جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان رشتہ داروں کو سورۃ النور کی آیت {وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ لِبُعُوْلَتِهِنَّ} میں مستثنیٰ قرار دیا ہے۔''

اس سورۃ کی آیت ۵۹ میں ''نِسَآئِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کے الفاظ سے اس بات کی مزید تاکید ہوجاتی ہے کہ یہ حجاب کا حکم عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

۵) جلیل القدر مفسرین کی آراء: متقدمین و متأخرین مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس آیت مبارکہ کے حکم کو عام قرار دیا ہے۔ذیل میں ہم چند ایک جلیل القدر مفسرین کی عبارات نقل کیے دیتے ہیں:

* امام طبریؒ کی رائے

{وإذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب} يقول : وإذا سألتم أزواج رسول الله ﷺ ونساء المؤمنين اللواتى لسن لكم بأزواج متاعاً "فاسئلوهن من وراء حجاب" يقول : من وراء ستر بينكم وبينهن(۸۳)

''اور جب تم ان سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''یعنی جب تم اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں اور ان مسلمان عورتوں سے جو کہ تمہاری بیویاں نہیں ہیں' کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

* علامہ قرطبی کی رائے

فى هذه الآية دليل على أن الله تعالى أذن فى مسألتهن من وراء حجاب فى حاجة تعرض أو مسئلة يستفتين فيها ويدخل فى ذلك جميع النساء بالمعنى وبما تضمنت أصول الشريعة من أن المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلك إلا لحاجة (۸۵)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردے کے پیچھے سے کسی ضرورت کے تحت یا فتویٰ طلب کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات سے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس حکم میں تمام عورتیں شامل ہیں 'کیونکہ شریعت کے اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت تمام کی تمام پردہ ہے 'اس کا سارا جسم بھی اور آواز بھی پردہ ہے 'جیسا کہ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ پس عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔''

* امام ابوبکر الجصاص کی رائے

وهذا الحكم وإن نزل خاصاً فى النبى وأزواجه فالمعنى عام فيه وفى غيره إذ كنا مأمورين باتباعه والاقتداء به إلا ما خصه الله

به دون أمته(۸۵)

''یہ حکم اگرچہ نبی ﷺ اور آپ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوا ہے لیکن اس آیت کا مفہوم آپؐ اور آپؐ کے غیر دونوں کو شامل ہے ،کیونکہ ہمیں ہر بات میں آپؐ کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے ،سوائے ان احکامات کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ ،کی اُمت کے علاوہ آپ ؐ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔''

٦) اصول فقہ کا قاعدہ : علم الاصول کا یہ قاعدہ ہے کہ واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے ،کیونکہ سببِ تکلیف میں سب برابر ہیں ، اِلاّ یہ کہ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی دلیل ہو ۔ علامہ البانی اس قاعدے کے بارے میں فرماتے ہیں:

إذا خاطب الشارع الحكيم فردًا من الأمة أو حكم عليه بحكم فهل يكون هذا الحكم عاماً فى الأمة، إلا إذا قام دليل التخصيص؟ أو يكون خاصاً بذلک المخاطب؟ اختلف فى ذلک علماء الأصول، والحق الأوّل، وهو الذى رجحه الشوكانى وغيره من المحققين(۸٦)

''جب شارع حکیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُمت کے کسی فرد سے خطاب کریں یا اس کو کوئی حکم جاری کریں تو کیا یہ حکم تمام اُمت کے لیے عام ہو گا سوائے اس کے کہ اس کی تخصیص کی کوئی دلیل ہو؟ یا یہ حکم اس مخاطب کے ساتھ خاص ہو گا؟ علمائے اصول کا اس مسئلے میں اختلاف ہے ،لیکن پہلا قول حق ہے اور اسی قول کو امام شوکانی اور دوسرے محققین نے ترجیح دی ہے۔''

علامہ شنقیطی مذکورہ اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن الأدلة على أن حكم آية الحجاب عام : هو ما تقرر فى الأصول من أن خطاب الواحد يعم حكمه جميع الأمة ولا يختص الحكم بذلک الواحد المخاطب(۸۷)

''آیۂ حجاب کے بیان کردہ حکم کے عام ہونے میں جو دلائل بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے جسے آپ علم الاصول میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں: ''واحد کا خطاب تمام اُمت کو شامل ہوتا ہے اور حکم اس اکیلے واحد مخاطب سے متعلق نہیں ہوتا۔''

مذکورہ بالا اصول سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت حجاب عام ہے اور اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے۔

منکرین حجاب کی دو غلط فہمیاں اور ان کا جواب

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب اس آیت کی تفہیم میں دو بنیادی غلطیوں کا شکار ہیں' جو درج ذیل ہیں:

۱) حجاب سے کیا مراد ہے؟

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں لفظ حجاب سے مراد لباس یا پہناوا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کوئی اوٹ ہے' چاہے وہ کسی دروازے کی ہو یا دیوار وغیرہ کی۔ اسی لیے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں حکم چہرہ چھپانے کا نہیں ہے بلکہ اپنی ذات چھپانے کا ہے اور ازواج مطہرات کو یہاں اپنی ذات چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے اس آیت مبارکہ سے عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ ثابت کرنا صحیح نہیں ہے' مثلاً قاضی عیاض لکھتے ہیں:

فرض الحجاب مما اختصصن بہ' فهو فرض عليهن بلاخلاف فی الوجہ والكفين فلا يجوز لهن كشف ذلک فی شهادة ولا غيرها ولا إظهار شخوصهن وإن كن مستترات(۸۸)

''حجاب کی فرضیت ازواجِ مطہرات کے لیے خاص ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کے لیے چہرے اور ہاتھوں دونوں کا چھپانا واجب تھا اور ان کے لیے شہادت یا اس قسم کے دوسرے معاملات میں بھی اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہ تھا' اور ان کے لیے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں پر ظاہر کریں' چاہے وہ پردے میں ہی کیوں نہ ہوں۔''

یہ مؤقف سراسر غلط ہے۔ اس کے غلط ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱) حجاب کا لفظ آڑ' اوٹ یا پردے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الحجاب : الستر ... والحجاب ما احتجب به و:كل ما حال بين شيئين حجاب (۸۹)

''حجاب سے مراد ''پردہ'' ہے۔ اور حجاب کا لفظ ہر اُس چیز کے لیے مستعمل ہے جس کے ذریعے پردہ کیا جائے اور ہر وہ چیز جو کہ دو اشیاء کے درمیان آڑ ہو حجاب کہلاتی ہے۔''

گویا کہ ہر وہ چیز جس کو آڑ' اوٹ یا پردے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہو وہ حجاب ہے' چاہے وہ دیوار ہو 'دروازہ ہو 'لباس ہو یا دیگر کپڑے ہوں۔ لغت عربی کے اعتبار سے لفظ حجاب عام ہے۔ چاہے کسی قسم کی بھی رکاوٹ ہی کیوں نہ ہو' اس کو حجاب کہیں گے۔

۲) صحیح احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ازواج مطہرات کو ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی تھی' ان کے لیے پردے میں لوگوں کے سامنے آنے کی رخصت تھی۔ ابنِ حجرؒ قاض عیاض ؒ کے اس موقف کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وليس فيما ذكره دليل على ما ادعاه من فرض ذلک عليهن وقد كن بعد النبي يحججن ويطفن و:كان الصحابة ومن بعدهم يسمعون منهن الحديث وهن مستترات الأبدان لا الأشخاص(۹۰)

''قاضی عیاض نے جو بات کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ (یعنی اپنی ذات کو چھپانا) ان پر فرض تھا۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی بیویاں (نفلی) طواف اور حج کرتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان سے حدیث سنتے اس حال میں کہ انہوں نے اپنے اجسام کو چھپایا ہوتا تھا نہ کہ اپنی ذات کو۔''

۳) اس آیۂ مبارکہ میں ذات کو چھپانا مقصود کلام نہیں ہے 'بلکہ جسم کو چھپانا کلام کا مقصود ہے' چاہے کپڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری اس رائے کی تائید جلیل القدر مفسرین کی آراء سے بھی ہوتی ہے۔

* ابن جریر طبری کے نزدیک حجاب کا مفہوم: ابن جریر طبری آیت {فَاسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ} کی تعبیر میں فرماتے ہیں:

سؤالكم إياهن المتاع إذا سألتموهن ذلک من وراء حجاب أطهر لقلوبكم وقلوبهن من عوارض العين فيها التى تعرض فى صدور الرجال من أمر النساء وفى صدور النساء من أمر الرجال وأحرى من أن لا يكون للشيطان عليكم وعليهن سبيل(۹۱)

''تمہارا ان ازواجِ مطہرات سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے' یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں میں بھی آنکھ سے پیدا ہونے والے غلط جذبات اور ان خیالات کو پاک کرنے والی ہے جو

مردوں کے دلوں میں عورتوں سے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں اور عورتوں کے دلوں میں مردوں سے متعلق پیدا ہوتے ہیں' اور زیادہ مطلوب یہی ہے کہ تمہارے معاملے میں یا ان کے معاملے میں شیطان کو کوئی راستہ نہ مل سکے۔''

* امام رازی کے نزدیک لفظ حجاب کا مفہوم: امام رازی فرماتے ہیں:

قولہ {فاسئلوھن من وراء حجاب} أمر بسدل الستر علیھن وذلک لایکون إلا بکونھن مستورات محجوبات وکان الحجاب وجب علیھن(۹۲)

''{ فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ} یہ حکم ہے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیں اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب کہ وہ پردے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان پر حجاب واجب تھا۔''

۲) حجاب کی علت

عام طور پر منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ حجاب کے حکم کی اس علت کو نظر انداز کرتے ہوئے جو کہ نص میں بیان ہوئی ہے' اس کی جگہ حکم حجاب کے لیے ازواج مطہرات کے احترام و اکرام کو حکم کی علت بناتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور ازواجِ مطہرات ؓ ہمارے لیے حددرجہ قابلِ احترام و اکرام ہیں' لیکن مذکورہ بالا آیت میں دیے گئے حکمِ حجاب کی علت بہرحال آپؐ یا ازواجِ مطہرات کا احترام و اکرام نہیں ہے' بلکہ اس حکم کی اصل علت ''تطہیر قلوب'' ہے جو کہ نص میں بیان ہوگئی ہے۔

جو لوگ ''حرمتِ ازواج'' کو حکم حجاب کی علت بناتے ہیں ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ حرمت صرف ازواج کے لیے مخصوص تھی کہ ان کو تو حجاب کا حکم دے دیا اور بیٹیوں کے لیے یہ حرمت ثابت نہیں ہوتی' اس لیے بیٹیوں کو حجاب کا حکم نہ تھا؟ یہ امر واقعہ ہے کہ تمام منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب ازواج مطہرات کے لیے تو پردہ واجب قرار دیتے ہیں'

لیکن آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے پردے کے وجوب کا اثبات نہیں کرتے۔ ہمارا ان حضرات سے یہ سوال ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیوں کے لیے پردہ تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور اگر نہیں تھا تو جو علت ازواج

مطہرات ؓ کے پردے کے حوالے سے آپ یا منکرین حجاب بیان کر رہے ہیں اس علت سے آپ ﷺ کی بیٹیوں کے لیے بھی پردہ ثابت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بعض بیٹیاں ' آپؐ کی بعض بیویوں سے بھی عزت و حرمت میں بڑھ کر ہیں ' جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان بھی موجود ہے: ((سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ)) (۹۳) کہ ''آپؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل قطعی ہیں اور اس آیت مبارکہ سے ثابت ہونے والا حکم حجاب ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں ' دونوں کے لیے ثابت ہے۔

فصل چہارم

آیت ِ قواعد

چہرے کے پردے کی چوتھی دلیل قرآن مجید کی درج ذیل آیت ہے:

{وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْہِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَہُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَۃٍ ؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّہُنَّ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾} (النور)

''اور بڑی بوڑھی عورتوں میں سے وہ جو کہ نکاح کی امید نہیں رکھتیں ' تو ان کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (اضافی) کپڑے اتار رکھیں اس حال میں کہ وہ زینت کا اظہار کرنے والی نہ ہوں۔ اور اگر وہ بچ کر رہیں تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے ' اور اللہ تعالیٰ سننے والا ' جاننے والا ہے۔''

اس آیۂ مبارکہ میں بوڑھی عورتوں کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنے اضافی کپڑے مثلاً جلباب وغیرہ اتار دیں اور ان کا چہرہ ظاہر بھی ہوجائے تو ان کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اس رخصت کو دوشرائط کے ساتھ مشروط کر دیاگیا:

۱) وہ عورتیں ایسی ہوں کہ جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح سے مایوس ہو چکی ہوں' یعنی نہ ہی ان کو حیض آتا ہو' نہ ہی حمل ٹھہرنے کی کوئی امید ہو' نہ ان کے اندر کوئی جنسی خواہش ہو اور نہ ان کے حوالے سے کسی کو جنسی خواہش پیدا ہو سکتی ہو۔

۲) وہ عورتیں زیب و زینت کے ساتھ یعنی بناؤ سنگھار کر کے اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔اگر وہ کھلے چہرے کے ساتھ اجنبی افراد کے سامنے آنا چاہتی ہیں تو انہیں بغیر میک اپ کے سادہ چہرے کے ساتھ ایسا کرنے کی رخصت ہے۔

لیکن ان دو شرائط کے بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ: {وَاَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّهُنَّ}''اگر وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کے لیے بہت زیادہ بہتر ہے۔''یعنی اگر وہ پردہ کریں تو یہ ان کے لیے افضل ہے 'اگر نہ کریں تو رخصت ہے ۔

ثیاب سے مراد
ثیاب سے مراد اضافی کپڑے ہیں 'مثلاً جلباب یا نقاب وغیرہ' نہ کہ دوپٹہ یا سینے کو ڈھانپنے والی چادر' جیسا کہ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے ۔

* ابن جریر طبری {فَلَیۡسَ عَلَیۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ یَّضَعۡنَ ثِیَابَهُنَّ}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فليس عليهن حرج ولا إثم أن يضعن ثيابهن يعنى جلابيبهن وهى القناع الذى يكون فوق الخمار والرداء الذى يكون فوق الثياب لا حرج عليهن أن يضعن ذلک عند المحارم من الرجال وغير المحارم من الغرباء غير متبرجات بزينة (۹۴)

''ان (بوڑھی عورتوں) پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ اپنے کپڑے یعنی جلباب وغیرہ اتار کر رکھ دیں 'اور جلباب سے مراد وہ نقاب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر لیا جاتا ہے اوروہ چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر لی جاتی ہے۔ ان عورتوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ یہ نقاب یا چادر اپنے محرم اور غیر محرم افراد کے سامنے اتار رکھیں' لیکن زینت ظاہر نہ کریں۔''

٭امام بغوی آیت {فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ}کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يعنى يضعن بعض ثيابهن وهى الجلباب والرداء الذى فوق الثوب والقناع الذى فوق الخمار فأما الخمار فلا يجوز وضعه (۹۵)

''(کپڑے اتارنے سے) مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بعض کپڑے اتار رکھیں اور وہ جلباب اور چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر ہوتی ہے یا وہ نقاب جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔ جہاں تک دوپٹے کا تعلق ہے اس کا اتارنا جائز نہیں ہے۔''

٭علامہ زمخشری ''ثیاب''کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمراد بالثياب الظاهرة كالملحفة والجلباب الذى فوق الخمار (۹۶)

''ثیاب'' سے مراد وہ کپڑے ہیں جو ظاہری ہوں (یعنی اوپر اوڑھے ہوں) مثلاً اوڑھنی اور جلباب جو دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے۔''

قناع اور جلباب کا مفہوم

بعض منکرین حجاب اور قائلین استحباب حجاب کا یہ دعوی ہے کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں قناع اور جلباب کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور یہ الفاظ عربی لغت کے مطابق ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو سر ڈھانپنے کے لیے ہوں۔

ہمارے خیال میں ان حضرات کا بیان کردہ یہ مفہوم ناقص ہے۔ اہل عرب کے ہاں یہ الفاظ ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں کہ جن سے سر ڈھانپا جاتا ہو اور ایسے کپڑوں کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں کہ جن سے چہرہ ڈھانپا جاتا ہو۔ آیت جلباب کے نزول کے بعد اہل شرائع (صحابہ ' تابعین 'فقہاء اور علماء)کے ہاں ان الفاظ کا استعمال اغلب طور پر چہرہ ڈھانپنے کے معنوں میں ہے اور ہمارے اس دعویٰ کے درج ذیل دلائل ہیں :

١) عن یعقوب قال حدثنا ابن علیۃ عن ابن عون عن محمد عن عبیدۃ فی قولہ تعالیٰ: {یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ} فلبسھا عندنا ابن عون قال ولبسھا عندنا محمد قال محمد ولبسھا عندی عبیدۃ قال ابن عون بردائہ فتقنع بہ فغطی أنفہ وعینہ الیسری وأخرج عینہ الیمنی وأرخی رداءہ من فوق حتی جعلہ قریباً من حاجبہ أو علی الحاجب (٩٧)

''یعقوب کہتے ہیں ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا ' وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون اور وہ آگے محمد بن سیرین سے اور وہ عبیدہ السلمانی سے بیان کرتے ہیں کہ {یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ}کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عون نے جلباب (چادر) کو اوڑھ کر دکھایا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن سیرین نے چادر کو اس طرح اوڑھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبیدہ السلمانی نے چادر کو اوڑھا۔ ابن علیہ نے کہا کہ ابن عون نے اپنی چادر لے کر اس کو اچھی طرح اوڑھ لیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ بھی چھپا لی اور دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو اوپر سے نیچے کیا یہاں تک کہ اوپر سے چادر کو اپنی ابرو تک پہنچایا اور ابرو کو بھی چھپا لیا۔'' یہ روایت صحیح ہے۔علامہ البانی نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔ اس پر مفصل بحث ہم آگے چل کر کریں گے۔

٢)عن أنس قال رأی عمر أمۃ لنا متقنعۃ فضر بھا وقال لا تشبھی بالحرائر(٩٨)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا ۔ حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور اسے حکم دیا کہ آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔''

یہ روایت ''صحیح'' ہے۔علامہ البانی نے بھی اس کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے

۳) فعرفنی حین رآنی و:کان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعہ حین عرفنی' فخمرت وجھی بجلبابی"(۹۹)

''تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب مجھے دیکھا اور وہ مجھے حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے دیکھا کرتے تھے۔ پس میں ان کے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کی وجہ سے بیدار ہو گئی تو میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب (چادر) سے ڈھانپ لیا۔''

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کی عربی زبان میں ''قناع'' اور ''جلباب'' کے الفاظ ایسے کپڑوں کے لیے استعمال ہوتے تھے کہ جن سے عورت اپنا سر ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی ڈھانپتی تھی ۔یہ بات بالکل درست ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں عورتیں جلباب وغیرہ گھر میں بھی پہن لیتی تھیں۔جلباب دراصل ایک بڑی چادر ہوتی تھی جس کو عورتیں گھر میں عموماً سر پر اوڑھے رکھتی تھیں یا نماز میں اسے اپنا جسم چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں لیکن جب گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اسی چادر کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کر لیتی تھیں۔

آیت ہٰذا سے چہرے کے پردے پر استدلال ؟

آیت مبارکہ میں ''فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ'' کے الفاظ کے ذریعے ''اَلْقَوَاعِد'' یعنی بوڑھی عورتوں کو پردہ نہ کرنے کی رخصت دی گئی ہے اور اس کا'' مفہوم مخالف'' یہ ہے کہ جو عورتیں جوان ہیں اور وہ نکاح کی اُمید رکھتی ہیں 'اگر وہ پردہ نہ کریں گی تو گناہگار ہوں گی۔ آیت کے الفاظ ہیں: ''فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ'' کہ ان بوڑھی عورتوں پر گناہ نہیں ہے ۔گویا کہ کچھ ہیں جن پر گناہ بھی ہے اور یہ وہ عورتیں ہیں جو بوڑھی نہ ہوں' یعنی جوان ہوں۔ استدلال کا یہ طریقہ کار اصولیین کے نزدیک مفہوم مخالف کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی ''مفہومِ مخالف'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو دلالة الكلام على نفى الحكم الثابت للمذكور عن السكوت ، لانتفاء قيد من قيود المنطوق ويسمى دليل الخطاب لأن دليله من جنس الخطاب أو لأن الخطاب دل عليه(۱۰۰)

''مفہومِ مخالف سے مراد یہ ہے کہ جو حکم خطابِ الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کلام اس کے برعکس حکم کی نفی پر سکوت کے طریق سے دلالت کرے اور اس کی وجہ منطوق کی قیود میں کسی قید کا نہ ہونا ہو۔ اس کو ''دلیلِ خطاب'' بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کی دلالت جنسِ خطاب میں سے ہے یا خطاب اس پر دلالت کرتا ہے۔''

پس اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وہ نوجوان عورت کہ جس کی طرف مردوں کے میلان کا امکان ہو، اس کا بغیر چہرہ ڈھانپے گھر سے باہر نکلنا باعث گناہ ہے۔

حواشی

۱) فتح الباری: ۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ
۲) مراتب الإجماع، ص۵۳، علامۃ ابن حزم، مطبع دار ابن حزم
۳) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب أجر الحاکم إذا اجتھد
۴) حجاب المرأۃ المسلمۃ: ص ۵، علامہ البانی
۵) أیضاً: ص ۷
۶) أیضاً: ص ۸
۷) أیضاً: ص ۲۷
۸) أصول الفقہ الإسلامی: ۱/ ۸۶، الدکتور وھبۃ الزحیلی، مکتبۃ رشیدیۃ کوئٹہ

۹) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب {لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ}
۱۰) جامع البیان فی تاویل القرآن: ۹/۳۰۶، ابن جریر طبری، دار المکتب العلمیۃ، بیروت
۱۱) معانی القرآن: ۲/۳۴۹، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء، مطبعۃ دار السرور
۱۲) أحکام القرآن: ۳/۳۷۵، ابوبکر الجصاص، مطبعۃ دار الکتب العربی، بیروت
۱۳) معالم التنزیل: ۵/۱۶۰، امام بغوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۴) الکشاف، ۳/۲۷۴، علامۃ زمخشری، مطبعۃ انتشارات آفتاب، تہران
۱۵) زاد المسیر فی علم التفسیر: ۶/۴۲۲، علامۃ ابن جوزی، مطبعۃ المکتب الإسلامی، دوحۃ قطر
۱۶) التفسیر الکبیر: ۲۵/۲۳۰، امام رازی، دار الکتب العلمیۃ، طہران
۱۷) أنوار التنزیل وأسرار التاویل: ۵/۱۳۸، امام بیضاوی، مطبعۃ العامرۃ
۱۸) مدارک التنزیل: ۵/۱۳۸، امام نسفی، مطبعۃ العامرۃ
۱۹) لباب التاویل فی معانی التنزیل: ۵/۱۳۸، امام خازن، مطبعۃ العامرۃ
۲۰) البحر المحیط: ۷/۲۵۰، علامۃ ابن حیان الاندلسی، مطابع الضر الحدیثیۃ الریاض
۲۱) الجامع لأحکام القرآن: ۷/۲۴۳، امام قرطبی، دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۲) تفسیر القرآن العظیم: ۳/۵۶۹، علامۃ ابن کثیر، دار السلام، ریاض
۲۳) تفسیر جلالین: ص ۵۶۳، امام جلال الدین محلی و سیوطی، دار العربیۃ
۲۴) اللباب فی علوم الکتاب: ۵/۵۸۸، ابن عادل الحنبلی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۵) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور: ۵/۴۱۲، برہان الدین البقاعی، مکتبۃ ابن تیمیۃ بیروت
۲۶) المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ۱۲/۱۱۶، ابن عطیہ الاندلسی
۲۷) تفسیر التحریر والتنویر: ۲۲/۱۰۷، ابن عاشورا
۲۸) فتح القدیر: ۴/۳۰۴، امام شوکانی، دار الفکر، بیروت
۲۹) روح المعانی: ۲۲/۸۹، علامہ آلوسی
۳۰) فتح البیان فی مقاصد القرآن: ۱۱/۱۴۳، علامہ قنوجی، إدارۃ إحیاء التراث الإسلامی، بیروت
۳۱) التفسیر المنیر لمعالم التنزیل: ۲/۱۸۹، محمد بن عمر الجاوی النووی، دار الفکر، بیروت
۳۲) تفسیر المراغی: ۲۲/۳۶، احمد مصطفیٰ المراغی، إدارۃ إحیاء التراث العربی، بیروت
۳۳) تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان: ص ۶۱۸، الشیخ علامۃ عبدالرحمن ناصر السعدی، مؤسسۃ الرسالۃ،

بیروت
۳۴) أضواء البیان: ۶/۵۸۶، علامہ شنقیطی
۳۵) تفسیر القرآن بکلام الرحمن: الأحزاب: ۵۹، دارالسلام، ریاض، ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
۳۶) تفسیر مظہری: ۷/۳۸۴، قاضی ثناء اللہ پانی پتی
۳۷) أیسر التفاسیر: ص۵۸۰، الشیخ أبو بکر جابر الجزائری
۳۸) البحر المدید: ۶/۵۳، ابن عجیب الحسنی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۳۹) التفسیر المنیر: ۲۲/۱۰۶، الدکتور وھبۃ الزحیلی، دار الفکر، دمشق
۴۰) معارف القرآن: ۷/۲۳۵، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی
۴۱) تفہیم القرآن: ۴/۱۲۹، مولانا مودودی، إدارۃ ترجمان القرآن، لاہور
۴۲) ترجمان القرآن: ۳/۲۱۵، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی أکادمی، لاہور
۴۳) تدبر قرآن: ۶/۲۶۹، مولانا امین أحسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور
۴۴) ضیاء القرآن: ۴/۹۵، پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
۴۵) أحسن البیان: ص۵۵۸، مولانا صلاح الدین یوسف، مکتبۃ دارالسلام، لاہور
۴۶) معارف القرآن: ۵/۵۴۵، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مکتبۃ عثمانیہ جامعۃ أشرفیۃ، لاہور

۴۷) تفسیر عثمانی: ص۵۶۸، مولانا شبیر احمد عثمانی، مجمع الملک فھد، السعودیۃ
۴۸) أضواء البیان: ۶/۱۹۸
۴۹) تفسیر کشاف: سورۃ النور: ۳۱
۵۰) الموافقات: ۲/۱۲، امام شاطبی
۵۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج المرأۃ عن الرجل
۵۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ)
۵۳) فتح الباری: ۸/۴۹۰، المکتبۃ السلفیۃ
۵۴) تفسیر طبری: ۹/۳۰۴
۵۵) المستدرک علی الصحیحین: ۲/۳۹۷، امام حاکم، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت
۵۶) أیضاً
۵۷) تلفیق الذھبی علی المستدرک: ۲/۳۹۷، امام ذہبی، بیروت

۵۸) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل أبی بکر الصدیق ص
۵۹) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل
۶۰) المنہاج بشرح صحیح مسلم ۱/۳۳، دار الفکر، بیروت
۶۱) تنقیح الأنظار: ۱/۳۵، علامۃ محمد بن ابراہیم الصنعانی
۶۲) تقریب التہذیب، ۲/۷۳، علامۃ ابن حجر
۶۳) میزان الاعتدال: ۴/۲۷۰، ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی، دار المعرفۃ، بیروت
۶۴) ایضاً: ۴/۲۷۰
۶۵) سنن النسائی، کتاب الزینۃ، باب ذیول النساء
۶۶) تفسیر طبری: ۹/۳۰۴
۶۷) تہذیب الکمال: ۷/۱۰۳، جمال الدین یوسف المزی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
۶۸) السنن الکبری للبیہقی، کتاب النکاح، باب ماتبدی المرأۃ من زینتھا، امام بیہقی
۶۹) تہذیب الکمال: ۱/۵۴، امام مزی
۷۰) مصنف ابن أبی شیبۃ، کتاب النکاح، باب {وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَھُنَّ}
۷۱) تہذیب الکمال: ۳/۳۵۹
۷۲) المحرر الوجیز: ۱۰/۴۸۸-۴۸۹

۷۳) پردہ اور قرآن: ص ۷، مولانا امین احسن اصلاحی
۷۴) تفسیر الطبری: ۹/۳۰۵
۷۵) تہذیب الکمال: ۵/۲۶۲
۷۶) رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ {لَاتَدۡخُلُوۡابُیُوۡتَ النَّبِیِّ ...}
۷۷) رواہ البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ {لَاتَدۡخُلُوۡابُیُوۡتَ النَّبِیِّ ...}
۷۸) إرشاد الفحول: ص ۱۹۷، امام شوکانی
۷۹) أضواء البیان: ۶/۵۸۵
۸۰) القواعد الحسان: ص ۷، عبدالرحمن بن ناصر السعدی، مکتبۃ المعارف، الریاض
۸۱) المستدرک علی الصحیحین: ۱/۴۵۴
۸۲) تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۵۶، مطبعۃ دار السلام، ریاض

۸۳) تفسیر طبری: ۱۰/۳۲۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۸۴) الجامع لأحکام القرآن: ۷/۲۲۷، مکتبۃ الغزالی، دمشق
۸۵) احکام القرآن: ۳/۳۷۰، دارالکتاب العربی، بیروت
۸۶) تمام المنۃ: ص ۴۱، علامۃ ألبانی، دار الرایۃ، ریاض
۸۷) أضواء البیان، ۶/۵۸۹
۸۸) فتح الباری: ۸/۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ
۸۹) لسان العرب: ۱/۲۹۸، ابن منظور الافریقی، دار صادر، بیروت
۹۰) فتح الباری: ۸/۵۳۰، المکتبۃ السلفیۃ
۹۱) تفسیر طبری: ۱۰/۳۲۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۹۲) تفسیر کبیر: ۱۳/۲۲۶، امام رازی، دارالکتب العلمیۃ، طہران
۹۳) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ
۹۴) تفسیر طبری: ۹/۳۴۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۹۵) تفسیر بغوی: ۴/۴۴۹، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۹۶) تفسیر کشاف: ۳/۸۶، طہران
۹۷) تفسیر طبری: ۱۰/۳۳۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۹۸) مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والإمامۃ، باب فی الأمۃ تصلی لغیر الخمار
۹۹) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب {لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ}
۱۰۰) أصول الفقہ الاسلامی: ۱/۳۶۲، مکتبۃ رشیدیۃ، کوئٹہ

باب دوم

چہرے کا پردہ:
احادیث مبارکہ کی روشنی میں

فصل اول

مثبتینِ حجاب کے دلائل

اب تک ہم نے قرآنی آیات کی روشنی میں چہرے کے پردے کے بارے میں شارع سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم اُن احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جو چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں ۔ ان میں سے بعض ایسی احادیث ہیں جو سابقہ باب میں بیان ہو چکی ہیں اور اکثر ایسی روایات ہیں جو ابھی تک بیان نہیں ہوئیں۔ ہم نے ان سب روایات کو یہاں جمع کر دیا ہے ۔ ان روایات کو قرآنی آیات کی روشنی میں سمجھیں تو مسئلہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے ۔

قرآن کی کسی آیت کی صحیح تفسیر اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اسے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں میں رکھ کر سمجھیں۔ ان روایات میں بیان کردہ صحابہ کرام ؓ کے طرزِ عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے ''سورۃ النور'' اور ''سورۃ الاحزاب'' کی نازل شدہ آیات کا کیا مفہوم سمجھا تھا۔ یہ روایات دراصل قرآنی آیات کی تفسیر و تبیین ہیں جس کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ پر ڈالی گئی تھی۔

دوسری طرف یہ احادیث صحابہ کرامؓ کے اس فہم کو بھی متعین کر رہی ہیں جو انہیں یہ آیات سننے کے بعد حاصل ہوا۔ گویا کہ یہ روایات ایک طرف اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال و افعال کے حوالے سے تفسیرِ رسولؐ کی طرف رہنمائی فرما رہی ہیں اور دوسری طرف صحابیاتؓ کے فرمودات و طرزِ عمل کے ذریعے تفسیر صحابی بھی بیان ہو رہی ہے۔ ان روایات پر حکم لگاتے وقت بخاری و مسلم کی احادیث پر حکم نہیں لگایا گیا، کیونکہ ان دونوں کتابوں کی بیان کردہ احادیث کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے۔ البتہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب ِ احادیث سے لی گئی روایت کا حکم بھی مختصراً ساتھ ہی بیان کردیا گیا ہے۔

چہرے کا پردہ صحیح اور حسن روایات کی روشنی میں

ان روایت کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بعض روایات وہ ہیں جو کہ صراحتاً ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے پر دلالت کر رہی ہیجبکہ بعض وہ ہیں جو اشارتاً چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں ۔پہلے ہم ان روایات کوبیان کر رہے ہیں جو اس مسئلے میں صریح ہیں ۔

---

۱) عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ الرُّکْبَانُ یَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَاِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَھَا مِنْ رَأْسِھَا عَلٰی وَجْھِھَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا کَشَفْنَاہُ(۱)

''اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے‘وہ فرماتی ہیں کہ قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں‘ پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کھول دیتی تھیں۔''

ہمارے بعض ناقدین نے اس حدیث کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے جو غلط ہے ‘کیونکہ حضرت عائشہ ؓ نے حدیث میں صرف اپنا طرزِ عمل بیان نہیں کیا‘ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفرِ حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قافلوں کے قریب سے گزرنے پر وہ اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔یہ حدیث عام ہے اور اس کی عمومیت کی تائید اگلی روایت سے بھی ہو رہی ہے

ہمارے ایک ناقد نے کہا ہے یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ تو قول صحابی ہے۔ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ صاحب ''حدیث'' کی تعریف سے بھی نا واقف اور جاہل ہیں کیونکہ ''حدیث تقریری'' یہی تو ہوتی ہے کہ کوئی صحابی اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کرے اور اللہ کے رسول ﷺ اس پر خاموشی اختیار کریں ۔

ہمارے بعض ناقدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی کے اقوال متناقض ہیں۔ علامہ نے اس حدیث کو ضعیف ابو داؤد(رقم:۱۸۳۳)میں ''ضعیف'' کہا ہے جبکہ حجاب المرأۃ المسلمہ (ص۳۲) اور مشکاۃ المصابیح (رقم:۲۶۲۲)میں اس کو''حسن فی الشواھد'' کہا ہے۔ اسی طرح علامہ نے جلباب المرأۃ المسلمہ(ص۱۰۸)میں بھی اس کو ''حسن فی

الشواهد'' کہا ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث ''حسن'' ہے کیونکہ بعض اوقات ایک حدیث' سند میں کسی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے فی نفسہ ضعیف ہوتی ہے لیکن اپنے جیسی بعض ہم معنی احادیث کی تائید کی صورت میں 'حسن' کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ اس روایت کی تائید اور شواہد سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ البانی نے لکھا ہے 'اس لیے یہ روایت ''حسن'' ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ''مختلف فیہ'' راوی ہے 'جس کی وجہ سے بعض محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس راوی کا ضعیف ہونا ائمہ محدثین کے نزدیکی اتفاقی نہیں ہے اس لیے امام مسلمؒ نے اس سے حدیث نقل کی ہے اور امام ذہبیؒ نے اسے ''صدوق'' کہا ہے۔ امام ابن حجرؒ نے ''مشکاۃ المصابیح'' کی تخریج میں اسے ''حسن'' قرار دیا ہے جیسا کہ انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں اپنا اصول بیان کیا ہے۔ ابن حجرؒ کی یہ کتاب 'هداية الرواة إلى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة' کے نام سے ''دارابن القیم'' سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی جلد۳ کے ص ۱۰۶ پر مذکورہ حدیث موجود ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کا ضعف ایسا ہے کہ اگر اس معنی کی اس جیسی کچھ اور روایات مل جائیں تو یہ ضعف دور ہو سکتا ہے۔ علامہ البانی نے اس روایت کو اس کے شواہد کی وجہ سے ''حسن'' کہا ہے اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

۲) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ)) (۲)

''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وهذا مما يدل على أن النقاب والقفازين كانا معروفين فى النساء اللاتى لم يحرمن وذلک يقتضى ستر وجوههن وأيديهن (٣)

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو حالت ِاحرام میں نہ ہوتی تھیں ‘اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں۔''

جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا۔گویا کہ جب عورتیں حالت احرام میں نہ ہوں تو اُس وقت وہ نقاب اور دستانے پہنیں گی۔اس طرز استدلال کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ''مفہوم'' یا ''مفہوم مخالف'' کہتے ہیں۔ جمہور اہل علم کی رائے کے مطابق حق قول یہی ہے کہ ''مفہوم مخالف'' حجت ہے لیکن اس کے صحیح ہونے کی آٹھ شرائط ہیں جنہیں امام شوکانی نے 'ارشاد الفحول' میں نقل کیا ہے۔

ہمارے بعض ناقدین کا کہنا یہ ہے کہ پہلی اور دوسری روایت آپس میں متضاد ہیں ۔پہلی روایت میں حالت احرام میں چہرہ چھپانے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں حالت احرام میں نقاب کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب کرنے سے منع کیا گیا نہ کہ چہرہ چھپانے سے ‘اور نقاب اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خاص طور پر چہرہ چھپانے کے لیے سلوایا گیا ہو۔دوسری حدیث میں عورت کو حالت احرام میں چہرہ چھپانے کے لیے سلا ہوا کپڑا استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے مثلا برقع وغیرہ‘ ہاں اگر عورت کسی ایسے کپڑے سے اپنا چہرہ حالت احرام میں چھپا لے کہ جو اس مقصد کے لیے نہ سلوایا گیا ہو تو جائز ہے‘ چاہے یہ کپڑا اس کے چہرے سے بھی مس کر رہا ہو۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

ولو غطت المرأة وجهها بشيء لا يمس الوجه جاز بالاتفاق وإن كان يمسه فالصحيح أنه يجوز أيضاً ولا تكلف المرأة أن تجافى سترتها عن الوجه لا بعود ولا بيد ولا غير ذلک فان النبى ﷺ سوى بين وجهها ويديها

وكلاهما كبدن الرجل لا كرأسہ ووأزواجہ كن يسدلن على وجوههن من غير مراعاة المجافاة ولم ينقل أحد من أهل العلم عن النبى ﷺ أنہ قال إحرام المرأة فى وجهها وإنما هذا قول بعض السلف لكن النبى ﷺ نهاها أن تنتقب أو تلبس القفازين كما نهى المحرم أن يلبس القميص والخف مع أنہ يجوز لہ أن يستر يديہ ورجليہ باتفاق الأئمة والبرقع أقوى من النقاب فلهذا ينهى عنہ باتفاقهم ولهذا كانت المحرمة لا تلبس مايصنع لستر الوجہ كالبرقع ونحوہ فانہ كالنقاب(۴)

''اگر عورت حالت ِاحرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپا لے جو اس کے چہرے کو مس نہ کرے تو علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ ایسی چیز سے اپنا چہرہ چھپائے کہ جو اس کے چہرے کو چھو رہی ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔ عورت کو اس بات کا مکلف نہیں بنایا جا سکتا کہ وہ چہرہ چھپانے والے کپڑے کو اپنے چہرے سے کسی لکڑی یا ہاتھ یا کسی اور چیز کے ذریعے دور رکھے کیونکہ نبی ﷺ نے

عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو برابر قرار دیا ہے اور ان دونوں کا حکم وہی ہے جو مرد کے بدن کا حکم ہے اور ان دونوں کو مرد کے سر کے ساتھ تشبیہہ دینا جائز نہیں ہے۔آپؐ کی بیویاں اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لیا کرتی تھیں اور اس بات کا لحاظ نہیں کرتی تھیں کہ وہ ان کے چہرے سے علیحدہ رہے اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے آپ ؐ سے یہ نقل کیا ہے کہ '' عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے '' ۔یہ بعض سلف کا قول ہے۔لیکن آپؐ نے عورت کو نقاب اور دستانے پہننے سے منع کیا ہے جیساکہ مرد کو قمیص اور موزے پہننے سے ‘اور مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں حالت احرام میں چھپا سکتا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔برقع ‘نقاب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے اس لیے اس کی ممانعت پر علماء کا اتفاق ہے۔اس لیے حالت احرام میں عورت ایسا لباس نہیں پہنے گی جو چہرہ چھپانے کے لیے ہی بنایا گیا ہوجیسا کہ برقع وغیرہ ہے جو کہ نقاب ہی کی ایک شکل ہے۔''

ہمارے بعض ناقدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ‘زیادہ سے زیادہ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں حالت احرام کے علاوہ حالت میں پردہ کرتی تھیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دعوی کیا ہی نہیں ہے کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے بلکہ ہم تو اس باب کے شروع میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ بیشتر احادیث سے زیادہ سے زیادہ ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں صحابیات چہرے کا پردہ کرتی تھیں اور گھر سے باہر نکلتے وقت چہرے کو چھپانا ان کے ہاں معروف تھا ۔ان احادیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ چہرے کا پردہ بدعت نہیں' جیسا کہ بعض منکرین حجاب کا خیال ہے لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابیات جو یہ عمل کرتی تھیں اس کا درجہ کیا ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کا درجہ وجوب کا ہے کیونکہ صحابیات کا اپنے چہرے کو چھپانا در حقیقت آیت حجاب 'آیت زینت' آیت جلباب وغیرہ پر عمل تھا اور ان آیات سے جس طرح چہرے کے پردے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اس پر ہم تفصیل سے پہلے باب میں گفتگو کر چکے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک چہرے کے پردے کے وجوب کے اصل دلائل قرآنی دلائل ہیں۔ اس کے علاوہ جو چار قسم کے دلائل کا ہم نے تذکرہ کیا ہے وہ قرآنی دلائل کی تشریح و توضیح کے طور پر کیا ہے نہ کہ مستقل دلائل کے طور پر 'اگر کسی نے ہم پر نقد کرنی ہے تو ان قرآنی دلائل کے حوالے سے کرے کہ جن پر ہم نے اپنے مؤقف کی بنیاد رکھی ہے۔

۳) حضرت عائشہؓ ''قصۃ الإفک'' والی روایت میں حضرت صفوانؓ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

وَكَانَ رَآنِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ (۵)

''اور انہوں نے مجھے حجاب (کے حکم کے نزول) سے پہلے دیکھا تھا' ان کے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' کہنے کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی' جبکہ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا' پس میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب سے ڈھانپ لیا۔''

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کے دلائل ہم باب اول میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس حدیث کو ''آیۃ الجلباب'' یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس حدیث کی عمومیت کھل کر واضح ہو جاتی

ہے۔

۴) عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ : یَرْحَمُ اللہُ نِسَائَ الْمُھَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّا اَنْزَلَ اللہُ {وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ} شَقَّقْنَ مُرُوْطَھُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِھَا (٦)

''اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے ! جب یہ آیت {وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ} نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''

ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''فاختمرن أی غطین وجوھھن یعنی حضرت عائشہ ؓ کے قول ''فَاخْتَمَرْنَ'' کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''

بعض منکرین حجاب نے لغت عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ لکھا ہے کہ ابن حجر کا یہ ترجمہ ان کی منفرد رائے ہے اور لغت عربی میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ہم ان منکرین حجاب کے جواب میں کہتے ہیں کہ ''خمار'' کا لفظ عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے مستعمل ہے اور اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

ا) حضرت فاطمہ بنت منذرؓ بیان کرتی ہیں :

كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْھَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَائَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ (٧)

''ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالتِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔''

ب) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كنا ندخل على أُم المؤمنين يوم التروية فقلت لها يا أم المؤمنين! هنا امرأة تأبى أن تغطى وجهها وهى محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها (۸)

''ہم ۸ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا: اے اُمّ المؤمنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔''

وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی، جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالتِ احرام میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔

ج) خود علامہ البانی نے بھی ''حجاب المرأة المسلمة'' میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اوقات استعمال ہوجاتا تھا۔ علامہ البانی ایک شعر کا حوالہ

دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للمليحة في الخمار المذهب
أفسدت نسك أخي التقى المذهب
نور الخمار ونور خدك تحته
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب
فقد وصفها بأن خمارها كان على وجهها أيضاً (۹)

''تُو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر

اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے ۔مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے نور کے باوجود) ابھی تک شعلے کی مانند بھڑکا کیوں نہیں ! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا خمار اُس کے چہرے پر بھی تھا۔'' علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔

محل استشہاد ''نور الخمار ونور خدک تحتہ'' ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اپنی لغت میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتے تھے اب اس کے بعد کوئی اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھے لسان العرب 'القاموس المحیط اور مقاییس اللغۃ جیسی لغت عربی کی کتب سے یہ نکال کر دکھاؤ کہ لفظ خمار چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے بارے ہم یہی کہیں گے : {وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا}

۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبِي الْعُقَيْسِ جَاءَ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ اَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَاَبَيْتُ اَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ صَنَعْتُ فَاَمَرَنِيْ اَنْ آذَنَ لَهُ (۱۰)

''حضرت عائشہؓ اپنے رضاعی چچا اُفلح کے بارے میں بیان کرتی ہیں جو ابو عُقیس کے بھائی تھے کہ انہوں نے مجھ سے حجاب کی آیات نازل ہونے کے بعد گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور میں نے آپؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں افلح کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دوں۔''

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

"وفيه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الأجانب"

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا اجنبی مَردوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔''

حضرت عائشہؓ کا پہلے یہی خیال تھا کہ اپنے رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے ‘اس لیے انہوں نے اپنے رضاعی چچا کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر کہ رضاعی چچا سے عورت کا پردہ نہیں ہے‘ آپؓ نے اپنے چچا کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمّٰى اَفْلَحَ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا : ((لَا تَحْتَجِبِىْ مِنْهُ)) (١١)

’’حضرت عُروہؒ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی کہ ان کے رضاعی چچا افلح نے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کر لیا ۔پھر رسول اللہ ﷺ کو اس معاملے کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: ’’اس سے پردہ نہ کرو۔‘‘

٦) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ ﷺ مَقْفَلَهٗ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهٗ فَصُرِعَا جَمِيْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ جَعَلَنِىَ اللهُ فِدَائَكَ قَالَ: ((عَلَيْكَ الْمَرْاَةَ)) فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ : ((آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ (١٢)

’’حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم عسفان سے واپسی کے وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اچانک اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور اللہ کے رسول ﷺ حضرت صفیہؓ سمیت نیچے گر گئے۔ حضرت ابو طلحہؓ فوراً آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! اللہ مجھے آپؐ پر فدا کرے ! آپؐ نے فرمایا: ’’عورت کی خبر لو۔‘‘ حضرت ابو طلحہؓ نے کپڑا اپنے منہ پر ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے ‘پھر اپنا کپڑا اُن پر ڈال دیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کی سواری کو درست کیا تو وہ دونوں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد ہم آپؐ کے آس پاس رہے۔جب ہم مدینہ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: ((آيِبُوْنَ ‘ تَائِبُوْنَ ‘ عَابِدُوْنَ ‘ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) اور مدینہ میں داخل ہونے کے وقت تک آپؐ برابر یہی دعا پڑھتے رہے۔‘‘

ایک اور روایت میں الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو جب اپنے ساتھ سوار کیا تھا تو ان کے چہرے پر ایک چادر ڈال دی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وَسَتَرَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ حَمَلَهَا وَرَائَ هٗ وَجَعَلَ رِدَائَ هٗ عَلٰی ظَهْرِهَا وَوَجْهِهَا (۱۳)

''اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو ڈھانپا اور انہیں اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر حضرت صفیہؓ کی کمر اور چہرے پر ڈال دی۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن حضرت صفیہؓ کے ساتھ قیام فرمایا تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح کیا ہے یا ان کو لونڈی بنا کر رکھا ہے' تو بعض صحابہ کرامؓ کہنے لگے:

اِنْ حَجَبَهَا فَهِیَ اِحْدٰی اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ یَحْجُبْهَا فَهِیَ مِمَّا مَلَکَتْ یَمِیْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ (۱۴)

''اگر آپؐ نے ان سے پردہ کروایا تو وہ اُمہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپؐ نے ان سے پردہ نہ کروایا تو وہ آپؐ کی لونڈی ہوں گی۔ پس جب آپؐ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت صفیہؓ کو پیچھے بٹھا لیا اور پردہ کھینچ دیا۔''

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کے زمانے میں حرائر (یعنی آزاد عورتوں) کے لیے پردہ تھا' جبکہ لونڈیوں کے لیے پردہ نہ تھا۔

۷) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام ''جعرانہ'' پر پڑاؤ ڈالا اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ آپؐ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھویا اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو' اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو' تو ہم نے ایسے ہی کیا۔ اس کے بعد روایت کے الفاظ ہیں:

فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَائِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّکُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً (۱۵)

''تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا۔''

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کی دلیل اگلی حدیث ہے۔

۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : اَوَ مَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَائِ سِتْرٍ بِیَدِهَا کِتَابٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِیُّ ﷺ یَدَهٗ فَقَالَ: ((مَا اَدْرِیْ اَیَدُ رَجُلٍ اَمْ یَدُ امْرَأَةٍ)) قَالَتْ : بَلِ امْرَأَةٌ قَالَ : ((لَوْ کُنْتِ امْرَأَةً لَغَیَّرْتِ اَظْفَارَکِ یَعْنِیْ بِالْحِنَّائِ)) (۱۶)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے ''تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کرو(تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔''

اس حدیث میں عورت کا پردے کے پیچھے سے آپ ﷺ کو خط دینا یہ واضح کررہا ہے کہ عورتیں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو پردے میں ہوتی تھیں۔

ہمارے بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے ۔اس حدیث کی سند میں ''مطیع بن میمون'' راوی ضعیف ہے اور ''صفیہ بنت عصمہ'' مجہول ہے ۔ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہ ناقدین علم مصطلح الحدیث کی فنی باریکیوں سے جہالت کی وجہ سے ہر دوسری روایت کو صرف علم اسماء الرجال کی روشنی میں ضعیف قرار دیتے ہیں حالانکہ کسی حدیث کی صحت و ضعف کے بارے میحکم لگانے کے لیے صرف اسماء الرجال کی کتابیں کھول لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے علم مصطلح الحدیث کے وسیع و عمیق مطالعے کی ضرورت ہے۔علم مصطلح الحدیث کے مطابق روایات چار قسم کی ہیں:

ا) وہ روایات جو سند اور متن دونوں کے اعتبار سے صحیح ہیں مثلاً صحیح بخاری کی روایات

ب) وہ روایات جو سند اور متن دونوں اعتبار سے ''ضعیف'' ہیں۔

ج) وہ روایات جو سند کے اعتبار سے صحیح لیکن متن کے اعتبار سے ''ضعیف'' ہوتی ہیں مثلاً مضطرب المتن وغیرہ

د) بعض روایات ایسی ہیں جو سند کے اعتبار سے ''ضعیف'' ہیں لیکن جب ان کے کچھ شواہد مل جائیں تو وہ متن کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیںاور ان کو ''حسن لغیرہ'' کہتے ہیں یعنی بذاتہ یہ روایت ''ضعیف'' ہے لیکن اس کے غیر (بعض دوسری ضعیف روایات) نے اسے ''حسن'' بنا دیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے 'مقدمۃ اصول تفسیر'' میں روایات کے ضمن میں اس مسئلے پر بڑی عمدہ اصولی گفتگو کی ہے جس کا مطالعہ ان معاصر'' متحدثین'' کے لیے مفید رہے گا جو ''حسن لغیرہ'' کو مقبول حدیث میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ ہم اس موضوع پر اصولی گفتگو ان شاء اللہ بعض دوسرے مقامات پر کریں گے۔

مذکورہ بالا روایت بھی سنداً ''ضعیف'' ہے لیکن متن کے اعتبار سے ''حسن'' ہے 'اسی لیے علامہ البانی نے ''مشکوۃ :۴۳۹۳''میں کہا ہے کہ ''اسنادہ ضعیف ۔''لیکن '' صحیح ابوداؤد:۴۱۶۶'' میں اسے ''حسن' 'کہا ہے اور اسی طرح '' صحیح النسائی :۵۱۰۴''میں بھی اسے ''حسن''کہا ہے ۔

یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھ کا اظہار اجنبی افراد کے سامنے جائز ہے ۔اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں آپؐ کے زمانے میں اجنبی افراد سے پردہ کرتی تھیں ۔لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا یا سنت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا۔دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کے واجب ہونے کی دلیل کیا ہے ؟اس کا جواب یہ ہے کہ صحابیات کا یہ پردہ کرنا قرآنی آیات و احکام حجاب پر عمل تھا اور قرآنی آیات و احکام حجاب سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے اس کا ذکر کر چکے ہیں ۔

اب ہم چند ان روایات کا تذکرہ کریں گے جو چہرے کے پردے پر اشارتاً دلالت کرتی ہیں :

۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ ((مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) فَقَالَتْ اُمُّ سَلْمَۃَ: فَکَیْفَ یَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُیُوْلِھِنَّ؟ قَالَ : ((یُرْخِیْنَ شِبْرًا)) فَقَالَتْ : اِذًا تَنْکَشِفُ اَقْدَامُھُنَّ قَالَ: ((فَیُرْخِیْنَہٗ ذِرَاعًا لَا یَزِدْنَ عَلَیْہِ)) (۱۷)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :'' جو بھی اپنے کپڑے کو تکبر کے باعث کھینچے (یعنی لٹکائے)گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے''تو حضرت اُم سلمہؓ نے سوال کیا :عورتیں اپنے پلو کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اسے ایک بالشت لٹکا لیں۔'' حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کی: تب تو ان کے پائوں ننگے رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا :''تو وہ ایک ہاتھ لٹکا لیں' لیکن اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔''

یہ حدیث واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ عورت کے لیے اپنے قدم یعنی پائوں کا ڈھانپنا واجب ہے۔ توجب پائوں کا ڈھانپنا واجب ہے تو چہرے کا ڈھانپنا بالأولیٰ واجب ہے ‘کیونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں پائوں کی نسبت زیادہ فتنے کا اندیشہ ہے۔

ہم نے اس حدیث سے چہرے کے پردے کا اثبات ''دلالت ِأولی ''کے اصول کے تحت کیا ہے جو اصول فقہ کا ایک معروف اصول ہے لیکن ہمارے ایک ناقد جو عربی زبان کی تھوڑی بہت شد بد تو رکھتے ہیں لیکن شرعی علوم و اصطلاحات سے بالکل ناواقف ہیں ‘ہم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ '' دلالت اولی ''کس بلا کا نام ہے ! اگر یہ صاحب اصول فقہ کی کسی چھوٹی سی کتاب کا بھی مطالعہ فرما لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ '' دلالت أولی ''کس بلا کو کہتے ہیں ۔کسی عالم نے کیا خوب کہا ہے کہ عربی زبان کا علم رکھنے سے کوئی شخص عالم نہیں بن جاتا‘عالم بننے کے لیے تو مدارس میں جاکر پختہ علماء کی صحبت میں ایک طویل عرصے تک کے لیے علومِ شرعیہ قرآن‘ حدیث ‘اصول فقہ ‘اصول حدیث ‘اصول تفسیر ‘اصول عقیدہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔اگر صرف عربی زبان جاننے سے آدمی عالم بن جاتا تو سارے اہل عرب عالم ہوتے۔

ہمارے ایک ناقد نے ہم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہم نے عربی لفظ ''ذیل ''کا ترجمہ ''پلو ''کیا ہے جو غلط ہے اور اس کا صحیح ترجمہ ''دامن '' ہے ۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ صاحب ہم پر اعتراض کرنے سے پہلے کوئی اردو لغت ہی کھول کر دیکھ لیتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ اردو زبان میں ''پلو '' کا لفظ ''دامن '' کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہ دونوں مترادف الفاظ بھی ہیں۔ہمارا ان صاحب کو مشورہ یہ ہے کہ ہمیں عربی لغت دیکھنے کی نصیحت کرنے کی بجائے پہلے خود اردو لغت دیکھنے کی عادت ڈالیں۔

١٠) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: ((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)) (١٨)

''حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو (یعنی مَردوں کا عورتوں کی محفلوں میں جانا ممنوع ہے)''تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا :اے اللہ کے رسول ﷺ !

آپؐ کا شوہر کے قریبی رشتہ داروں (مثلاً دیور وغیرہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''شوہر کے قریبی رشتہ دار تو موت ہیں۔''

87

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مَردوں کو عورتوں سے معاملہ کرتے وقت اُن کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔ یعنی اگر کوئی معاملہ کرنا ہے تو آیت قرآنی {فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ} کے مصداق پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اختلاطِ مَرد و زن کی ممانعت کی بھی واضح دلیل ہے۔

اکثر وبیشتر منکرین حجاب چہرے کے پردے کے خلاف تو ہیں ہی' اس پر مستزاد یہ کہ مرد و زن کے اختلاط کے بھی قائل ہیں۔ہمارے ایک ناقد ایک جگہ فرماتے ہیں:

'' غربت کی ماری عورت کو گھر سے باہر نکل کر تلاشِ معاش میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے ۔ شہروں میں وہ گھروں میں جھاڑو پوچا لگاتی ہے 'سڑک پر روڑی کوٹتی ہے' سر پر اینٹیں رکھ کر تعمیر کے کام میں حصہ لیتی ہے 'بھٹوں پر اینٹیں تیار کرتی ہے' دیہات میں وہ مَردوں کے شانہ بشانہ ابتدائے آفرینش سے کام کر رہی ہے اور کام کرتی رہے گی۔'' (کتاب ہذا: ص23)

ہمیں تعجب ہے ان صاحب پر 'کہ مرد وزن کے اختلاط کو ثابت کرنے کے لیے وہ عورتوں پر ہونے والے ظلم کو کس دیدہ دلیری سے سند جواز عطا فرما رہے ہیں ! ہمارا اُن سے سوال ہے کہ اگر ایسا ہو رہا ہے تو کیا یہ سب کچھ صحیح ہو رہا ہے ؟ کیا ایسا ہونا چاہیے؟ کیا اسلام عورتوں کو معاش کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے؟ کیا عورت کی اصل ذمہ داری اپنے گھر کو سنبھالنا اوراپنے بچوں کی تربیت کرنا ہے یا سڑکوں ' گلی کوچوں' دوسروں کے گھروں میں جا کر صفائی کرنا' بھٹوں پر اینٹیں تیار کرنا' سڑکوں پر روڑی کوٹنا ہے؟ کیا عورتوں سے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نازک آبگینوں سے تشبیہہ دی ہے 'ایسے کام لینا اُن پر ظلم نہیں ہے؟ اگر یہ سب کچھ ظلم ہے 'اور یقینا ایسا ہی ہے' تو ان صاحب کو تو چاہیے تھا کہ اِس ظلم کے خلاف قلم اُٹھاتے نہ کہ اس ظلم کو بنیاد بنا کر مرد و زن کے اختلاط کو ثابت کرنے لگ جاتے۔

حجاب کے منکرین اور اس کا اثبات کرنے والوں کے درمیان یہی فرق ہے۔ علماء اور مذہبی رہنما حجاب کا اثبات اس لیے کرتے ہیں تاکہ عورت کو عزت ملے اور وہ گھر کی مالکن بن کر گھر میں رہے ۔ گھر کے باہر کی ساری ذمہ داریاں مرد کے اوپر ہیں۔ مرد ہی اصل میں اپنی بیوی اور بچوں کے نان نفقے کا ذمہ دار ہے ‘اسی وجہ سے تو مرد کو قرآن میں قوّام کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

{اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ} (النساء:۳۴)

’’مَرد عورتوں پر حاکم ہیں ‘ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر (یعنی مَردوں کو عورتوں پر) فضیلت دی ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مرد (عورتوں پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں ۔‘‘

دوسری طرف منکرینِ حجاب کا طرزِ عمل دیکھیں ۔وہ عورتوں کو گھر کی مالکن کے بجائے دوسروں کے گھروں کی خادمہ بنانا چاہتے ہیں‘تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کی بجائے دوسروں کے بچوں کو سنبھالے اوراپنے شوہر کی خدمت کی بجائے اجنبی مَردوں کی خدمت کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ مَردوں نے ہمیشہ عورت کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تختۂ مشق بنایا ہے۔ اہل مغرب جو عورتوں کے حقوق کے دعوے دار ہیں‘ عورت کا سب سے زیادہ استحصال وہی کرتے ہیں۔ اپنی جنسی خواہشات و ہوس کی تکمیل کے لیے مغرب کے مرد نے حقوقِ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے عورتوں کو گھروں سے باہر نکالا اور مساواتِ مرد و زن کے نعرے لگا کر اپنی معاشی ذمہ داریوں سے جان چھڑائی اور عورتوں کے گھر سے باہر نکل کر کام کاج کرنے کو آزادیٔ نسواں کا نام دیا۔ اسلام تو ہمیں یہ درس سکھلاتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ اس کے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے چہ جائیکہ مرد گھر اور بچوں کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ اپنی معاشی ذمہ داریاں بھی عورت کے کندھوں پر ڈال دے۔

اضطراری کیفیت میں عورت کا گھر سے باہر نکل کر کام کرنا ایک علیحدہ مسئلہ ہے‘ لیکن جو کچھ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے اس کو سند جواز عطا کرنا ظلم و زیادتی ہے۔

۱۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ)) (۱۹)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت تو چھپانے کی چیز ہے ۔جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔''

اس حدیث میں عورت کو ''عورۃ'' کہا گیا ہے ،یعنی چھپانے کی شے۔ اس سے مراد ہے کہ عورت کا سارا جسم ''عورۃ'' ہے جس کو چھپانا چاہیے۔ اس سے مستثنیٰ وہی ہے جس کو قرآن نے ''اِلا ما ظھر منھا '' کے الفاظ میں بیان کر دیا ہے یعنی جن کے چھپانے میں مشقت ہو اور وہ عورت کے ہاتھ ،کپڑے ،آنکھیں اور ان کی زینت وغیرہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔اس سے ملتی جلتی بعض روایات میں الفاظ ہیں:

اِن المرأۃ عورۃ فإذا خرجت استشرفھا الشیطان وأقرب ما تکون من وجہ ربھا وھی فی قعر بیتھا(۲۰)

''عورت تو چھپانے کی چیز ہے ۔جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔اور عورت اپنے رب کی رضا سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو جائے۔''

ابن العربی نے ''عارضۃ الا ٔحوذی :۳،۹۲''میں، ابن القطان نے''احکام النظر :۱۳۷'' میں جبکہ علامہ ا لبانی نے'' صحیح الترغیب :۳۴۶''میں اس حدیث کو 'صحیح 'کہا ہے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو ''حسن غریب ''کہا ہے۔ ابن حزم نے ''المحلی :۴،۲۰۱''میں اسے ''قابل احتجاج''کہا ہے۔

۱۲) حضرت مغیرہ بن شُعبہؓ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً اَخْطُبُهَا فَقَالَ : ((اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا)) فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا اِلٰى اَبَوَيْهَا وَاَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ، قَالَ فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِيْ

خِدْرِهَا فَقَالَتْ : اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَمَرَکَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَاِلَّا فَاَنْشُدُکَ كَاَنَّهَا اَعْظَمَتْ ذٰلِکَ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا)) (۲۱)

''میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپؐ نے فرمایا: ''جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو' یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہو گی''۔ میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے تو تم دیکھ لو' اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایک مرد ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا تھا تو اس کے باوجود بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔

اس روایت کو امام ترمذی نے ''سنن الترمذی: ۱۰۸۷''میں جبکہ امام بغوی نے 'شرح السنۃ: ۵/۱۴''میں ''حسن''کہا ہے۔ ابن القطان نے اس روایت کو ''احکام النظر: ۳۸۷''میں' ابن الملقن نے ''البدر المنیر: ۷/۵۰۳''میں جبکہ علامہ البانی نے ''صحیح ابن ماجہ: ۱۵۲۴''میں ''صحیح''کہا ہے۔

ابن فارس نے ''مقاییس اللغۃ'' میں لفظ ''خدر ''کے چار بنیادی معنوں کا تذکرہ کیا ہے: اندھیرا' پردہ' دیر لگانا اور ٹھہرانا۔ ہم نے اس حدیث کے ترجمے میں ''خدر ''کا ترجمہ ''پردہ''کیا ہے جس پر ہمارے بعض ناقدین نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ ترجمہ لغت کے ساتھ ساتھ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ علامہ سند

ی نے ابن ماجہ کی شرح میں ''خدرھا'' کا ترجمہ ''سترھا'' کیا ہے کیونکہ بعض احادیث میں یہ لفظ ''پردے'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

مر بامرأۃ وھی فی خدرھا معھا صبی فقالت ألھذا حج؟ قال: نعم ولک أجر (سنن النسائی'کتاب مناسک الحج' باب الحج بالصغیر)

''اللہ کے رسول ﷺ کا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جو پردہ میں تھی اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا تو اس نے سوال کیا: کیا اس کے لیے بھی حج ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں' اور تیرے لیے اس کا اجر ہے۔''

پس یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ ''خدر'' کا ترجمہ ''پردہ'' کرنا غلط ہے۔ ہمارے ایک ناقد نے ''خدر'' کا ترجمہ عورت کی خلوت گاہ کیا ہے۔ اگر اس کا ترجمہ ''عورت کی خلوت گاہ'' بھی کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ عورت چاہے اپنی خلوت گاہ میں ہو یا پردے میں' دونوں صورتوں میں وہ اجنبی افراد سے حجاب میں ہوتی ہے۔

ہمارے ایک ناقد ہم پر اعتراض کرتے ہوئے حدیث کے الفاظ ''اِذْھَبْ فَانْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّہٗ اَجْدَرُ'' کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ نے فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو یعنی اسے خصوصی طور پر دیکھ لو کہ وہ اس قابل ہے''

ہمارے ناقد اپنا مؤقف سیدھا کرنے کے لیے ''فإنہ'' میں ''ہ'' کی ضمیر عورت کی طرح لوٹا رہے ہیں جو قطعاً غلط ہے۔ مذکر کی ضمیر عورت کی طرف کیسے لوٹ سکتی ہے جبکہ کوئی قرینہ بھی نہ ہو؟

۱۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ : خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهَا فِيْ نَخْلٍ لَهَا فَقِيْلَ لَهٗ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : ((اِذَا اَلْقَى اللهُ فِيْ قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا)) (۲۲)

''حضرت محمد بن مسلمہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا اور میں اس کو چوری چھپے دیکھنے کی کوشش کرنے لگ گیا' حتیٰ کہ ایک دن وہ عورت اپنے باغ میں گئی تو میں نے (موقع پا کر) اس کو دیکھ لیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے ''جب کسی مرد کا کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ کے یہ الفاظ کہ ''فَلَا بَأْسَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا'' اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر کسی عورت سے نکاح کی خواہش ہو تو اس کو دیکھنے کی رخصت ہے' اس کے علاوہ نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ ؓ کا تکلف کر کے اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کے باجود نہ دیکھ پانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں اس زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت بھی حجاب نہ کرتی ہوتی تو حضرت محمد بن مسلمہ ؓ کو چوری چھپے تکلف کر کے اس خاتون کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہمارے بعض ناقدین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک راوی ''حجاج بن ارطاۃ'' ضعیف ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ البانی نے'' ارواء الغلیل: ۱۷۹۱ '' میں اور'' صحیح ابو داؤد: ۲۰۸۲'' میں ''حسن'' کہا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث ''سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح 'باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ'' میں بھی ایک دوسری سند کے ساتھ موجود ہے اور اس کی اس سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی نہیں ہے۔ اس حدیث کو اس سند کے ساتھ علامہ البانی نے'' صحیح ابن ماجہ: ۱۵۲۲'' میں '' صحیح'' کہا ہے۔

۱۴) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ ، قَالَتِ امْرَأَةٌ يَارَسُوْلَ اللهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟

قَالَ : ((لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) ‘ (۲۳)

’’حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکالیں‘ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں حاضر ہوں‘ اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا :’’ اس کی سہیلی اس کو اپنی چادر میں شریک کرے۔‘‘

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں بغیر چادر باہر نکلنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ چادر کے لیے اس حدیث میں جلباب کا ذکر آیا ہے اور ہم پہلے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جلباب وہ چادر ہے جو آپؐ کے زمانے میں ازواج مطہرات اور مؤمن عورتیں گھر میں بھی اور گھر کے باہر بھی استعمال کرتی تھیں ۔گھر میں یہ چادر نماز وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی تھی اس لیے عورتیں اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کو ڈھانپتی تھیں لیکن گھر سے باہر نکلتے وقت امہات المؤمنین اور عام مؤمن عورتیں اسی چادر سے اپنے جسم کے علاوہ اپنے چہرے کو بھی چھپا لیتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی بخاری کی روایت ’’فخمرت وجھی بجلبابی‘‘ سے ظاہر ہے۔

فصل دوم

قائلین استحباب ِحجاب اور احادیث ِمبارکہ

حجاب کے استحباب کے دلائل کو علامہ البانی نے اپنی کتاب ''حجاب المرأة المسلمة'' اور ''جلباب المرأة المسلمة''میں بیان کیا ہے۔ منکرین حجاب (یعنی حجاب کو بدعت یا تہذیبی روایت یا مشقت قرار دینے والے)بھی اپنی تحقیق میں علامہ البانی ہی کے دلائل سے استفادہ کرتے ہوئے حجاب کو بدعت یا مسلمانوں کی ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقتقرار دیتے ہیں۔علامہ البانی نے اپنی کتاب ''حجاب''اور ''جلباب المرأة المسلمة'' میں چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کے حوالے سے تیرہ احادیث بیان کی ہیں۔ ہم بالترتیب ان احادیث سے کیے گئے استدالال پر اپنی کچھ معروضات پیش کریں گے۔

پہلی دلیل

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبدِ اللهِ قَالَ شَهِدتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ يَومَ الْعِيدِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبلَ الْخُطبَةِ بِغَيرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى بِلَالٍ فَاَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَحَثَّ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُم ثُمَّ مَضٰى حَتّٰى اَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ فَاِنَّ اَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّينِ فَقَالَتْ لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ((لِاَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ)) قَالَ فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِينَ فِي ثَوبِ بِلَالٍ مِنْ اَقْرِطَتِهِنَّ وَخَوَاتِمِهِنَّ (۳۳)

''حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں نمازِ عید میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا' تو آپؐ نے خطبہ سے پہلے نماز کو بغیر اذان و اقامت کے شروع کیا 'پھر آپؐ حضرت بلالؓ کا سہارا لے کر کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کی ترغیب دلائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس آئے اور ان سے کہا تم صدقہ کیا کرو 'کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔

عورتوں کے درمیان سے ایک عورت کھڑی ہو گئی جو سرخی مائل سیاہ رخساروں والی تھی۔ اس عورت نے کہا :اے اللہ کے رسول ﷺ ! ایسا کیوں ہو گا؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ اس وجہ سے ہو گا کہ تم بہت زیادہ شکایت اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو ۔'' راوی کہتے ہیں کہ وہ عورتیں اپنے زیورات میں سے کانوں کی بالیاں اور ہاتھوں کی انگوٹھیاں اتار اتار کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔''

اس حدیث میں '' سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ '' کے الفاظ سے منکرین حجاب یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات

ہیں:

ا) عورت کے چہرے سے اتفاقاً کپڑے کا سرک جانا: اس بات کا قوی احتمال موجود ہے کہ جس عورت نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا وقتی طور پر اس کے چہرے سے کپڑا کھسک گیا ہو:

ا) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اُس زمانے میں کپڑوں کی کمی تھی۔ عورتوں کے پاس اپنا پورا جسم ڈھانپنے کے لیے بھی کپڑا موجود نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ : اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُیَّضَ یَوْمَ الْعِیْدَیْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَیَشْھَدْنَ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَدَعْوَتَھُمْ وَیَعْتَزِلُ الْحُیَّضُ عَنْ مُصَلَّاھُنَّ، قَالَتِ امْرَأَۃٌ یَارَسُوْلَ اللہِ اِحْدَانَا لَیْسَ لَھَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ : ((لِتُلْبِسْھَا صَاحِبَتُھَا مِنْ جِلْبَابِھَا)) (۳۴)

''حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم عیدین کے دنوں میں حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں، اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ تو ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی اپنی چادر میں اس کو بھی شریک کرے۔''

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کپڑا کم ہونے کی وجہ سے دو دو عورتیں بعض اوقات ایک ہی چادر اپنے اوپر لپیٹ کر عید کی نماز کے لیے آتی تھیں۔ ایسے حالات میں کسی عورت کے چہرے سے عارضی طور پر چادر کا سرک جانا بالکل فطری بات ہے، خصوصاً جبکہ وہ عورت سوال کرنے کے لیے بھی کھڑی ہوتی ہو۔

ب) بعض دوسری روایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس عورت کے چہرے سے چادر وقتی طور پر کھسک گئی تھی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ واحد صحابی ہیں جنہوں نے یہ روایت بیان کرتے وقت اس عورت کے حوالے سے '' سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ '' کے الفاظ بیان کیے ہیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہم جب اسی روایت کو بیان کرتے ہیں تو عورت کے رسول اللہ ﷺ

سے سوال کرنے کا تذکرہ تو کرتے ہیں لیکن اس عورت کے چہرے کے حوالے سے ''سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ''کی صفت بیان نہیں کرتے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت جب آپؐ سے سوال کرنے کے لیے کھڑی ہونے لگی تو اس وقت عارضی طور پر اس کی چادر یا اس کی سہیلی کی چادر اس کے چہرے سے کھسک گئی اور اس دوران میں حضرت جابرؓ کی نگاہ اس عورت پر پڑی اور انہوں نے اس کے چہرے کی اس صفت کو بھی ساتھ ہی بیان کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا: نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللهِ ! لَايَدْرِى الْحَسَنُ مَنْ هِيَ(۳۵)

''ایک عورت نے آپؐ کو جواب دیا اور کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: ''ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ ! اور حسنؒ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ عورت کون تھی۔''

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ : وَلِمَ ذَاكَ يَارَسُوْلَ اللهِ (۳۶)

''اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ ایسا کیوں ہو گا؟''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ: وَمَالَنَا يَارَسُوْلَ اللهِ؟ (۳۷)

''تو ان میں سے ایک رائے رکھنے والی عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہو گا؟''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے:

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لَيْسَتْ مِنْ عِلْيَةِ النِّسَاءِ اَوْ مِنْ اَحْمَقِهِنَّ : يَارَسُوْلَ اللهِ فِيْمَ اَوْ لِمَ اَوْ بِمَ؟ (۳۸)

''تو ایک عورت نے کہا جو سربرآوردہ اورزیادہ عقل مند لوگوں میں سے نہیں تھی :اے اللہ کے رسول ﷺ ! ایسا کیوں یا کس وجہ سے ہو گا؟''

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ'' کے الفاظ نقل کرنے میں حضرت جابرؓ' منفرد ہیں اور باقی صحابہ کرام ؓاس روایت کو نقل کرتے ہیں تو صرف عورت کا تذکرہ کرتے ہیں' جبکہ اس کی صفت ''سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ'' کا ذکر نہیں کرتے' جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس عورت کے چہرے سے عارضی طور پر کپڑا کھسک گیا تھا اور اس دوران حضرت جابرؓ کی نظر اس عورت پر پڑی اور انہوں نے اس عورت کی نشاندہی کے لیے اس کی مذکورہ صفت کو بھی نقل کر دیا جیسا کہ بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی اس عورت کی تعیین کے لیے اس کی بعض صفات کو نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ''جزلۃ'' یعنی صاحب رائے خاتون جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ''لَيْسَتْ مِنْ عِلْيَةِ النِّسَاءِ اَوْ اَحْمَقِهِنَّ'' یعنی درمیانے درجے کی خاتون کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

۲) عورت بوڑھی تھی: بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ عورت بوڑھی تھی لہٰذا ''قواعد'' کے حکم کے مطابق اس کے لیے چہرے کا پردہ نہ کرنے کی رخصت تھی کیونکہ لفظ ''سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ'' عربی زبان میں مجازاً اُس عورت کے لیے بھی بولا جاتا ہے کہ جس کی ساری زندگی محنت و مشقت میں گزری ہو اور اس محنت و مشقت کی وجہ سے اس کا چہرہ مرجھا گیا ہو اور رنگ اورخدوخال متغیر ہو گئے ہوں' جیسا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ اس معنی میں استعمال بھی ہوئے ہیں۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : ((اَنَاوَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوْمَأَ يَزِيْدُ بِالْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا اَوْ مَاتُوْا)) (۳۹)

''حضرت عوف بن مالک الاشجعی ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :'' میں اور سرخی مائل سیاہ گالوں والی عورت قیامت کے دن اِن دو انگلیوں کی طرح ہوں

گے اوریزید (راوی) نے درمیانی اور شہادت والی انگلی کی طرف اشارہ کیا یہ وہ حسب نسب والی خوبصورت عورت ہے جس کا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے اپنے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو (نئی شادی سے) روکے رکھا یہاں تک کہ

اولاد بڑی ہو گئی یا وہ عورت مر گئی۔'' (''ماتوا'' کا ترجمہ بعض شارحین حدیث نے ''ماتت'' سے کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ''عون المعبود'' دیکھیں)

اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ لغت عرب میں مجازاً ''سَفْعَائُ الْخَدَّیْنِ'' کا لفظ ایسی عورت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کہ جس کے چہرے کا رنگ مصائب و تکالیف اور سخت مشقت کی وجہ سے متغیر یعنی سرخ سے سیاہ ہو گیا ہو' اور جس کے چہرے کا رنگ و خدوخال متغیر(یعنی سیاہ) ہونے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی کشش باقی نہ رہی تھی ۔علاوہ ازیں وہ عمر کے اس حصے کو پہنچ چکی تھی کہ جس کے لیے قرآن میں لفظ ''قَوَاعِد'' استعمال ہوا ہے۔یہ وضاحت اتنی قوی ہے کہ کسی دوسری توجیہہ کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔
۳) حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ: بعض علماء نے اس حدیث کے بارے یہ رائے پیش کی ہے کہ یہ حجاب کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے 'کیونکہ نماز عید ۲ ہجری میں شروع ہوئی جبکہ سورۃ الاحزاب کی آیت جلباب بعض علماء کے نزدیک ۳ ہجری میں 'بعض کے نزدیک ۴ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔ لہٰذا یہ امکان موجود ہے کہ یہ واقعہ آیۂ جلباب کے نزول سے پہلے کا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب !

دوسری دلیل

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ الْفَضْلُ رَدِیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَجَائَ تِ امْرَأَۃٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَتَنْظُرُ اِلَیْہِ فَجَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْرِفُ وَجْہَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) وَذٰلِکَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ(۲۴)
''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو ایک عورت جو قبیلہ خثعم سے تعلق رکھتی تھی 'آئی۔ حضرت فضل بن عباسؓ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اُن ؓ کی طرف دیکھنے لگی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کا چہرہ پکڑ کر اُس کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس عورت نے آپؐ سے سوال کیا کہ میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے اور وہ سواری پر سیدھا بیٹھ بھی نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں ؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''ہاں۔'' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔''

ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے ‘کیونکہ یہ عورت حالتِ احرام میں تھی اور حالتِ احرام میں عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنا مشروع ہے۔

ابن بطالؒ نے فضل بن عباس ؓکی حدیث کی شرح میں لکھا ہے :

وفیہ دلیل علی أن نساء المومنین لیس علیھن من الحجاب ما یلزم أزواج النبی ﷺ ‘ إذ لولزم ذلک جمیع النساء لأمر النبی ﷺ الخثعمیۃ بالاستتار ولما صرف وجہ الفضل‘ قال : وفیہ دلیل علی أن ستر المرأۃ وجھھا لیس فرضاً لاجماعھم علی أن للمرأۃ أن تبدی وجھھا فی الصلاۃ ولو رآہ الغرباء (۲۵)

’’اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان عورتوں پر وہ حجاب فرض نہیں ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے لیے لازم تھا۔ اگر یہ حجاب تمام عورتوں کے لیے لازم ہوتا تو آپ ﷺ قبیلہ خثعم کی عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیتے اور فضل بن عباس کا چہرہ دوسری طرف نہ پھیرتے۔ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کا اپنے چہرے کو چھپانا فرض نہیں ہے ‘کیونکہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھلا رکھے گی چاہے اجنبی اسے دیکھ رہے ہوں۔‘‘

علامہ ابن حجر ‘ابن بطال کا موقف نقل کرنے کے بعد اس پر ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: وفی استدلالہ بقصۃ الخثعمیۃ لما ادعاہ نظر لأنھا کانت محرمۃ(۲۶)

’’میں یہ کہتا ہوں کہ ابن بطال کا قبیلہ خثعم کی عورت کے قصے سے (حجاب کے عدم وجوب پر) استدلال کرنا محل نظر ہے‘ کیونکہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی۔‘‘

علامہ البانی کا موقف

علامہ البانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی عورت حالتِ احرام میں نہ تھی۔ علامہ البانی ’’ابن حجر‘‘ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت : كلا‘ فإنه لا دليل على أنها كانت محرمة‘ بل الظاهر خلافه. فقد قدمنا عن الحافظ نفسه أن سؤال الخثعمية للنبي ﷺ إنما كان بعد رمى جمرة العقبة ‘ أى بعد التحلل فكأن الحافظ نسى ما كان حققه هو بنفسه رحمه الله تعالى‘ ثم هب أنها كانت محرمة فإن ذلک لا يخدج

فى استدلال ابن بطال المذكور ألبتة. ذلک لأن المحرمة تشترک مع غير المحرمة فى جواز ستر وجهها بالسدل عليه كما يدل على ذلک الحديث الرابع والخامس الآتيين وإنما يجب عليها أن لا تنتقب فقط. فلو إن كشف المرأة لوجهها أمام الأجانب لا يجوز‘ لأمرها ﷺ أن تسبل عليه من فوق كما قال ابن حزم لا سيما وهى من أحسن النساء وأجملهن وقد كاد الفضل بن عباس أن يفتتن بها! ومع هذا كله لم يأمرها ﷺ بل صرف وجه الفضل عنها‘ ففى هذا دليل أيضاً على أن الستر المذكور لا يجب على المرأة ولو كانت جميلة(۲۷)

قارئین کی آسانی کی خاطر ہم علامہ البانی کی عبارت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

علامہ البانی ؒ کا پہلا دعویٰ

قلت : كلا ‘ فإنه لا دليل على أنها كانت محرمة‘ بل الظاهر خلافه

''میں (البانی) یہ کہتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہیں ہے (جو ابن حجر نے بیان کیا ہے)‘ کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ عورت حالت ِ احرام میں تھی‘ بلکہ بظاہر حقیقت اس کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔''

جواب دعویٰ: علامہ البانی کا یہ کہنا کہ عورت کے حالت ِ احرام میں ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ‘ صریح نص کے خلاف ہے۔ بہت ساری احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ وہ عورت حالت احرام میں تھی۔چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ کَانَ رَدِیْفَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ غَدَاۃَ النَّحْرِ فَاَتَتْہُ امْرَأَۃٌ مِنْ خَثْعَمَ... (۲۸)

''حضرت ابن عباسؓ (اپنے بھائی) حضرت فضل بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قربانی (والے دن یعنی ۱۰ ذی الحجۃ) کی صبح اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپؐ کے پاس آئی...''

۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَخِیْہِ الْفَضْلِ اَنَّہٗ کَانَ رِدْفَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ غَدَاۃَ النَّحْرِ فَاَتَتْہُ امْرَأَۃٌ مِنْ خَثْعَمَ... (۲۹)

''حضرت ابن عباسؓ اپنے بھائی حضرت فضل بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ قربانی والے دن کی صبح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپؐ کے پاس آئی ...''

اس روایت کو علامہ البانی نے ''صحیح ابن ماجہ :۲۳٦۸''میں صحیح کہا ہے۔
۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَۃً مِنْ خَثْعَمَ سَاَلَتِ النَّبِیَّ ﷺ غَدَاۃَ جَمْعٍ ...(۳۰)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے مزدلفہ کی صبح سوال کیا ...''

۴) عن عبد اللہ بن عباس عن الفضل بن عباس أنہ کان ردف النبی ﷺ یوم النحر وکانت جاریۃ خلف أبیھا فجعلت أنظر إلیھا فجعل رسول اللہ ﷺ یصرف وجھی عنھا فلم یزل من جمع إلی منی یلبی حتی رمی الجمرۃ یوم النحر(۳۱)

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ،حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قربانی والے دن آپؐ کے پیچھے سوار تھے اور لڑکی اپنے باپ کے پیچھے سوار تھی۔ جب میں اس کی طرف دیکھنے لگا تو اللہ کے رسول ﷺ اس کی طرف سے میرے چہرے کو پھیرنے لگے۔ پس آپؐ مزدلفہ سے منی تک تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ آپ ؐنے قربانی کے دن جمرہ(عقبہ) کی رمی کی۔ ''

اس روایت کو شیخ احمد شاکر نے ''مسند احمد :۳، ۲۴۲''میں صحیح الإسناد کہا ہے۔ شیخ شعیب أرنؤوط نے بھی اس روایت کو ''صحیح''کہا ہے (مسند احمد:۱، ۲۱۲)

۵) صحیح مسلم کی ایک طویل روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ عورت اکیلی نہ تھی، بلکہ عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھی۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَکَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ اَبْیَضَ وَسِیمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَرَّتْ بِہٖ ظُعْنٌ یَجْرِیْنَ فَطَفِقَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْھِنَّ ... حَتّٰی اَتَی بَطْنَ مُحَسِّرٍ...(۳۲)

''رسول اللہ ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے ''مشعر حرام'' سے روانہ ہوئے اور آپؐ نے حضرت فضل بن عباسؓ ،کو اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت فضل بن عباسؓ خوبصورت بالوں والے سفید رنگ کے ایک وجیہہ انسان تھے۔ جب آپؐ نے کوچ کیا تو آپؐ کے پاس سے کچھ اونٹ گزرے کہ جن میں ہر ایک پر ایک عورت بیٹھی تھی تو حضرت فضل بن عباسؓ اُن عورتوں کی طرف دیکھنے لگے...یہاں تک کہ آپؐ ''وادی محسر'' میں تشریف لائے۔''

مذکورہ بالا اور اس طرح کی بہت ساری روایات سے یہ بات صریحاً ثابت ہوتی ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ والا یہ واقعہ قربانی والے دن کی صبح مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے پیش آیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ عورت حالت

اِحرام میں تھی' اور حالت ِاحرام میں عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا مشروع ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

ان صریح نصوص کے بالمقابل حضرت علیؓ کی ایک روایت مسند احمد میں ہے 'جس کا تذکرہ علامہ البانی نے کیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ''رمی الجمار'' کے بعد کا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ واقعہ ''رمی الجمار'' کے بعد کا ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالت احرام کے بھی بعد کا ہے؟دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد میں ایک راوی ''عبد الرحمن بن حارث المخزومی'' ہے جس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب ''تقریب التہذیب'' میں لکھا ہے : صدوق لہ أوھام ''صدوق ہے اور اس کے بہت سے وہم بھی ہیں۔''

انہی اوھام کی وجہ سے امام احمد نے اس کو ''متروک'' کہا ہے۔ محسوس یہی ہوتا کہ یہ اس راوی کا وہم ہے کیونکہ اس کے بالمقابل ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ''رمی الجمار'' سے پہلے کا ہے جیسا کہ ان ثقہ راویوں کی روایات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ۔

علامہ البانی ؒ کا دوسرا دعویٰ:علامہ البانی نے ابن حجرؒ کے حوالے سے دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ ابن حجر بھی اس بات کے قائل تھے کہ وہ عورت حالت احرام میں نہ تھی۔ علامہ البانی لکھتے ہیں:

فقد قدمنا عن الحافظ نفسه أن سؤال الخثعمية للنبي ﷺ إنما كان بعد رمى جمرة العقبة: أى بعد التحلل فكأن الحافظ نسى ما كان حققه هو بنفسه رحمه الله تعالىٰ

''ہم حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خود ابن حجر کا کہنا یہ ہے کہ خثعمیہ عورت کا آپؐ سے سوال کرنا جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد کا واقعہ ہے' یعنی احرام کھول دینے کے بعد۔ ایسا محسوس ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ نے جس بات کا اثبات کیا تھا اس کو بھول گئے (اور یہ کہہ دیا کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی)۔''

جواب دعویٰ: حافظ ابن حجر کے حوالے سے علامہ البانی نے جو قول نقل کیا ہے اس کے صحیح الفاظ یہ ہیں:

ویحتمل أن یکون سوال الخثعمیۃ وقع بعد رمی جمرۃ العقبۃ

''اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ خثعمیہ عورت کا یہ سوال جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہوا ہو۔''

حافظ ابن حجر نے اپنی اس عبارت میں احتمال پیش کیا ہے اور ان کا یہ احتمال فتح الباری کی جلد۴' ص ٦٧ میں موجود ہے 'جبکہ آگے چل کر فتح الباری کی جلد۱۱' ص ۱۰ میں ابن حجر نے اپنے اسی احتمال کو ردّ کرتے ہوئے صریحاً اپنا موقف ان الفاظ میں پیش کیا:

قلت : وفی استدلالہ بقصۃ الخثعمیۃ لما ادعاہ نظر ' لأنھا کانت محرمۃ

''میں (ابن حجر) یہ کہتا ہوں کہ ابن بطال کا خثعمیہ عورت کے قصے سے استدلال کرنا محل نظر ہے' کیونکہ وہ حالت احرام میں تھی۔''

ابن حجر نے اپنے قول اوّل میں اس بات کا احتمال پیش کیا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ حالتِ احرام کے بعد کا ہو۔ لیکن اپنے قول ثانی کے ذریعے خود ہی اپنے اس احتمال کا ردّ بھی کر دیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر کا موقف بھی یہی ہے کہ جب فضل بن عباسؓ' کا یہ واقعہ ہوا اُس وقت وہ عورت حالت ِاحرام میں تھی۔ کیونکہ حافظ ابن حجر کا دوسرا قول مؤخر ہے۔

علامہ البانی ؒکا تیسرا دعویٰ

ثم ھب أنھا کانت محرمۃ ' فإن ذلک لا یخدج فی استدلال ابن بطال المذکور ألبتۃ ذلک لأن المحرمۃ تشترک مع غیر المحرمۃ فی جواز ستر وجھھا بالسدل علیہ... ففی ھذا دلیل ایضاً علی أن الستر المذکور لا یجب علی المرأۃ ولو کانت جمیلۃ

''پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ عورت حالتِ احرام میں تھی تو بھی ابن بطال کا استدلال مذکور صحیح ہے ‘کیونکہ ''محرمہ'' اور ''غیر محرمہ'' دونوں کے لیے اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپنا جائز ہے‘ جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ''محرمہ'' کے لیے واجب صرف یہ ہے کہ نقاب نہ اوڑھے۔ اگر عورت کا اجنبی آدمیوں کے سامنے اپنے چہرے کا کھولنا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس عورت کو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکانے کا حکم دیتے ‘جیسا کہ ابن حزم نے کہا ہے‘ خاص طور پر جبکہ وہ عورت بہت زیادہ حسین اور جمیل بھی تھی اور حضرت فضل بن عباسؓ کے بارے میں یہ خطرہ موجود تھا کہ وہ اس عورت کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے۔ اس کے باجود آپؐ نے اس عورت کو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکانے کا حکم نہ دیا ‘بلکہ حضرت فضل بن عباسؓ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا‘ پس اس میں دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ عورت کے لیے واجب نہیں ہے‘ چاہے وہ خوبصورت ہی کیوں نہ ہو۔''

علامہ البانی ؒ کے بقول اس عورت کے لیے حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپنا جائز تھا‘ لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہ دیا بلکہ حضرت فضل ابن عباسؓ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا‘ اور آپؐ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے۔

جواب دعویٰ: استدلال کا جو انداز علامہ البانی ؒ نے ابن حزمؒ کے حوالے سے اختیار کیا ہے ‘یہ کوئی معروف طریقہ کار نہیں ہے ۔ بات واضح ہے کہ اس عورت کے لیے جس طرح چہرے کو حالت ِ احرام میں ڈھانپنا جائز تھا اس طرح کھلا رکھنا بھی مشروع تھا۔اب رسول اللہ ﷺ نے فتنے کے اندیشے کے پیشِ نظر حضرت فضل بن عباسؓ کے چہرے کو پکڑ کر دوسری طرف کر دیا اور اس عورت کو پردے کا حکم نہ دیا‘ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ واجب نہیں ہے؟ اصل مقصد اُس وقت پیدا ہونے والے فتنے کو ختم کرنا تھا۔ اس کا ایک طریقہ کار تو یہ تھا کہ آپؐ اس عورت کو حکم دیتے اور وہ اپنے چہرے پر اپنی چادر لٹکا لیتی ۔ دوسرا طریقہ کار یہ تھا کہ آپؐ حضرت فضل بن عباسؓ کو غضِ بصر کا حکم دیتے۔ اور آپؐ نے دوسرے طریقے کو اختیار کیا۔ پہلے طریقے کو اختیار نہ کرنے کی غالباً وجہ یہ تھی کہ اس میں مشقت زیادہ تھی‘ کیونکہ معاملہ صرف ایک عورت کا نہ تھا‘بلکہ حضرت فضل بن عباسؓ اس سفر میں ایک سے زائد عورتوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور خثعمیہ عورت کی طرف تو بار بار دیکھ رہے تھے۔

صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فضل بن عباسؓ عورتوں کے ایک گروہ کو دیکھ رہے تھے ۔ اب یا تو وہ خاتون بھی اس گروہ میں شامل تھی یا یہ خواتین کا کوئی اور گروہ تھا جس کی طرف حضرت فضل بن عباسؓ دیکھ رہے تھے۔ اب یا تو رسول اللہ ﷺ ان سب عورتوں کو پردے کا حکم دیتے باوجود اس کے کہ ان کے لیے چہرہ کھلا رکھنا مشروع تھا ‘یا آپؐ حضرت فضل بن عباسؓ کی اصلاح کرتے۔ آپ ﷺ نے دوسرے راستے کو اختیار کیا جس میں مشقت کم تھی۔علاوہ ازیں اللہ کے رسول ﷺ کا حضرت فضلؓ کے چہرے کا رُخ موڑنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ چہرے کا پردہ ہے‘ کیونکہ چہرہ نسوانی حسن کا مرکز اور محل فتنہ ہے اور نتیجتاً صنفی آوارگی کے اسباب و ذرائع میں سے ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے حضرت فضلؓ کے چہرے کو دوسری طرف پھیرنے سے ہی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ چہرہ ڈھانپنا ضروری ہے ۔جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فتنے کے اندیشے سے ان کے چہرے کا رُخ دوسری طرف کیا تو ہم ان کے جواب میں یہی کہیں گے کہ ہم تو شروع سے ہی یہ بات کر رہے ہیں کہ چہرہ محل فتنہ ہے اور اسی حکمت کے پیش نظر اس کا پردہ شرعاً واجب ہے۔

تیسری دلیل

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ جَآءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جِئْتُ اَهَبُ لَكَ نَفْسِيْ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ ثُمَّ طَاَطَاَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَاْسَهٗ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ فِيْهَا شَيْئًا جَلَسَتْ (۳۳)

’’حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا :اے اللہ کے رسول ﷺ ! میں نے اپنے نفس کو آپؐ کے لیے ہبہ کیا۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا اچھی طرح جائزہ لیا ‘پھر آپؐ نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ آپؐ ‘کو اس کی حاجت نہیں ہے تو وہ بیٹھ گئی۔‘‘

ا) اس حدیث میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا تھا' بلکہ اس حدیث سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ عورت پردے میں تھی 'کیونکہ '' فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيْهَا وَصَوَّبَهٗ'' کا معنی علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

''وَالْمُرَادُ أنه نظر أعلاها وأسفلها''

''یعنی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصے کو دیکھا۔''

جبکہ امام نووی نے ''صَعَّدَ'' کے معنی ''رفع'' یعنی نظر بلند کرنے کے اور ''صَوَّبَ'' کے معنی ''خفض'' یعنی نظر پست کرنے کے کیے ہیں۔ یعنی آپؐ نے اس عورت کے جسم پر اوپر نیچے نظر ڈال کر دیکھا۔

اگر ان الفاظ سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ وہ عورت پردے میں نہ تھی 'کیونکہ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا' اس لیے کہ اگر وہ پردے میں تھی تو اس کو دیکھنے کا کیا مطلب ہے 'تو یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں الفاظ ہیں کہ آپؐ نے اس عورت کے اوپر والے اور نیچے والے دونوں حصوں پر نظر ڈالی۔ اگر اوپر والا حصہ کھلا تھا تو نیچے والا حصہ بھی کھلا ہونا چاہیے۔ دونوں حصوں میں فرق کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

لیکن منکرین اور قائلین استحباب حجاب نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اوپر والا حصہ یعنی عورت کا چہرہ کھلا تھا 'اور انہوں نے نیچے والے حصے کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے' حالانکہ جس دلیل سے وہ اوپر والے حصے کو کھلا ثابت کر رہے ہیں اسی دلیل سے اس عورت کا نیچے والا حصہ یعنی پنڈلیاں' پائوں وغیرہ بھی کھلا ہونا ثابت ہوتا ہے' جو صریح نصوص کے اور خود ان حضرات کے موقف کے بھی خلاف ہے' خصوصاً پنڈلی کے ستر میں داخل ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔ حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے قد اور جسم وغیرہ کے بارے میں جائزہ لیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہی ہے۔

ب) اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا تھا تو اس کی توجیہہ بعض اہل علم نے یہ کی ہے کہ اس عورت نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نکاح کے لیے پیش کیا تھا 'اور جس سے نکاح کا ارادہ ہو اُس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ منکرین اور قائلین استحبابِ حجاب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا 'جبکہ تمام اہل مجلس اس کو دیکھ رہے تھے ۔ان

حضرات کی یہ بات غلط ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس عورت نے اصلاً تو اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکاح کے لیے پیش کیا، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں اہل مجلس کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ جیسا کہ اس روایت میں آگے چل کر اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپؐ نے اس عورت کا نکاح اہل مجلس میں موجود ایک ایسے شخص سے کر دیا جو اس سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا تھا، کیونکہ قرآن کی آیت {اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡکِحَهَا} کے نزول کے بعد تمام عورتوں کو اس بات کا علم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ بھی کرتی ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں لیں، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے انکار کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اسی احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے اس عورت نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے پیش کیا، جیسا کہ روایت کے شروع کے الفاظ بتا رہے ہیں، اور انکار کی صورت میں اہل مجلس کے لیے پیش کیا، جیسا کہ

روایت کے آخر میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا نکاح جب اہل مجلس میں موجود ایک شخص سے کر دیا تو اس عورت نے اس نکاح پر کوئی انکار نہ کیا، جس سے ثابت ہوا کہ اس عورت نے اپنے آپ کو صرف اللہ کے رسول ﷺ کے لیے پیش نہ کیا تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ اور اہل مجلس دونوں کے لیے اس عورت کی طرف دیکھنا جائز تھا۔

چوتھی دلیل

عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہَا قَالَتۡ : کُنَّ نِسَائُ الۡمُؤۡمِنَاتِ یَشۡهَدۡنَ مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ صَلَاةَ الۡفَجۡرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوۡطِهِنَّ ثُمَّ یَنۡقَلِبۡنَ اِلٰی بُیُوۡتِهِنَّ حِیۡنَ یَقۡضِیۡنَ الصَّلَاةَ لَا یَعۡرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الۡغَلَسِ (۳۴)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں شریک ہوتیں اس حال میں کہ انہوں نے اپنے جسم کو چادروں میں لپیٹا ہوتا، پھر وہ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس چلی جاتیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان بھی نہ پاتا تھا۔''

علامہ البانی ؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ووجه الاستدلال بها هو قولها لا يعرفن من الغلس فإن مفهومه أنه لو لا الغلس يعرفن وإنما يعرفن عادة من وجوههن وهي مكشوفة فثبت المطلوب (۳۵)

''اس حدیث کے الفاظ ''لا یعرفن من الغلس'' سے استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو وہ پہچانی جاتیں اور وہ عورتیں عام طور پر اپنے چہروں سے ہی پہچانی جاتی ہیں جبکہ وہ کھلے ہوں پس ہمارا مطلوب (یعنی چہرے کے پردے کا مستحب ہونا) حاصل ہو گیا۔''

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے علامہ البانی ؒ کا مطلوب حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب مسلمان عورتیں کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی تھیں تو اپنے سارے بدن کو ایک بڑی چادر میں لپیٹ لیتی تھیں۔

'' لَا يَعۡرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الۡغَلَسِ'' (اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہ پاتا تھا) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قال الداودی : معناه لا يعرفن أ نساء أم رجال أی لا يظهر للرائی إلا الأشباح خاصة (۳۶)

''داودی کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں' یعنی دیکھنے والے کے لیے وہ صرف سائے یا ہیولے ہوتے تھے۔''

امام نوویؒ نے بھی اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

((ما یعرفن من الغلس)) ھو بقایا ظلام اللیل' قال الداودی معناہ ما یعرفن أنساء ھن أم رجال ' وقیل ما یعرف أعیانھن وھذا ضعیف لأن المتلفعۃ فی النھار أیضاً لا یعرف عینھا فلا یبقی فی الکلام فائدۃ(۳۷)

''الغلس'' سے مراد رات کی تاریکی کا باقی ہونا ہے۔ ''داودی'' کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی ذات معلوم نہ ہوتی تھی اور یہ قول ضعیف ہے 'کیونکہ دن میں بھی جس عورت نے اپنے آپ کو چادر میں چھپا کر رکھا ہو اُس کی ذات معلوم نہیں ہوتی تو کلام کا فائدہ باقی نہیں رہتا (یعنی حدیث میں جو کلام ہے)۔''

علامہ البانی ؒ نے اپنے کیے گئے معنی کی تائید میں ایک روایت کے الفاظ ''وما یعرف بعضنا وجوہ بعض''نقل کیے ہیں ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بالکل ایک دوسری روایت کے ہیں کہ جس کا اس روایت سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا ۔یہ مکمل روایت اس طرح ہے :

عبد اللہ بن أیاس الحنفی عن أبیہ قال کنا نصلی مع عثمان الفجر فننصرف ولا یعرف بعضنا وجوہ بعض(۳۸)

''حضرت عبد اللہ بن أیاس الحنفی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمانؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تھے تو ہم ایک دوسرے کے چہرے نہ پہچان سکتے تھے ۔''

پہلی روایت میں اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی بات ہو رہی ہے اور دوسری روایت میں حضرت عثمانؓ کے زمانے کی بات ہے۔ پہلی روایت میں عورتوں کی پہچان کا معاملہ زیر بحث ہے جبکہ دوسری روایت میں مردوں کی پہچان کی بات ہو رہی ہے۔دونوں روایات کے پس منظر میں اس قدر واضح فرق کے بعد پہلی روایت کے الفاظ کی 'دوسری روایت کے الفاظ سے تشریح کیسے کی جا سکتی ہے ؟

پانچویں دلیل

عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَھَا الْبَتَّۃَ وَھُوَ غَائِبٌ ... فَجَائَ تْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لَہٗ ... فَاَمَرَھَا اَنْ تَعْتَدَّ فِیْ بَیْتِ اُمِّ شَرِیْکٍ ' ثُمَّ قَالَ : ((تِلْکِ امْرَاَۃٌ یَغْشَاھَا اَصْحَابِی اعْتَدِّیْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَاِنَّہٗ رَجُلٌ اَعْمٰی تَضَعِیْنَ ثِیَابَکِ))(۳۹) (وفی روایۃ) قال : ((اِنْتَقِلِیْ اِلٰی اُمِّ شَرِیْکٍ وَاُمُّ شَرِیْکٍ امْرَاَۃٌ غَنِیَّۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عَظِیْمَۃُ النَّفَقَۃِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ' یَنْزِلُ عَلَیْھَا الضِّیْفَانِ)) فَقُلْتُ: سَاَفْعَلُ ' فَقَالَ : ((لَا تَفْعَلِیْ اِنَّ اُمَّ شَرِیْکٍ امْرَاَۃٌ کَثِیْرَۃُ الضِّیْفَانِ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ یَّسْقُطَ عَنْکِ خِمَارُکِ اَوْ یَنْکَشِفَ الثَّوْبُ عَنْ سَاقَیْکِ فَیَرَی الْقَوْمُ مِنْکِ بَعْضَ مَا تَکْرَھِیْنَ وَلٰکِنِ انْتَقِلِیْ اِلَی ابْنِ عَمِّکِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ))(۴۰)

''فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ ابوعمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ دی اور غائب ہو گئے... حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا... تو آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اُمّ شریک کے گھر میں عدت گزاریں۔ پھر آپؐ نے فرمایا : ''اُمّ شریک کے ہاں میرے کافی صحابہؓ کا آنا جانا ہوتا ہے ' اس لیے تم ابن اُم مکتوم کے ہاں عدت گزارلو ' کیونکہ وہ ایک نابینا آدمی ہیں ' لہٰذا تم اپنے (اضافی) کپڑے وہاں اتار کر رکھ سکتی ہو۔'' ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اُمّ شریک کے ہاں منتقل ہو جاؤ۔ اور اُمّ شریک انصار کی ایک مالدار خاتون ہیں ' اللہ کے رستے میں بہت زیادہ خرچ کرنے والی ہیں ' ان کے ہاں مہمانوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی ہے۔'' تو میں نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گی ۔ اس پر آپؐ نے فرمایا : ''تو ایسا مت کر ! کیونکہ اُمّ شریک کے ہاں مہمان کثرت سے آتے جاتے رہتے ہیں ' اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ تیری چادر گر جائے یا کپڑا تیری پنڈلیوں سے کھل جائے اور لوگ تیرے جسم کا وہ حصہ دیکھیں کہ جس کا دیکھنا تجھے بھی ناپسند ہو۔ بلکہ تو ابن اُم مکتوم کے ہاں منتقل ہو جا جو تیرے چچا کے بیٹے ہیں۔''

یہ حدیث بالکل بھی اس معاملے میں واضح نہیں ہے کہ اس میں فاطمہ بنت قیسؓ کا چہرہ کھلنے کا تذکرہ ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ بات جو آپؐ نے کی ہے ' وہ یہ کہ ''اَنْ یَّسْقُطَ خِمَارُکِ'' کہ تیری چادر گر جائے۔ اب یہ چادر چہرے سے گرنے کا تذکرہ ہے یا سر سے ' اس بارے میں حدیث خاموش ہے۔

علامہ اَلبانیؒ کا استدلال: علامہ البانی نے اس حدیث سے ان الفاظ میں استدلال کیا ہے:
ووجہ دلالۃ الحدیث علی أن الوجہ لیس بعورۃ ظاھر، وذلک لأن النبی ﷺ أقر ابنۃ قیس علی أن یراھا الرجال وعلیھا الخمار وھو غطاء الرأس، فدل ھذا علی أن الوجہ منھا لیس بالواجب سترہ کما یجب ستر رأسھا(۴۱)
''اس حدیث کی اس بات پر دلالت کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، واضح ہے۔ وہ اس وجہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت قیسؓ، کو یہ بات سمجھائی کہ اس کو مرد اس حال میں دیکھیں جبکہ اس نے خمار (چادر) اوڑھی ہو اور 'خمار'' سر کو ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوئی کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے جیسا کہ سر ستر میں داخل ہے۔''
علامہ اَلبانیؒ کے استدلال کی کمزوری: علامہ البانی کا یہ استدلال انتہائی کمزور ہے۔ علامہ البانی کا یہ دعویٰ کرنا کہ خمار سر کو اوڑھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، غلط ہے۔ اس غلطی کی درج ذیل وجوہات ہیں:
۱) پہلی بات تو یہ کہ اگر لغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''جلباب'' یا ''خمار'' کے الفاظ سر کی چادر کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو اس سے اس بات کی نفی کیسے ہو جاتی ہے کہ اب یہ چادر چہرہ چھپانے کے لیے استعمال نہیں کی جا سکتی؟ کیا دورِ جاہلیت میں کوئی ایسا قانون لاگو تھا کہ جس کے مطابق ''جلباب'' یا ''خمار'' وغیرہ کو سر ڈھانپنے کے لیے تو استعمال کیا جا سکتا تھا لیکن چہرہ ڈھانپنے کے لیے نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ''جلباب'' اور ''خمار'' سر ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا تو اس سے اس بات کی نفی کہاں سے ہوتی ہے کہ ان سے چہرہ نہیں ڈھانپا جا سکتا؟ جبکہ آج کل کے زمانے میں پردہ دار خواتین گھر میں کسی نامحرم کی آمد پر اپنے سر پر اوڑھی ہوئی چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیتی ہیں۔ بعض اوقات یہ چادر دوپٹہ کی صورت میں ہوتی ہے۔
۲) دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ''جلباب'' کے بارے میں بخاری اور ابوداؤد کی روایت سے ثابت کیا کہ مسلمان عورتیں ''جلباب'' کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں، اسی طرح ''خمار'' کے بارے میں بھی ہمیں ایسی روایات ملتی ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں ''خمار'' کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے استعمال کرتی تھیں۔

۱) حضرت فاطمہ بنت منذرؓ بیان کرتی ہیں:

لَنَا نُخَمِّرُ وُجُوھَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ(۴۲)

''ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالت ِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔''

ب) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

كنا ندخل على أم المؤمنين يوم التروية فقلت لها يا أم المؤمنين! هنا امرأة تأبى أن تغطى وجهها وهى محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها (۴۳)

''ہم ۸ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین ! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔''

وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی' جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالت ِ احرام میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔

۳) خود علامہ البانی نے بھی ''حجاب المرأة المسلمة'' میں آگے چل کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اوقات استعمال ہوجاتا تھا۔ علامہ البانی ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للمليحة فى الخمار المذهب

أفسدت نسك أخى التقى المذهب

نور الخمار ونور خدك تحته

عجبا لوجهك كيف لم يتلهب

فقد وصفها بان خمارها كان على وجهها ايضاً (۴۴)

''تُو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے ۔مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے نور کے باوجود) ابھی تک شعلہ کیوں نہیں مار رہا ! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا خمار اُس کے چہرے پر بھی تھا۔'' علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔

محل استشہاد ''نور الخمار ونور خدک تحتہ'' ہے۔

چھٹی، ساتویں، آٹھویں، بارہویں اور تیرہویں دلیل

یہ پانچ روایات وہ ہیں جو چہرے کی بجائے ہاتھوں اور آنکھوں کے کھلا رکھنے کی دلیل ہیں اور ہم تو اس مؤقف کے قائل ہیں کہ عورت کے لئے اپنے ہاتھ اور آنکھیں کھلا رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ ''اِلا ما ظھر منھا'' میں داخل ہیں اور ان کے ڈھانپنے میں عورت کے لیے مشقت بھی ہے ۔ہمارے نزدیک عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے جبکہ ہاتھوں کا پردہ واجب نہیں ہے ۔اب ہم ان پانچ روایات کا مختصر متن بالترتیب ذکر کیے دیتے ہیں۔

چھٹی دلیل حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے کہ جس میں عید کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کا عورتوں کو خطبہ دینے اور صدقے کی ترغیب کا بیان ہے ۔اس روایت کے الفاظ ہیں:

فرأيتهن يهوين بأيديهن يقذفنه فى ثوب بلال(۴۵)

''پس میں نے انھیں دیکھا وہ عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا رہی تھیں اور زیورات حضرت بلال کے کپڑے میں پھینک رہی تھیں ۔''

ساتویں دلیل سبیعہ بنت حارثؓ کی روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے شوہر سعد بن خولہؓ کی وفات ہو گئی اور وہ حاملہ تھی ۔چار مہینے دس دن کی عدت گزرنے سے پہلے ہی وضع حمل ہو گیا اور نفاس کے دن گزارنے کے بعد وہ تیار ہوئیں ۔اس حالت میں ان کی ملاقات ابو السنابل سے ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تمہاری عدت تو چار ماہ دس دن ہے وہ پوری کرو۔ اس روایت میں ان صحابیہ کی تیاری کے بارے میں یہ الفاظ مروی ہیں:

و قد اكتحلت(واختضبت و تهيأت)(۴۶)

''اور انھوں نے سرمہ لگایا اور مہندی لگائی اور تیار ہوئیں ۔''

آٹھویں دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں:

أن امرأة أتت النبی ﷺ تبايعه ولم تكن مختضبة فلم يبايعها حتى اختضبت(۴۷)

''ایک عورت آپ ؐ کے پاس بیعت کرنے کے لیے آئی لیکن اس نے ہاتھوں پر مہندی نہیں لگائی ہوئی تھی تو آپ ؐ نے اس سے بیعت نہ کی یہاں تک کہ اس نے مہندی لگا لی ۔''

بارہویں دلیل عبد اللہ بن محمد کی روایت ہے کہ ایک خاتون بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے ہاتھ پر مارا۔اس روایت کے الفاظ ہیں:

فضرب یدی فسقطت اللقمۃ فقال لاتأکلی بشمالک (۴۸)

''تو اللہ کے رسول ﷺ نے میرے ہاتھ پر مارا تو لقمہ گر گیا تو آپؐ نے فرمایا: بائیں ہاتھ سے نہ کھا۔''

تیرہویں دلیل حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ جس کے الفاظ ہیں:

جاءت بنت ھبیرۃ إلی النبی ﷺ وفی یدھا فتخ من ذھب فجعل النبی ﷺ یضرب یدھا بعصیۃ معہ (۴۹)

''بنت ہبیرۃ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ اپنا عصا اس کے ہاتھ پر مارنے لگے۔''

لہٰذا یہ پانچوں روایات چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل نہیں بن سکتیں۔

نویں دلیل

حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے مجھ سے کہا:

ألا أریک امرأۃ من أھل الجنۃ فقلت بلٰی قال ھذہ المرأۃ السوداء أتت النبی ﷺ فقالت أنی أصرع وأنی أتکشف فادع اللہ قال إن شئت صبرت ولک الجنۃ وإن شئت دعوت اللہ أن یعافیک فقالت أصبر فقالت أنی أتکشف فادع اللہ لی ألا أتکشف فدعا لھا (۵۰)

''کیا میں تجھے جنت کی ایک عورت نہ دکھاؤں تو میں نے کہا کہ کیوں نہیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا یہ کالی عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہو جاتی ہوں (یعنی

میرا ستر کھل جاتا ہے) تو آپؐ اللہ سے دعا کریں ۔آپ ؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو (اپنی بیماری پر)صبر کر اور اس کے بدے تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کر دیتا ہوں۔اس عورت نے کہا کہ میں صبر کروں گی لیکن میں ننگی ہو جاتی ہوں(یعنی میرا ستر کھل جاتا ہے) آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں ننگی نہ ہوں تو آپؐ نے اس کے لیے دعا کی ۔ ''

ایک ایسی عورت جس پر مرگی کے دورے پڑتے ہوں اور اس دوران اس کا ستر بھی کھل جاتا ہواور اس میں اتنا شعور بھی باقی نہ رہے کہ وہ اپنے جسم کو چھپا سکے تو ایسی عورت' چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

روایت اس بارے میں واضح ہے کہ مرگی کے دورے کے وقت اس عورت کے ہاتھ اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے اعضاء بھی کھل جاتے تھے اور اجنبی افرادکی اس حالت میں اس کے ان اعضاء پر نظر بھی پڑتی تھی 'اسی لیے تو اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی۔لہٰذا یہ ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے اس کو کسی وقت مرگی کی حالت میں دیکھا ہو او ر بعد میں ''هذه المرأة السوداء ''کے الفاظ سے اس کی یہ صفت حضرت عطا بن ابی رباحؒ سے بیان کی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نے جب یہ الفاظ کہے ہوں اس وقت وہ عورت مرگی کی کیفیت میں ہو'اور اگر عورت مرگی کی کیفیت میں ہو تو وہ شرعی احکام کی مکلف نہیں ہے کیونکہ تکلیف احکام کے لیے عاقل ہونا شرط ہے'اس لیے ایک غیر مکلف 'مکلفین کے لیے کسی مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن ابن جريج أخبرنى عطاء أنه رأى أم زفر تلک امرأة طويلة سوداء على ستر الكعبة (٥١)

''ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے یہ خبر دی کہ انھوں نے اُم زفر کو کعبہ کے پردے پر دیکھاوہ ایک طویل اور کالی عورت ہیں ۔ ''

ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں ''مسند بزار''کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ اس عورت کو یہ تکلیف ایک جن کی وجہ سے تھی اور جب بھی اس کو یہ تکلیف ہوتی تو وہ کعبے کے پردے کے ساتھ لٹک جاتی تھی۔

إني أخاف الخبيث أن يجردني فدعا لها فكانت إذا خشيت أن يأتيها تأتي أستار الكعبة فتتعلق بها(۵۲)

''مجھے اس خبیث سے یہ ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے ننگا کر دے گا تو آپ ؐ نے اس کے لیے دعا کی' تو جب بھی اس عورت کو یہ خوف محسوس ہوتا کہ وہ جن اس کے پاس آئے گا تو وہ کعبہ کے پردوں کے پاس آ کر ان سے لٹک جاتی تھی۔ ''

دسویں دلیل

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے 'امام ترمذیؒ اس کو یوں نقل کرتے ہیں:

حدثنا قتيبة حدثنا نوح بن قيس عن عمرو بن مالک عن أبي الجوزاء عن ابن عباس قال كانت امرأة تصلي خلف رسول اللہ ﷺ حسناء من أحسن الناس (قال ابن عباس: لا واللہ ما رأيت مثلها قط) فكان بعض القوم يتقدم حتى يكون في الصف الأول لئلا يراها ويستأخر بعضهم حتى يكون في الصف المؤخر فإذا ركع نظر من تحت إبطيه (وجافى يديه) فأنزل اللہ {ولقد علمنا المستقدمين ولقد علمنا المستأخرين}(۵۳)

''ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں نوح بن قیس نے حدیث بیان کی وہ عمرو بن مالک اور وہ ابو الجوزاء سے اور وہ ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ایک بہت ہی خوبصورت عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی (ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس جیسی عورت کبھی نہیں دیکھی)۔بعض لوگ اس

عورت کی وجہ سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے تا کہ اس کو نہ دیکھ سکیں اور بعض اس کی وجہ سے سب سے آخری صف میں ہوتے تھے تو ان میں سے کوئی ایک جب رکوع کرتا تو اپنی بغل کے نیچے سے دیکھتا (اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے علیحدہ کرتا)تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ِمبارکہ نازل کی ''اور ہم نے جان لیا تم میں ان لوگوں کو جو آگے بڑھ جانے والے ہیں اور ان لوگوں کو جو پیچھے رہ جانے والے ہیں ۔ ''

۱)اس حدیث میں جن آیات مبارکہ کا تذکرہ ہے وہ'' سورۃ الحجر'' کی آیات ہیں جو مکی ہیں اور مکہ میں نہ تو پردے کے احکامات تھے اور نہ ہی کوئی ایسی مسجد تھی جہاں مسلمان اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے ہوںاور عورتیں بھی وہاں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے آتی ہوں۔

۲) صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت ''ضعیف'' ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''أوس بن عبد اللہ الربعی أبو الجوزاء'' ہے کہ جس کے بارے میں ابن حجرؒ امام بخاری کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی إسناده نظر ویختلفون فیه إنما قاله عقب حدیث رواه له فی التاریخ من روایة عمرو بن مالک البکری والبکری ضعیف عنده (۵۴)

''اس کی سند محل نظر ہے اور محدثین کا اس میں اختلاف ہے ۔امام بخاری نے اپنی تاریخ میںیہ الفاظ ''ابو الجوزاء ''کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد کہے ہیںاور یہ روایت عمرو بن مالک البکری سے ہے جو امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہے ۔ ''

ابن حجر کے نزدیک امام بخاری نے ''ابو الجوزاء''کی اس سند پر اعتراض کیا ہے جو عمرو بن مالک سے ہے ۔لہٰذا کسی حدیث کی سند میں عمرو بن مالک اگر ابو الجوزاء سے روایت نقل کر رہا ہو تو وہ سند امام بخاری کے نزدیک محل نظر ہے۔ آگے چل کر ابن حجر ''ابن عدی ''کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

قال ابن عدی حدث عنہ عمرو بن مالک قدر عشرۃ احادیث غیر محفوظۃ (۵۵)

''ابن عدی نے کہا ہے کہ عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے تقریباً دس احادیث نقل کی ہیں جو غیر محفوظ ہیں ۔''

خلاصہ کلام یہی ہے کہ ابو الجوزاء اگر چہ اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ اور قابل قبول ہے لیکن محققین کے نزدیک وہ روایات جو عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے نقل کی ہیں وہ غیر محفوظ اور محل نظر ہیں ۔ مذکورہ بالا روایت بھی ان روایات میں سے ایک ہے جن کو عمرو بن مالک نے ابو الجوزاء سے نقل کیا ہے۔

۳) صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ابو الجوزاء کا قول ہے اور اس کی نسبت ابن عباس کی طرف صحیح نہیں ہے۔ امام ترمذی ؒاس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

روی جعفر بن سلیمان ھذا الحدیث عن عمرو بن مالک عن أبی الجوزاء نحوہ ولم یذکر فیہ عن ابن عباس وھذا أشبہ أن یکون أصح من حدیث نوح (۵۶)

''جعفر بن سلیمان نے اس حدیث کو عمرو بن مالک سے نقل کیا ہے اور وہ ابو الجوزاء سے اسی طرح نقل کرتے ہیں اور انھوں نے اس میں ابن عباس کا ذکر نہیں کیا اور یہ حدیث نوح کی حدیث سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے(یعنی اس روایت کا ابن عباس سے نہ مروی ہونا زیادہ صحیح ہے)۔''

امام عبد الرحمن مبارک پوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لکن الأشبہ أنہ قول أبی الجوزاء کما صرح بہ الترمذی (۵۷)

''زیادہ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ ابو الجوزاء کا قول ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔''

امام ابن کثیر ''سورۃ الحجر'' کی آیت چوبیس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد ورد فيه حديث غريب جدا ... و هذا الحديث فيه نكارة شديدة وقد رواه عبد الرزاق عن جعفر بن سليمان عن عمرو بن مالک و هو البكرى أنه سمع أبا الجوزاء يقول ... فالظاهر أنه من كلام أبى الجوزاء فقط ليس فيه لابن عباس ذكر(۵۸)

''اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ایک بہت ہی اجنبی روایت نقل ہوئی ہے۔۔۔(آگے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اور اس حدیث میں بہت زیادہ اجنبیت ہے۔ عبد الرزاق نے اس حدیث کو جعفر بن سلیمان سے نقل کیا ہے، وہ عمرو بن مالک البکری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابو لجوزاء سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے۔۔۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابو الجوزاء کا کلام ہے، اس میں ابن عباس کی کوئی بات شامل نہیں ہے۔''

گیارہویں دلیل

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

أخبرنا قبيصة أخبرنا سفيان عن أبى إسحاق عن عبد الله بن حلام عن عبد الله بن مسعود قال رأى رسول الله ﷺ امرأة فأعجبته فأتى سودة وهى تصنع طيباً وعندها نساء فاخلينه فقضى حاجته ثم قال أيما رجل رأى امرأة تعجبه فليقم إلى أهله فإن معها مثل الذى معها(۵۹)

''اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا۔ وہ آپ ﷺ کو اچھی لگی تو آپؐ حضرت سودہؓ کے پاس آئے اور وہ خوشبو لگاتی تھیں۔ ان کے پاس اس وقت عورتیں تھیں تو ان عورتوں نے آپؐ کو چھوڑ دیا۔ آپؐ نے اپنی خواہش پوری کی۔ پھر کہا جو بھی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے اچھی لگے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس کی بیوی کے پاس بھی وہی ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔''

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ''قبیصۃ'' ہے ‘اس نے بہت چھوٹی عمر میں ''ابو سفیان ثوری ''کی شاگردی اختیار کی اس لیے اس کی روایت ابو سفیان ثوری سے صحیح نہیں ہے۔

امام مزی ؒاس کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں :

وقال ابو بکر بن أبی خیثمۃ عن یحی بن معین قبیصۃ ثقۃ فی کل شیء إلا فی حدیث سفیان لیس بذاک القوی فإنہ سمع منہ وھو صغیر(۶۰)

''ابو بکر بن ابی خیثمہ ‘یحی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ قبیصہ ہر چیز میں ثقہ ہے سوائے سفیان ثوری کی روایت کے ‘اس سے روایت کرنے میں وہ قوی نہیں ہے۔ اس نے سفیان ثوری سے اس وقت سنا ہے جب کہ وہ چھوٹا تھا۔''

دوسری بات یہ کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ''عبد اللہ بن حلام '' ہے جو غیر معروف ہے ۔امام ذہبی نے اس کے بارے میں ''لا یکاد یعرف '' کے الفاظ استعمال کیے ہیں ۔

تیسری بات یہ کہ اس روایت میں'' سفیان ثوری ''اور'' ابو اسحاق ''دونوں مدلس راوی ہیں اور وہ ''عنعنہ ''سے روایت کر رہے ہیں لہذا ان کی روایت ناقابل قبول ہے ۔

اس روایت میں اس بات کی بھی وضاحت موجود نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جس عورت کو دیکھا تھا وہ مسلمان تھی یا غیر مسلم ‘کیونکہ مدینہ میں غیر مسلم بھی آباد تھے۔اس لیے ایسی محتمل روایت چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

چودھویں دلیل

حدثنا یعقوب بن کعب الانطاکی ومؤمل بن الفضل الحرّانی قالا حدثنا الولید عن سعید بن بشیر عن قتادۃ عن خالد قال یعقوب بن دریک عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا اَنَّ اَسْمَائَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْھَا رَسُوْلُ اللہِ ﷺ وَقَالَ: ((یَا اَسْمَائُ اِنَّ الْمَرْأَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ یُرٰی مِنْھَا اِلاَّ ھٰذَا وَھٰذَا)) وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ (۶۱)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا:'' اے اسماء ! جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے جسم کے اعضاء میں سوائے اِس کے اور اِس کے کچھ نظر آئے ''اور آپؐ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔''

روایت کی استنادی حیثیت

علامہ البانی کی تحقیقات اس روایت کے بارے میں متضاد ہیں۔ انھوں نے اس روایت کو '' صحیح ابوداؤد:۴۱۰۴'' اور ''الردا لمفحم :ص ۷۹''میں صحیح کہا ہے۔اسی طرح '' صحیح الترغیب:۲۰۴۵'' اور ''مشکاۃ المصابیح :۴۲۹۸''میں اسے ''حسن لغیرہ''کہا ہے۔ اسی طرح '' صحیح الجامع :۷۸۴۷'' اور ''غایۃ المرام:۱۸۷'' میں اسے ''حسن''کہا ہے اور ''ارواء الغلیل:۱۷۹۵'' میں اسے ''ضعیف ''کہا ہے ۔اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ روایت انتہائی ''ضعیف'' ہے۔ اس روایت میں چار علل ہیں۔

پہلی علت: خالد بن دریک کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے' لہٰذا یہ روایت ''مرسل'' ہے۔ امام ابوداؤد اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ھذا مرسل خالد بن دریک لم یدرک عائشۃ (۶۲)

''یہ روایت مرسل ہے۔ خالد بن دریک نے حضرت عائشہ ؓ کو نہ پایا۔''

دوسری علت: اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔ جمہور اور جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل نے سعید بن بشیر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کو ثقہ بھی کہا ہے'لیکن ایسے علماء بہت کم ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جمہور علماء کی طرف سے کی گئی جرح مفسر ہے۔ علم جِرح و تعدیل کا قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل میں اختلاف ہو جائے تو جرح اگر مفسر ہو گی تو اس کو تعدیل پر مقدم رکھا جائے گا۔ امام مزیؒ' سعید بن بشیرؒ کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں:

وقال الدورى وغيره عن ابن معين ليس بشى ء وقال عثمان الدارمى وغيره عن ابن معين ضعيف وقال على بن المدينى كان ضعيفاً وقال محمد بن عبدالله بن نمير منكر الحديث ليس بشىء ليس بقوى الحديث يروى عن قتادة المنكرات وقال البخارى يتكلمون فى حفظه وهو محتمل وقال ابن ابى حاتم سمعت أبى وأبا زرعة يقولان محله الصدق عندنا وقال النسائى ضعيف وقال الحاكم أبو أحمد ليس بالقوى عندهم وقال ابن عدى والغالب عليه الصدق وقال الآجرى عن أبى داوٗد ضعيف وقال ابن حبان كان ردى الحفظ فاحش الخطأ وقال أبوبكر البزار هو عندنا صالح ليس به بأس وقال بقية عن شعبة ذلك صدوق اللسان فى الحديث (۶۳)

''دَوری وغیرہ نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ سعید بن بشیر کچھ نہیں ہے۔ امام عثمان الدارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف راوی ہے۔ علی بن مدینی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ ابن نمیر نے کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور حدیث کے معاملے میں قوی نہیں ہے' قتادہ سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کو اس کے حفظ میں کلام ہے اور وہ محتمل ہے ۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد صاحب اور ابوزرعہ سے سنا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک صدوق ہے۔ نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک قوی نہیں ہے ۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ صدوق ہے۔ آجری نے ابی دائود سے نقل کیا ہے کہ ابودائود اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان نے ردّی الحفظ اور فاحش الغلط قرار دیا ہے۔ ابوبکر البزار

نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ صالح الحدیث ہے۔ بقیہ نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث کے معاملے میں صدوق ہے۔ ''

ہم مذکورہ بالا عبارت میں دیکھ رہے ہیں کہ جلیل القدر ائمہ جرح و تعدیل یحییٰ بن معین' علی بن مدینی' ابوداؤد' نسائی' ابنِ حبان اور بخاری نے اسے ضعیف راوی شمار کیا ہے۔ بعض ائمہ نے تو اس کی قتادہ سے بیان کی گئی روایات کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

تیسری علت: اس حدیث کی سند میں قتادہ اور ولید دو راوی مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ صحیحین یا ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں (مثلاً مستدرکات علی الصحیحین وغیرہ) کے علاوہ اگر کسی کتاب میں کوئی مدلس راوی عنعنہ سے روایت بیان کرے گا تو وہ روایت ضعیف شمار ہو گی۔ صحیحین اور ان کے منہج پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود مدلس راویوں کے عنعنہ کے بارے میں ہم امام نوویؒ اور امیر صنعانی ؒ کے حوالے سے بحث کر چکے ہیں کہ ان کتابوں کی روایات اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

شیخ حماد بن محمد الانصاری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

١) قتادہ بن دعامۃ السدوسی البصری صاحب أنس بن مالک کان حافظ عصرہ وھو مشہور بالتدلیس وصفہ بہ النسائی وغیرہ من الطبقۃ الثالثۃ(٦٤)

''قتادۃ بن دعامہ السدوسی البصری حضرت انس بن مالکؓ کے صاحبین میں سے ہیں' اپنے زمانے کے حافظ تھے۔ تدلیس میں معروف ہیں۔ ان پر مدلس ہونے کا الزام امام نسائی اور دوسرے محدثین نے لگایا ہے ۔یہ تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ''

٢) ولید بن مسلم الدمشقی معروف موصوف بالتدلیس الشدید مع الصدق من الرابعۃ(٦٥)

''ولید بن مسلم الدمشقی بہت زیادہ تدلیس کرنے میں معروف و موصوف ہیں' صادق ہیں' چوتھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

چوتھی علت: حضرت عائشہؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ دونوں کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے ۔ دونوں کے بارے میں احادیث بیان ہو چکی ہیں کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو جلیل القدر صحابیات ایک روایت کو بیان کریں اور ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہو؟

مذکورہ بالا چار علل سے ثابت ہوا کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے'اس لیے اس حدیث سے چہرے کے پردے کے عدم وجوب پر استدلال درست نہیں ہے۔

پندرھویں دلیل

پندرھویں دلیل ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا''کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا ہاتھ اور چہرہ ہے۔ اس قول پر تفصیلی بحث ہم سورۃ النور کی آیت ۳۱ کی وضاحت میں کر چکے ہیں کہ:

ا) ابن عباسؓ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

ب) اگر یہ صحیح سند سے ثابت ہو بھی جائے تو اس سے مراد ہوا یا کسی حرکت کی وجہ سے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے چہرے کا کھل جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور مفسر ابن عطیہ نے ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور علامہ قرطبی نے بھی اس تفسیر کو حسن کہا ہے۔

حواشی

۱) سنن أبی داوٗد' کتاب المناسک' باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا

٢) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما ینهی من الطیب للمحرم والمحرمة

٣) مجموعة رسائل فی الحجاب والسفور: ص٨٠، جماعة من العلماء، إدارة البحوث العلمیة والإفتاء، ریاض

٤) فتاوی ابن تیمیة: ٢٦/١١٢-١١٣

٥) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لو لا إذ سمعتموه... الخ

٦) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن

٧) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب وإنما یعمل الرجل مادام حیاً فإذا مات فقد انقضی

٨) التلخیص الحبیر: ٢/٢٧٢، ابن حجر عسقلانی

٩) حجاب المرأة المسلمة: ص ٣٣، علامہ البانی

١٠) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لبن الفحل

١١) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب تحریم الرضاعة من ماء الفحل

١٢) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ما یقول إذا رجع من الغزو

١٣) أخرجه ابن سعد بحواله حجاب المرأة المسلمة: ص ٤٩-٥٠

١٤) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر

١٥) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة طائف فی شوال سنة ثمان

١٦) سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب للنساء

١٧)سنن الترمذی، کتاب اللباس عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء فی جرذیول النساء

١٨) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة الاذو محرم والدخول علی

١٩) سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات ورواه ابن حبان فی صحیحه والطبرانی فی الکبیر

٢٠) عارضة الأحوذی شرح جامع الترمذی: ٣/٩٢، علامة ابن العربی

٢١) سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب النظر إلی المرأة إذا أراد أن یتزوجها

٢٢) سنن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب النظر إلی المرأة إذا أراد أن یتزوجها

۲۳) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب وجوب الصلاۃ فی الثیاب

۲۴) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب حج المرأۃ عن الرجل

۲۵) فتح الباری: ۱۰؍۱۱

۲۶) أیضًا

۲۷) حجاب المرأۃ المسلمۃ: ص ۲۹

۲۸) سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم بالتشبیہ والتمثیل وذکر الاختلاف علی الولید

۲۹) سنن ابن ماجۃ، کتاب المناسک، باب الحج عن الحی إذا لم یستطع

۳۰) سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن الحی الذی لا یستمسک علی‌الرحل

۳۱) مسند أحمد: ۱؍۲۱۳، مؤسسۃ قرطبۃ القاہرۃ

۳۲) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ

۳۳) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر

۳۴) صحیح بخاری،کتاب مواقیت الصلاۃ،باب وقت الفجر

۳۵) حجاب المرأۃ المسلمۃ: ص ۳۰

۳۶) فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب مواقیت الصلاۃ،باب وقت الفجر

۳۷) صحیح مسلم،کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ،باب استحباب التبکیر بالصبح

۳۸) مصنف ابن أبی شیبۃ:کتاب الصلاۃ، باب من کان ینوربها ویسفرولایری بہ بأسأ

۳۹) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثاً لا نفقۃ لها

۴۰) صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب قصۃ الجساسۃ

۴۱) جلباب المرأۃ المسلمۃ: ص۶۵، علامہ البانی

۴۲) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب وإنما یعمل الرجل مادام حیاً فاذا مات فقد انقضی

۴۳) التلخیص الحبیر: ۲؍۲۷۲

۴۴) حجاب المرأة المسلمة: ص۳۳

۴۵) جلباب المرأة المسلمة: ص ۶۸

۴۶) أيضاً : ص۶۹

۴۷) أيضاً : ص۷۰

۴۸) أيضاً : ص۷۱

۴۹) أيضاً : ص۷۲

۵۰) أيضاً : ص۷۰

۵۱) صحیح بخاری،کتاب المرضی،فضل من یصرع من الریح

۵۲) فتح الباری شرح صحیح بخاری،کتاب المرضی،فضل من یصرع من الریح

۵۳) سنن الترمذی،کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله،باب من سورة الحجر

۵۴) تهذیب التهذیب:۱/۳۳۶

۵۵) أيضاً

۵۶) سنن الترمذی،کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله،باب من سورة الحجر

۵۷) تحفة الأحوذی شرح سنن الترمذی،کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله،باب من سورة الحجر

۵۸) تفسیر ابن کثیر: سورة الحجر:۲۴

۵۹) سنن الدارمی،کتاب النکاح ،باب الرجل یری المرأة فیخاف علی نفسه

۶۰) تهذیب لکمال: ۸/۳۲۲

۶۱) سنن ابی داوٗد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها

۶۲) سنن ابی داوٗد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها

۶۳) تهذیب الکمال: ۴/۱۰

۶۴) اتحاف ذوی الرسوخ لمن رمی بالتدلیس من الشیوخ: ص ۴۲' شیخ حماد بن محمد

۶۵) أیضاً: ص ۵۴

باب سوم

چہرے کا پردہ:
آثار صحابہؓ و تابعینؒ کی روشنی میں

فصل اول

آثار صحابہؓ و تابعینؒ

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے زمانے اور اپنے بعد آنے والے دو زمانوں کو ''خیر القرون'' میں شمار کیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

((خَيْرُكُمْ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) (۱)

''تم میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے' پھر وہ لوگ جو کہ ان سے ملے ہوئے ہوں' پھر وہ لوگ جو اُن سے ملے ہوئے ہوں۔''

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کا زمانہ ،پھر صحابہؓ کا زمانہ اور پھر تابعینؒ کا زمانہ ''خیر القرون'' میں سے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں چہرے کا پردہ کرتی تھیں' جیسا کہ احادیث مبارکہ کے بیان میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانے میں بھی مسلمان خواتین چہرے کو چھپا کر رکھتی تھیں' جیسا کہ ذیل میں دیے گئے آثار سے اس بات کی تائید ہو رہی ہے۔ یہ پردہ خیر القرون سے نسل در نسل تواترِ عملی کے ساتھ اُمت مسلمہ میں منتقل ہوا ہے اور آج بھی اُمت مسلمہ میں مسلم خواتین کی ایک بڑی تعداد شریعت کے اس حکم پر کاربند ہے۔ذیل میں ہم آثارِ صحابہ و تابعین کی روشنی میں چہرے کے پردے کو بیان کر رہے ہیں کہ صحابہ اور تابعین نے قرآن و سنت کی نصوص سے کیا سمجھا تھا۔

---

١) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ : کُنَّا نُغَطِّیْ وُجُوْھَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَکُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذٰلِکَ فِی الْاِحْرَامِ (٢)

''حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے' وہ فرماتی ہیں کہ ''ہم مَردوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں اور ہم حالت احرام میں کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔''

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں اور جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں۔ حضرت اسماءؓ کا یہ بیان اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم ازواجِ مطہرات کے لیے خاص نہ تھا۔علامہ البانی ؒ نے اس روایت کو ''جلباب المرأة المسلمة:ص١٠٨''پر ''صحیح''کہا ہے۔

٢) عن فاطمۃبنت المنذر أنھا قالت : کُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْھَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ (٣)

''حضرت فاطمہ بنت منذرؓ سے روایت ہے کہ ہم حالت ِاحرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔''

یہ روایت ''صحیح'' ہے۔علامہ البانی ؒ نے بھی اس کو ''صحیح الاسناد''کہا ہے۔

۳) عن يعقوب قال حدثنا ابن علية عن ابن عون عن محمد عن عبيدة فی قوله تعالٰی: {يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ} فلبسها عندنا ابن عون قال ولبسها عندنا محمد قال محمد ولبسها عندی عبيدة قال ابن عون بردائه فتقنع به فغطی أنفه وعينه اليسری وأخرج عينه اليمنی وأدنی رداء ه من فوق حتی جعله قريباً من حاجبه أو علی الحاجب (۴)

''یعقوب کہتے ہیں ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا 'وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابن عون اور وہ آگے محمد بن سیرین سے اور وہ عبیدہ السلمانی سے بیان کرتے ہیں کہ {يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ}کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عون نے جلباب (چادر) کو اوڑھ کر دکھایا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن سیرین نے چادر کو اس طرح اوڑھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے سامنے عبیدہ السلمانی نے چادر کو اوڑھا۔ ابن علیہ نے کہا کہ ابن عون نے اپنی چادر لے کر اس کو اچھی طرح اوڑھ لیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ بھی چھپا لی اور دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو اوپر سے قریب کیا یہاں تک کہ اوپر سے چادر کو اپنی ابرو تک پہنچایا یا ابرو کو بھی چھپا لیا۔''

یہ روایت ''صحیح'' ہے۔جیسا کہ آگے چل کر آخری باب میں ہم اس پر مفصل گفتگو کریں گے۔

۴) عن أنس قال رأی عمر أمة لنا متقنعة فضربها وقال لا تشبهی بالحرائر(۵)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہماری ایک لونڈی کو دیکھا جس نے چہرہ چھپایا ہوا تھا ۔ حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور اسے حکم دیا کہ آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔''

یہ روایت ''صحیح'' ہے۔علامہ البانی ؒ نے بھی اس کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

۵) روی ابن عیینۃ عن إسماعیل بن أبی خالد قال أخبرتنی أمی وأختی أنھما دخلتا علی عائشۃ أم المؤمنین فسألتا ھا کیف تخمر المرأۃ وجھھا فأخذت أسفل خمارھا فغطت بہ وجھھا (۶)

''ابن عیینہ اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میری ماں اور بہن نے خبر دی کہ وہ دونوں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور ان سے سوال کیا کہ عورت اپنے چہرے کو کیسے ڈھانپے؟ تو حضرت عائشہؓ نے ان کی چادر کا نچلا حصہ پکڑا اور اس کے ساتھ ان کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔''

٦) اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا :

کنا ندخل علی أم المؤمنین یوم التروية فقلت لها یا أم المؤمنین! ھنا إمرأة تأبی أن تغطی وجھھا وھی محرمة فرفعت عائشة خمارھا من صدرھا فغطت بہ وجھھا (۷)

''ہم (خواتین) ۸ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس آتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین ! یہاں ایک عورت ہے جو اس بات سے انکاری ہے کہ حالتِ احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپے تو حضرت عائشہؓ نے اس کی چادر اس کے سینے سے اٹھائی اور اس کے ساتھ اس کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔''

اس کے علاوہ بھی بہت سے آثار صحابہؓ و تابعین ؒ سے ملتے ہیں' لیکن طوالت کے خوف سے ہم ان کا ذکر نہیں کر رہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جس نے ماننا ہو اُس کے لیے ایک ہی دلیل کافی ہے اور جس نے نہ ماننا ہو اُس کے لیے دلائل کا انبار بھی کم ہے۔

فصل دوم

قائلین استحبابِ حجاب اور آثار صحابہؓ و تابعینؒ

علامہ البانی ؒ نے اپنی کتاب 'جلباب المرأۃ المسلمۃ' میں سولہ آثار بیان کیے ہیجن سے یہ ثابت کیا ہے کہ چہرے کا پردہ واجب نہیں ،مستحب ہے ۔ہم اس فصل میں ان آثار کا بالترتیب جائزہ لیں گے۔

پہلی دلیل

حضرت قیس بن ابی حازم ؒفرماتے ہیں کہ میں اپنے والدصاحب کے ساتھ حضرت ابوبکر ؓکی خدمت میں ان کی بیماری کے ایام میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا:

أنه هو رجل أبيض خفيف الجسم عنده أسماء بنت عميس تذب عنه وهى امرأة بيضاء موشومة اليدين...(۸)

'' حضرت ابوبکر ؓسفید اور نحیف جسم کے مالک ہیں اور حضرت أسماء آپ کے پاس تھیں جو لوگوں کو آپ سے دور کررہی تھیںاور وہ ایک سفید عورت تھیں جن کے ہاتھ گدے (کھال میں سوئی سے سوراخ کر کے ان میں سرمہ یا کوئی اور رنگ بھرنا)ہوئے تھے ۔''

اس روایت میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت اسماءؓ کا چہرہ کھلا ہوا تھا ،ہاں یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے نہیں تھے اور ہاتھوں کے بارے میں ہم پہلے ہی یہ موقف بیان کر چکے ہیں کہ عورت کے ہاتھ اس کے ستر میں داخل نہیں ہیں اس لیے عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کو چھپانا ضروری نہیں ہے ۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ راوی کو حضرت اسماء ؓکے سفید ہونے کا کیسے علم ہوا تو یہ بالکل واضح ہے کہ ہاتھوں کی جلد کی رنگت سے کسی کے جسم کی رنگت کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل

ابو السلیل ؒفرماتے ہیں کہ:

جاء ت ابنة أبى ذر وعليها مجنبتا صوف سفعاء الخدين...(۹)

''حضرت ابو ذر ؓکی بیٹی آئیں اس حال میں کہ انہوں نے اُون کے دو کپڑے اوڑھ رکھے تھے اور وہ سرخی مائل سیاہ رخساروں والی تھیں۔۔۔۔''

علامہ البانی ؒ نے اس روایت کی صحت کے بارے میں لکھا ہے ''اسناده جيد فی الشواهد'' یعنی یہ روایت بذاتہ تو کسی مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتی لیکن شواہد کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ روایت قابل حجت نہیں ہے کیونکہ ایک تو یہ اثر ہے یعنی حدیث نہیں ہے ٗدوسرا یہ ''ضعیف'' بھی ہے اس لیے یہ کسی صحیح روایت یا اثر کی تائید میں تو نقل کی جا سکتی ہے لیکن اس پر کسی مسئلے کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی اور کسی صحیح روایت سے آزاد عورت کے لیے عمومی حالات میں چہرہ کھلا رکھنا ثابت نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل

عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور آپ ؐ کے سامنے کھڑی ہو گئیں:

فنظرت إليها وقد ذهب الدم من وجهها...(۱۰)

''پس میں نے حضرت فاطمہؓ کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے سے خون گر رہا تھا۔۔۔''

اس روایت کی سند کے بارے میں بھی علامہ البانی ؒ نے لکھا ہے ''سند لا بأس به فی الشواهد'' یعنی اس روایت کی سند ایسی ہے کہ شاہد کے طور پر اس کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس روایت کے بارے میں بھی ہم یہی کہیں گے کہ یہ ضعیف روایت کسی صحیح نص سے ثابت شدہ مسئلے کی تائید میں نقل تو کی جا سکتی ہے لیکن کسی مسئلے کی مستقل دلیل یا بنیاد نہیں بن سکتی۔ یہ واضح رہے کہ ''حسن لغیرہ'' اور ''شاہد'' بننے میں نمایاں فرق ہے کیونکہ ''حسن یغرہ'' بذاتہ مقبول دلیل ہے جبکہ ''شاہد'' اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جبکہ مسئلہ اُصلاً کسی صحیح اور مقبول روایت سے ثابت ہو رہا ہو۔

چوتھی دلیل

حضرت قبیصہ بن جابر ؓ سے روایت ہے:

... فانطلقت مع عجوز من بنی أسد إلى ابن مسعود فی بيته فی ثلاث

نفر فرأى جبينها يبرق فقال أتحلقينہ ...(۱۱)

''پس میں بنو اسد قبیلے کی ایک بوڑھی عورت کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا جبکہ ان کے پاس تین گروہوں میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس عورت کی پیشانی کو چمکتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: کیا تم اپنی پیشانی کو مونڈتی ہو۔۔۔''

یہ روایت بھی چہرے کو کھلا رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں بوڑھی عورت کا ذکر ہے اور بوڑھی عورتوں کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن میں ان کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت موجود ہے۔

پانچویں دلیل

ابو اسماء الرحبی سے روایت ہے کہ وہ حضرت ابو ذرؓ کی خدمت میںحاضر ہوئے:

و عندہ امرأة لہ سوداء مسغبة... (۱۲)

''اور ان کے پاس ان کی بیوی تھی جن کا رنگ کالا تھا اور وہ فاقے میں تھیں۔۔۔''

اس روایت میں بھی کسی جگہ اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا' زیادہ سے زیادہ ان کے جسم کے رنگ کا ذکر ہے اور اس کا اندازہ ہاتھوں کو دیکھ کر بھی لگایا جا سکتا ہے۔

چھٹی دلیل

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی پھانسی کے وقت حضرت اسماءؓ آئیں تو ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا:

أن أمہ أسماء بنت أبی بکر جاء ت مسفرة الوجہ متبسمة (۱۳)

''ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کھلے چہرے کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے آئیں۔''

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب پھانسی دی گئی تو ان کی عمر ۷۳ سال تھی اور ان کی والدہ کی عمر یقینا اس وقت ۷۳سے زیادہ ہی ہو گی اوراس عمر میں عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی رخصت قرآن میں موجود ہے جیسا کہ ہم پہلےبیان کر چکے ہیں۔

ساتویں دلیل

حضرت عمرؓ نے ایک لونڈی کو جلباب اوڑھے ہوئے دیکھا تو کہا:

فما بال الجلباب ضعيه عن رأسک إنما الجلباب على الحرائر من نساء المؤمنين(۱۴)

''تجھے جلباب سے کیا ہے ! اس کو اپنے سر سے اُتار رکھ۔ جلباب تو اہل ایمان عورتوں میں سے صرف آزاد عورتوں کے لیے ہے۔''

یہ روایت بھی چہرہ کھلا رکھنے میں واضح نہیں ہے ۔اس روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلباب آزاد عورتوں کے لیے ہے نہ کہ لونڈیوں کے لیے۔'ضعيه عن رأسک' سے مراد یہ نہیں ہے کہ جلباب صرف سر ہی پر اوڑھا جاتا تھا۔ ہم جلباب کے حوالے سے سابقہ

صفحات میں تفصیلاً یہ بحث کر چکے ہیں کہ جلباب اصلاً تو سر چھپانے کے لیے تھا اور سر پر ہی اوڑھا جاتا تھا لیکن عرب کی خواتین اسی سر کی اوڑھنی کو غیر محرم مردوں کی موجودگی میں اپنے چہرے کے سامنے لٹکا لیتی تھیں جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود حضرت عائشہ ؓکی روایت سے ثابت ہوتا ہے ۔

آٹھویں دلیل

ایک خاتون اور اس کے والد کا حضرت سعید بن زیدؓ سے ان کے گھر کے حوالے سے جھگڑا ہو گیاتو حضرت سعیدؓ نے اس کے بارے میں بد دعا کی ۔راوی کہتے ہیں کہ :

فرأيتها عمياء تلتمس الجدر تقول أصابتنى دعوة سعيد بن زيد(۱۵)

''میں نے اس عورت کو دیکھا اس حال میں کہ وہ اندھی تھی اور دیواریں تلاش کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی ہے۔''

اس روایت میں بھی کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہو کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔

نویں دلیل

حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ سے روایت ہے:

رأيت عائشة تفتل القلائد للغنم تساق معها هدىٰ(۱۶)

''میں نے حضرت عائشہ ؓ کو دیکھا کہ وہ ان بکریوں کے لیے ہار بٹ رہی تھیں جو ہدی کے جانوروں کی صورت میں ان کے ساتھ تھیں۔''

اس روایت میں بھی ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے معلوم ہو کہ حضرت عائشہ ؓ کا چہرہ کھلا تھا۔ دوسری بات یہ کہ ازواجِ مطہرات رضي الله عنهن کے بارے میں تو علامہ البانی ؒ سمیت تمام علماء کا اجماع ہے کہ ان کے لیے چہرے کا پردہ واجب تھا۔بہت غور و فکر کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ علامہ البانی ؒ نے اس اثر کو کیوں نقل کیا؟

دسویں دلیل

حضرت عبد اللہ بن محمد بن عقیل ؒ کہتے ہیں:

أرسلني علي بن الحسين إلى ربيع بنت معوذ أسألها عن وضوء رسول الله وكان يتوضاء عندها فأتيتها فأخرجت إلى إناء يكون مدا... فقالت بهذا كنت أخرج لرسول الله للوضوء(۱۷)

''مجھے علی بن حسین ؒ نے ربیع بنت معوذ ؓ کے پاس بھیجا تاکہ ان سے اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے بارے میں پوچھ سکوں کیونکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وضو کرتے تھے۔ میں ربیع بنت معوذ ؓ کے پاس آیا تو انہوں نے

میری طرف ایک برتن نکالا جو ایک مد (ایک خاص پیمانے کا نام) تھا۔۔۔تو انہوں نے کہا کہ اس سے میں اللہ کے رسول ﷺ کے وضو کے لیے پانی نکالتی تھی۔ ''

اس اثر میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ ربیع بنت معوذؓ کا چہرہ کھلا تھا' زیادہ سے زیادہ ان کے ہاتھوں کے کھلا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھلا رکھنا شرعاً جائز ہے۔

گیارھویں دلیل

حضرت عروۃ بن عبد اللہ ؒ سے روایت ہے کہ وہ حضرت فاطمہ بنت علی ؓ کے پاس گئے اور انہوں نے دیکھا:

فی یدھا مسکاً غلاظاً فی کل ید اثنین اثنین قال ورأیت فی یدھا خاتمًا(۱۸)

''ان کے دونوں ہاتھوں میں دو موٹے گنگن تھے اور ایک ہاتھ میں انگوٹھی بھی تھی۔''

یہ روایت بھی ہاتھ کھلا رکھنے کی دلیل تو بن سکتی ہے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

بارھویں دلیل

حضرت یحییٰ بن عثمان ؒ سے روایت ہے:

لنت عند فاطمۃ بنت علی فجاء رجل یثنی علی أبیھا عندھا فأخذت رمادا فسفت فی وجھہ(۱۹)

'' میں فاطمہ بنت علی ؓ کے پاس تھا تو ایک آدمی ان کے پاس آیا اور ان کے والد کی تعریف کرنے لگا تو انہوں نے راکھ اٹھا کر اس کے چہرے پر پھینک دی۔''

یہ روایت بھی ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی دلیل تو بن سکتی ہے لیکن چہرہ کھلا رکھنے کا اس میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

تیرھویں دلیل
یحییٰ بن أبی سلیم ؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

رأیت سمراء بنت نھیک وکانت قد أدرکت النبی ﷺ علیھا درع غلیظ وخمار غلیظ.بیدھا سوط تؤدب الناس وتأمر بالمعروف وتنھی عن المنکر(۲۰)

''میں نے سمراء بنت نھیکؓ کو دیکھا اور انہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ پایا تھا۔انہوں نے ایک موٹا کرتہ (قمیص)پہن رکھا تھا اور ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا۔وہ لوگوں کو ادب سکھاتی تھیں اور معروف کا حکم دیتیں اور منکر سے روکتیں تھیں۔''

اس روایت میں بھی کہیں چہرہ کھلا رکھنے کا ذکر نہیں ہے'ہاں ہاتھ کھلا رکھنے کا امکان اس حدیث میں موجود ہے۔

چودھویں دلیل

عن میمون قال دخلت علی أم الدرداء فرأیتھا مختمرۃ بخمار صفیق قد ضربت علی حاجبھا(۲۱)

''حضرت میمونؒ سے روایت ہے کہ میں أم درداء کے پاس گیا تو آپ نے ایک موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کو آپ نے اوپر سے اپنے أبرو تک لپیٹ رکھا تھا۔''

اس روایت میں بھی کسی ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ أم درداءؓ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔
پندرھویں دلیل
عن معاویۃ دخلت مع أبی علی أبی بکر فرأیت أسماء قائمۃ علی رأسہ بیضاء(۲۲)

''حضرت معاویۃ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو بکر کے گھر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اسماء آپ کے سر پر کھڑی ہیں اور سفید رنگ کی تھیں۔''

اس روایت کے بارے میں علامہ البانی ؒ نے لکھا ہے ''سنده جيد فى الشواهد'' اس لیے یہ روایت کسی صحیح نص سے ثابت شدہ مسئلے کی تائید میں تو نقل کی جا سکتی ہے لیکن اس سے کسی مسئلے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔

سولہویں دلیل

عیینۃ بن عبد الرحمنؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں :

جاء ت امرأة إلى سمرة بن جندب فذكرت أن زوجها لا يصل إليها فسأل الرجل فأنكر ذلک وكتب فيه الى معاوية فكتب أن زوجه امرأة من بيت المال لها حظ من جمال ودين ... قال ففعل ... قال وجاءَت المرأة مقنعة (۲۳)

''ایک عورت حضرت سمرۃ بن جندبؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اس کا شوہر اس سے مباشرت نہیں کر سکتا تو انہوں نے اس کے شوہر سے پوچھا تو اس نے اس کا انکار کیا۔ حضرت سمرۃؓ نے اس مسئلے کے بارے میں امیر معاویہؓ کو خط لکھا تو حضرت امیر معاویہؓ نے جواباً لکھا کہ اس شخص کی شادی بیت المال کی رقم سے کسی دوسری خوبصورت اور دیندار عورت سے کر دو۔۔۔تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔۔۔راوی کہتے ہیں کہ صبح کے وقت وہ عورت چادر اوڑھے ہوئے آئی ۔''

اس روایت میں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اس عورت کا چہرہ کھلا ہوا تھا ۔'مقنعۃ' کے بارے میں ہم تفصیلاً یہ بحث کر چکے ہیں کہ یہ لفظ لغت عرب میں سر کی چادر کے علاوہ نقاب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حواشی۱) المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۴۱

۲) صحیح البخاری، کتاب الشہادات ، باب لا یشهد علی شهادة جور إذا أشهد

۳) مؤطا إمام مالک، کتاب الحج، باب وإنما یعمل الرجل مادام حیاً فاذا مات فقد انقضی

۴) تفسیر طبری: ۳۳۲/۱۰، دار الکتب العلمیة، بیروت

۵) مصنف ابن أبی شیبة، کتاب صلاة التطوع والإمامة، باب فی الأمة تصلی لغیر الخمار

۶) الاستذکار: ۴۸/۱۱، ابن عبد البر

۷) التلخیص الحبیر: ۲۷۲/۲ المدینة المنورة

۸) جلباب المرأة المسلمة: ص۹۶

۹) أیضاً: ص۹۷

۱۰) أیضاً

۱۱) جلباب المرأة المسلمة: ص۹۸

۱۲) أیضاً

۱۳) أیضاً

۱۴) أیضاً: ص۹۹

۱۵) أیضاً: ص۱۰۰

۱۶) أیضاً: ص۱۰۱

۱۷) أیضاً

۱۸) أیضاً: ص۱۰۲

۱۹) أیضاً

۲۰) أیضاً

۲۱) أیضاً

۲۲) أیضاً: ص۱۰۳

۲۳) أیضاً

باب چہارم

چہرے کا پردہ :
مذاہب اربعہ کی روشنی میں

فصل اوّل

حنفیہ کا مذہب

علمائے سلف نے اپنے ادوار میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف شرعی مسائل میں اپنی آراء کا اظہار کیا۔ علمائے متقدمین کی یہ آراء اگرچہ ہمارے لیے حجت تو نہیں ہیں ‘کیونکہ اصل حجت تاقیامت صرف قرآن و سنت ہیں‘ لیکن قرآن و سنت کی نصوص سے استنباط کرتے وقت متقدمین علمائے سلف کی آراء کو پیش نظر رکھنا اور ان سے استفادہ کرنا اہل سنت کا منہج ہے۔ علاوہ ازیں ہم اس بحث میں اس دعویٰ کی حقیقت بھی قارئین کے سامنے کھول دینا چاہتے ہیں جو بعض متجددین کی طرف سے ہمارے سامنے آیا ہے کہ ’’سلف میں کوئی بھی چہرے کے پردے کے وجوب کا قائل نہیں رہا ‘بلکہ تمام کے تمام سلف بشمول ابن تیمیہؒ چہرے کے پردے کو ’’بہتر‘‘ قرار دیتے ہیں لیکن اس کو واجب نہیں سمجھتے اور چہرے کے پردے کے وجوب کا قول عصرِ حاضر میں مولانا مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی طرف سے پہلی مرتبہ پیش ہوا۔‘‘ اس بحث میں ہم نے کوشش کی ہے کہ ہر مذہب کے اصل مصادر سے ان کا موقف سامنے آئے۔

چونکہ ہمارے ہاں بر عظیم پاک و ہند میں حنفیہ کی اکثریت ہے اس لیے ہم ان کا موقف سب سے پہلے اور قدرے تفصیل سے پیش کر رہے ہیں ‘کیونکہ منکرین حجاب عموماً اپنا موقف بیان کرتے وقت اس بات کی رٹ لگا لیتے ہیں کہ حنفیہ کا بھی وہی موقف ہے جو ہمارا موقف ہے ‘حالانکہ ان کے اور حنفیہ کے موقف میں بعض اوقات زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ حنفیہ کے موقف کو سمجھنے کے لیے ہم نے آسانی کی خاطر اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ا) فتنے کی غیر موجودگی میں حنفیہ کا موقف

فتنے کی غیر موجودگی میں متقدمین و متأخرین حنفیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے ۔ ان کے نزدیک عورت کو چونکہ خرید و فروخت ‘شہادت اور بعض دوسرے ضروری معاملات کے لیے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے لہٰذا چہرہ ڈھانپنے میں ایک سخت مشقت ہے ‘اس لیے یہ حضرات چہرے کو عورت کے ستر سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

(i’کنزالدقائق ‘میں ہے :

بدن الحرة عورة إلا وجهها و:كفيها وقدميها (١)

’’آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے‘ دونوں ہاتھ اور دونوں پائوں کے۔‘‘

(ii’’الہدایہ‘‘ میں ہے:

وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها و:كفيها(٢)

''اور آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔''

(iii''بدائع الصنائع'' میں ہے:

فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين(۳)

''کسی اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی آزاد عورت کے سارے جسم کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔''

(iv''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

بدن الحرة عورة إلا وجهها و:كفيها وقدميها(۴)

''آزاد عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے اس کے چہرے' اس کے دونوں ہاتھ اور پائوں کے۔''

(vامام ابوبکر الجصاص{وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ويدل على أن الوجه والكفين من المرأة ليسا بعورة(۵)

''اور یہ آیت اس بات پر بھی دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں۔''

ب) فتنے کی موجودگی میں حنفیہ کا موقف

فتنے کی موجودگی میں متقدمین و متأخرینِ احناف کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے۔

(i امام ابوبکر الجصاص{يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} کی تشریح میں فرماتے ہیں:

فی هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبیین وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا یطمع أهل الریب فیهن وفیها دلالة علی أن الأمة لیس علیها بستر وجهها وشعرها لان قوله تعالی {وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ} ظاهره انه اراد الحرائر(۶)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نوجوان عورت کو اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے جسم کو چھپائے اور اپنی پاکیزگی کا اظہار کرے تاکہ منافقین اس کے بارے میں کسی قسم کے لالچ میں بتلا نہ ہوں۔ اس آیت میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے کہ لونڈی کے لیے اپنے چہرے اور بالوں کا ڈھانپنا لازمی نہیں ہے' کیونکہ ''نساءُ المؤمنین'' کے ظاہر سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی مراد یہاں آزاد عورتیں ہیں۔''

(iiامام شرنبلالی ؒلکھتے ہیں:

(وجمیع بدن المرأة) أی جسدها (إلا وجهها) ومنع الشابة من کشفه لخوف الفتنة لا لأنه عورة (۷)

''اور عورت کا تمام جسم سوائے اس کے چہرے کے ستر میں داخل ہے۔ فتنے کے خوف سے نوجوان عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا گیا نہ کہ اس (چہرے) کے ستر میں داخل ہونے کی وجہ سے۔''

(iiiخاتمۃ المحققین امام ابن عابدین ؒلکھتے ہیں:

(وتمنع) المرأة الشابة (من کشف الوجه بین الرجال) لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة (۸)

''نوجوان عورت کو مردوں کے درمیان چہرہ کھلا رکھنے سے منع کیا جائے گا' اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے' بلکہ فتنے کے ڈر سے ایسا کیا جائے گا۔''

(ivعلامہ ابن نجیم ؒمتوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قال مشائخنا تمنع المرأة الشابة من کشف وجهها بین الرجال فی زماننا للفتنة(۹)

''ہمارے مشائخ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نوجوان عورت کو ہمارے زمانے میں فتنے کے ڈر سے مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔''

(vامام علائو الدین الحصکفیؒ فرماتے ہیں:

ولذا تمنع من کشف وجهها بین الرجال للفتنة(۱۰)
''اسی لیے عورت کو مردوں کے درمیان فتنے کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا۔''

(viامام عبدالرحمن الکلیبولی ؒلکھتے ہیں:

وفی المنتقی تمنع الشابة عن کشف وجهها لئلا یؤدی الی الفتنة وفی زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد وعن عائشة عنها جمیع بدن الحرة عورة إلا إحدی عینیها(۱۱)

''منتقی میں ہے کہ عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا 'کیونکہ یہ فعل فتنے کا سبب ہے اور ہمارے زمانے میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکنا واجب بلکہ فرض ہے' کیونکہ فساد بہت بڑھ گیا ہے ۔اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عورت کا تمام جسم ستر ہے سوائے اس کی ایک آنکھ کے۔''

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ متقدمین و متأخرین حنفیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے' یعنی اگر لذت اور شہوت نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے' لیکن اگر فتنے کا خوف ہو تو چہرے کا پردہ واجب ہے۔ گویا کہ حنفیہ شرعاً پردے کو واجب قرار نہیں دیتے بلکہ سدًا للذریعۃ واجب قرار دیتے ہیں ۔ معاصرین علمائے احناف میں بھی تقریباً سب ہی موجودہ زمانے میں فتنے و فساد کے بڑھ جانے کی وجہ سے چہرے کے پردے کے وجوب کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں بر عظیم پاک و ہند میں حنفیہ کے دو بڑے گروہ پائے جاتے ہیں: علمائے دیوبند اور علمائے بریلوی۔ علمائے دیوبند میں سے مفتی شفیع صاحب' دارالعلوم کراچی اور شیخ الحدیث ادریس کاندھلوی صاحب 'جامعہ اشرفیہ لاہور کی آراء ہم ان کی تفاسیر کی روشنی میں مضمون کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ اسی طرح بریلوی مکتبِ فکر کے چوٹی کے عالم پیر کرم شاہ صاحب کی رائے بھی ہم نے نقل کر دی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ بر عظیم پاک و ہند کے علمائے حنفیہ فی زمانہ فتنے و فساد کے بڑھ جانے کی وجہ سے چہرے کے پردے کا فتویٰ جاری کرتے ہیں۔

فصل دوم

مالکیہ کا مذہب

متقدمین و متأخرین علماء مالکیہ کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے ،لیکن وجوب کے سبب میں اختلاف ہے ۔ بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے لہذا اس پر چہرے کا پردہ شرعاً تو واجب نہیں ہے لیکن فتنے کی موجودگی میں واجب ہو گا' جبکہ بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے لہذا اس کا پردہ شرعاًواجب ہے۔

ا)چہرے کے پردے کا وجوب فتنے کے سبب سے

بعض مالکیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے ۔ ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے لیکن مالکیہ فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

(iامام مالکؒ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں ایک حدیث نقل کی ہے :

عن مالک عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر أنها قالت: كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ(۱۲)

اس حدیث کی شرح میں مشہور مالکی عالم امام زرقانیؒ فرماتے ہیں:

لأنه يجوز للمرأة المحرمة ستر وجهها بقصد الستر عن أعين الناس بل يجب إن علمت أو ظنت الفتنة بها أو ينظر لها بقصد اللذة(۱۳)

''حالت احرام میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے بچا سکے، اور اگر اسے فتنے کا علم یا گمان ہو یا شہوت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھے جانے کا گمان ہو تو اس پر چہرے کا پردہ واجب ہو جاتا ہے۔''

(iiشیخ احمد بن محمد الصاوی المالکیؒ لکھتے ہیں:

(و) عورة المرأة (مع رجل أجنبى) منها أى ليس بمحرم لها جميع البدن (غير الوجه والكفين) وأما هى فليس بعورة وإن وجب عليها سترهما لخوف فتنة(۱۴)

''اور عورت کا ستر اجنبی مرد کے سامنے جو محرم نہیں ہے 'پورا جسم ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے اور یہ دونوں عورت کا ستر نہیں ہیں' لیکن عورت کے لیے ان کو فتنے کے خوف سے چھپانا واجب ہے۔''

(iii)امام محمد بن احمد الدسوقی المالکی ؒفرماتے ہیں:

(غير الوجه والكفين) أى وأما هما فغير عورة يجوز النظر إليهما ولا فرق بين ظاهر الكفين وباطنهما بشرط أن لا يخشى بالنظر لذلک فتنة وأن يكون النظر بغير قصد لذة وإلا:حرام النظر إليهما وهل يجب عليها حينئذ ستر وجهها ويديها وهو الذى لابن مرزوق قائلا أنه مشهور المذهب أو لايجب عليها ذلک وإنما على الرجل غض بصره وهو مقتضى نقل المواق عن عياض (۱۵)

''(سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں ستر میں داخل نہیں ہیں اور ان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے ۔ہاتھوں کے ظاہر اور باطن (باہر اور اندر والے حصے) میں کوئی فرق نہیں ہے 'لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ دیکھنا بغیر لذت کے ہو۔ اگر یہ دو شرطیں نہ ہوں گی تو یہ دیکھنا حرام ہو گا۔ لیکن کیا ان دو شرائط کی عدم موجودگی میں عورت پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنا واجب ہو گا؟یا اس عورت پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب نہ ہو گا' بلکہ مرد کے لیے واجب ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھے؟ابن مرزوق کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں عورت کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا چھپانا واجب ہے اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے ۔ دوسرا موقف ابو عبداللہ مداق کے مطابق قاضی عیاض کا ہے کہ عورت کے لیے ایسی صورت میں پردہ واجب نہ ہوگا بلکہ مرد پر یہ فرض ہے کہ وہ غض بصر سے کام لے۔''

(iv شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی ؒلکھتے ہیں:

(غير الوجه والكفين) أى فيجوز النظر لهما لا فرق بين ظاهرهما وباطنهما بغير قصد لذة ولا وجدانها وإلا حرام وهل يجب عليها حينئذ ستروجهها ويديها وهو الذى لابن مرزوق قائلا أنه مشهور المذهب أولا يجب عليها ذلک وإنما على الرجل غض بصره وهو مقتضى نقل المواق عن عياض (۱۶)

''(سوائے ہاتھوں اور چہرے کے) مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور ہاتھوں کے ظاہر و باطن میں کوئی فرق نہیں ہے ،لیکن یہ دیکھنا بغیر کسی لذت کے ہو' اگر کسی لذت کے ساتھ ہو گا تو حرام ہو گا۔ تو کیا ایسی صورت حال میں عورت کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا پردہ واجب ہو گا یا نہیں؟ ابن مرزوق نے کہا ایسی صورت میں عورت کے لیے اپنے ہاتھوں اور چہرے کا پردہ واجب ہو گا اور اس کے بارے میں کہا کہ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ جبکہ ابوعبد اللہ المواق المالکی کے قول کے مطابق قاضی عیاض کا کہنا ہے کہ عورت پر ایسی صورت میں پردہ واجب نہ ہو گا ،بلکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ غض بصر سے کام لے۔''

(vعلامہ احمد بن احمد المختار الشنقیطی المالکی ؒلکھتے ہیں:

وحرة مع أجنبي غير الوجه والكفين غير أنه قد يفتى المنصف بأن المرأة الفاتنة قد يجب عليها ستر وجهها لفساد أهل اليوم (١٧)

''اور آزاد عورت کا اجنبی مرد کے سامنے ستر چہرے اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ہے' لیکن انصاف پسند مفتی آج کل کے زمانے میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے فتنہ پیدا کرنے والی عورت کے بارے میں یہ فتویٰ دے گا کہ اس کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا واجب ہے۔''

(viخطیب شربینی ؒلکھتے ہیں:

والكفان ليسا عورة فيجوز لها كشفهما للأجنبي وله نظرهما إن لم تخش الفتنة فإن خيفت الفتنة فقال ابن مرزوق مشهور المذهب وجوب سترهما وقال عياض لا يجب سترهما ويجب غض البصر عن الرؤية(١٨)

''اور دونوں ہتھیلیاں ستر میں داخل نہیں ہیں۔ عورت کے لیے اجنبی مرد کے سامنے ہاتھوں کا کھولنا جائز ہے اور مرد کے لیے ان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو ابن مرزوق کا کہنا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو بھی ڈھانپا جائے گا اور یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے جبکہ قاضی عیاض کا کہنا یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کو ڈھانپنا واجب نہیں بلکہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ غض بصر سے کام لے۔''

ب) چہرے کے پردے کا وجوب ستر کے سبب سے

بعض مالکیہ عورت کے چہرے کو بھی اس کے ستر میں داخل کرتے ہیں اور اس کو ڈھانپنا واجب قرار دیتے ہیں۔

(i امام مالکؒ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔ امام ابن تیمیہ' میں ''وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقيل يجوز النظر لغير شهوة إلى وجهها ويديها وهو مذهب أبي حنيفة والشافعي وقول في مذهب أحمد وقيل لا يجوز وهو ظاهر مذهب أحمد فإن كل شيء منها عورة حتى ظفرها وهو قول مالک(١٩)

''ایک رائے یہ ہے کہ عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ سے بھی ایک قول ایسا ہی مروی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ جائز نہیں اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے' کیونکہ ان کے نزدیک عورت کی ہر چیز ستر میں داخل ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی' اور یہی رائے امام مالک کی بھی ہے۔''

(ii امام قرطبیؒ ''فَاسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآىِٕ حِجَابٍ'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی هذه الآية دليل على أن الله تعالى أذن فی مسألتهن من وراء حجاب فی حاجة تعرض أو مسألة يستفتين بها ويدخل فی ذلک جميع النساء بالمعنى وبما تضمنة أصول الشريعة من أن المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلک إلا لحاجة كالشهادة عليها أو داء يكون ببدنها(٢٠)

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو حجاب کے پیچھے سے کسی ضرورت یا مسئلے کے تحت سوال کرنے کی اجازت دی۔ اور یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کو معنوی طور پر شامل ہے' کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ عورت تمام کی تمام ستر ہے یہاں تک کہ اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے۔ جیسا کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے اس لیے عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو بغیر کسی ضرورت کے کھولنا جائز نہیں ہے۔ ضرورت سے مراد عورت کے خلاف گواہی ہے یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہے۔''

(iii)امام ابن العربی ؒ ''فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمرأة كلها عورة بدنها وصوتها فلا يجوز كشف ذلک إلا لضرورة أو لحاجة كالشهادة عليها أوداء يكون ببدنها(۲۱)

''اور عورت تمام کی تمام ستر ہے 'اس کا سارا جسم اور آواز بھی ستر میں داخل ہے' لہٰذا عورت کے لیے اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے' ہاں ضرورت یا حاجت کے پیش نظر وہ ایسا کر سکتی ہے 'مثلاً اگر عورت کے خلاف گواہی دینا مقصود ہو یا اس کے جسم میں کوئی بیماری ہو وغیرہ (تو وہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو اجنبی مرد کے سامنے کھول سکتی ہے)۔''

(iv)محمد الامین بن محمد المختار الشقنیطیؒ' اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن أدلة القرآنية على احتجاب المرأة وسترها جميع بدنها حتى وجهها قوله تعالٰى {يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} فقد قال غير واحد من أهل العلم أن معنى يدنين عليهن من جلابيبهن' أنهن يسترن جميع بدنهن ووجوههن(۲۲)

''عورت کے حجاب اور پورے بدن حتیٰ کہ چہرے کو بھی ڈھانپنے کے قرآنی دلائل میں ایک دلیل یہ آیت مبارکہ{يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} بھی ہے اور بہت سارے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے سارے بدن اور چہرے کو ڈھانپیں گی۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متقدمین و متأخرین مالکیہ کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے' سوائے قاضی عیاض کے' جو چہرے کے پردے کو واجب قرار نہیں دیتے۔ بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے 'فتنے کی وجہ سے عورت کو چہرے کے چھپانے کا حکم دیا جائے گا' جبکہ بعض مالکیہ کا کہنا یہ ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے اور ستر ہونے کی وجہ سے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے۔

فصل سوم

شافعیہ کا مذہب

چہرے کے پردے کے بارے میں شافعیہ کا مسلک تقریباً وہی ہے جو مالکیہ کا ہے۔ بعض شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے ' امام شافعی سے بھی یہی قول مروی ہے 'لیکن وہ فتنے کی وجہ سے عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم قرار دیتے ہیں۔ البتہ جمہور شافعیہ کے نزدیک چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے اور چہرے کے چھپانے کا فتنے کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے 'بلکہ عورت ہر حال میں اپنا چہرہ اجنبی مردوں سے چھپا کر رکھے گی۔

چہرے کے پردے کا وجوب فتنے کے سبب سے

بعض شوافع عورت کے چہرے کو ستر میں شمار نہیں کرتے لیکن فتنے کی وجہ سے چہرے کے پردے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

۱) امام تقی الدین الحسنی الشافعی ؒفرماتے ہیں:

ویکرہ أن یصلی فی ثوب فیہ صورۃ وتمثیل والمرأۃ متنقبۃ إلا أن تکون فی مسجد وھناک أجانب لا یحترزون عن النظر فإن خیف من النظر إلیھا یجر إلی الفساد حرم علیھا رفع النقاب وھذا کثیر فی مواضع الزیارۃ کبیت المقدس (۲۳)

''ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں تصاویر ہوں 'مکروہ ہے۔ اسی طرح عورت کا نقاب پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے' سوائے اس کے کہ عورت کسی مسجد میں ہو اور وہاں کچھ اجنبی بھی ہوں جو بدنظری سے احتیاط نہ کرتے ہوں ۔ اگر ایسے حالات میں عورت کی طرف دیکھنے سے اس بات کا اندیشہ موجود ہو کہ فساد پھیلے گا تو عورت کے لیے نماز کی حالت میں بھی نقاب اتارنا حرام ہو گا۔ اور ایسا ماحول عام طور پر زیارت کے مقامات مثلاً بیت المقدس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔''

۲) امام شافعیؒ حالت احرام میں عورت کے چہرے کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

ویکون للمرأة إذا کانت بارزة ترید الستر من الناس تدنی جلبابها أو بعض خمارها أو غیر ذلک من ثیابها من فوق رأسها وتجافیه عن وجهها حتی تغطی وجهها متجافیاً کالستر علی وجهها ولا یکون لها أن تنتقب أخبرنا سعید بن سالم عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس قال تدلی علیها من جلبابها ولا تضرب به ... أخبرنا سعید بن سالم عن ابن جریج عن ابن طاؤس عن أبیه قال تسدل المرأة المحرمة ثوبها علی وجهها ولا تنتقب(۲۴)

''اور جب عورت (حالت ِ احرام میں) باہر ہو گی اور لوگوں سے پردہ کرنا چاہے گی تو اپنی چادر یا اس کا بعض حصہ یا اس کے علاوہ اپنے کپڑوں کا کوئی حصہ اپنے سر پر ڈال دے گی اور اسے اپنے چہرے سے الگ رکھے گی اور اپنے چہرے کو اس طرح ڈھانپے گی کہ کپڑا جسم سے الگ رہے 'جیسا کہ چہرے کے آگے کوئی پردہ ڈال دیا جائے۔ اور اس کے لیے نقاب کرنا جائز نہیں ہے۔(اس کے بعد اس موقف کے ثبوت کے لیے امام شافعی نے دو روایات بیان کی ہیں)ہمیں سعید بن سالم نے خبر دی' وہ ابن جریج سے' وہ عطاء سے' وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عورت اپنے اوپر اپنی چادر کو لٹکا لے گی اور اس کو لپیٹے گی نہیں... ہمیں سعید بن سالم نے خبر دی' وہ ابن جریج سے' وہ ابن طائوس سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا حالت احرام میں عورت اپنے کپڑے کو اپنے چہرے پر لٹکائے گی اور نقاب نہیں پہنے گی۔''

۳) الشیخ عبدالحمید الشروانی ؒ میت عورت کے کفن کی بحث کے بارے میں لکھتے ہیں:

فیجب علی المرأة ما یستر بدنها إلا وجهها و:کفیها حرة کانت أو أمة ووجوب سترهما فی الحیاة لیس لکونهما عورة بل لکون النظر إلیهما یوقع فی الفتنة غالباً(۲۵)

''عورت کے (کفن کے لیے) اتنا کپڑا ہونا ضروری ہے جو اس کے جسم کو چھپا لے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے' چاہے وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ اور زندگی میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کا ڈھانپنا اس وجہ سے واجب نہیں ہے کہ یہ عورت کا ستر ہیں 'بلکہ اس لیے ان کو ڈھانپنا واجب ہے کہ اکثر اوقات ان کی طرف نظر فتنے کا باعث بنتی ہے۔''

۴) الشیخ احمد بن قاسم العبادی ؒ میت ِ عورت کے کفن کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیجب ما ستر من الأنثی ولو رقیقة ما عدا الوجه والکفین ووجوب سترهمافی الحیاة لیس لکونهما عورة بل لخوف الفتنة غالباً (۲۶)

''عورت کے لیے اتنا کپڑا ضروری ہے جو اس کے جسم کو ڈھانپ دے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے' چاہے وہ عورت لونڈی ہی کیوں نہ ہو ۔اور زندگی میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کا ڈھانپنا اس لیے واجب نہیں کہ یہ ستر ہے' بلکہ یہ اس لیے واجب ہے کہ اکثر اوقات اس سے فتنے کا ڈر رہتا ہے۔''

چہرے کے پردے کا وجوب ستر کے سبب سے

جمہور شوافع کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے' لہٰذا عورت کے لیے اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔

۱) علامہ عبدالرحمن محمود مضایؒ فرماتے ہیں:

لها أربع عورات فی الصلاة جمیع بدنها سوی الوجه والکفین إلی الکوعین وبالنسبة للرجال الأجانب جمیع بدنها(۲۷)

''عورت کے چار ستر ہیں۔ نماز میں اس کا تمام جسم ستر ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے' اور اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔''

۲) علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ نے ''فتح الباری'' میں کئی جگہ چہرے کے پردے کا اثبات کیا ہے اور چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر 'بخاری کی ایک روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفیه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الأجانب(۲۸)

''یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔''

ایک اور جگہ ایک روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاختمرن أی غطین وجوههن(۲۹)

''فاختمرن کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔''

۳) امام غزالی ؒلکھتے ہیں:

لسنا نقول أن وجه الرجل فی حقها عورة کوجه المرأة فی حقه (۳۰)

''ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ بھی عورت کے لیے اسی طرح ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے۔''

۴) امام محمد نووی بن عمر التناری ؒلکھتے ہیں:

والحرة لها أربع عورات ... ورابعها جمیع بدنها حتی قلامة ظفرها وهی عورتها عند الرجال الأجانب فیحرم علی الرجل الأجنبی النظر إلی شیء من ذلک ویجب علی المرأة ستر ذلک عنه(۳۱)

''اور آزاد عورت کے لیے چار ستر ہیں ... چوتھی قسم یہ ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن کے تراشے بھی۔ یہ عورت کا وہ ستر ہے جو اجنبی مردوں کے سامنے ہے۔ اجنبی مرد کے لیے عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا حرام ہے اور عورت کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ اپنے سارے جسم کو ڈھانپ کر رکھے۔''

۵) الشیخ سلیمان البجیرمی ؒلکھتے ہیں:

(وعورة الحرة) أی فی الصلاة أما عورتها خارج الصلاة بالنسبة لنظر الأجنبی إلیها فهی جمیع بدنها حتی الوجه والکفین ولو عند أمن الفتنة ولو رقیقة فیحرم علی الأجنبی أن ینظر إلی شئ من بدنها ولو قلامة ظفر منفصلا منها(۳۲)

''اور آزاد عورت کا نماز میں ستر۔ نماز سے باہر اجنبی مرد کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے ۔ چہرہ اور دونوں ہاتھ بھی اس میں شامل ہیں (عورت اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو چھپائے گی) چاہے فتنے کا ڈر نہ بھی ہو۔ یا کسی آزاد عورت کو غلام بنا لیا گیا ہو (پھر بھی اس کا ستر یہی ہے) پس اجنبی کے لیے حرام ہے کہ وہ اس کے بدن کے کسی حصے کو دیکھے چاہے یہ ایسے ناخن کا تراشا ہی کیوں نہ ہو جو جسم سے جدا ہو گیا ہو۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ شافعیہ کا موقف مالکیہ سے ملتا جلتا ہے ۔بعض شافعیہ عورت کے چہرے کو ستر میں داخل کرتے ہیں اور نصّاً چہرے کے پردے کے قائل ہیں' جبکہ بعض شافعیہ عورت کے چہرے کو ستر میں داخل نہیں کرتے لیکن سدًا للذریعۃ یعنی فتنے کے خوف سے چہرے کے پردے کے وجوب کے قائل ہیں۔

فصل چہار محنابلہ کا مذہب

متقدمین و متأخرین حنابلہ کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔ امام احمد سے اگرچہ اس بارے دو اقوال مروی ہیں 'ایک یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے اور دوسرا یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے' البتہ فقہ حنبلی سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر ائمہ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی کو امام احمد کی طرف منسوب کیا ہے۔ دوسرے قول کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے کہ امام احمد کا یہ قول عورت کے اس ستر کے بارے ہے جو وہ نماز میں اختیار کرے گی۔

نماز سے باہر عورت کا ستر

۱) امام احمدؒ نماز سے باہر عورت کے سارے جسم کو ستر میں شمار کرتے ہیں۔ امام ابوبکر الخلالؒ فرماتے ہیں:

ا) أخبرنی منصور بن الولید : أن جعفر بن محمد حدثهم قال سمعت أبا عبداللّٰہ یقول کل شی ء من المرأة عورة حتی ظفرها (۳۳)

''مجھے منصور بن ولید نے خبر دی کہ جعفر بن محمد نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ابوعبداللہ سے سنا' آپ کہتے ہیں کہ عورت کی ہر چیز ستر ہے 'یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔''

ب)أخبرنی حرب بن إسماعیل قال قیل لأحمد الرجل یکون فی السوق یبیع ویشتری فتأتیه المرأة تشتری منه فیری کفها ونحوذلک فکره ذلک وقال کل شی ء من المرأة عورة قیل له فالوجه؟ قال إذا کانت شابة تشتهی فإنی أکره ذلک وإن کانت عجوز أوجزت (۳۴)

''مجھے اسماعیل بن حرب نے خبر دی کہ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ آدمی بعض اوقات بازار میں ہوتا ہے 'خرید و فروخت کرتا ہے' اس کے پاس عورت بھی آتی ہے جو اس سے مختلف چیزیں خریدتی ہے 'وہ مرد اس کی ہتھیلی اور اس طرح جسم کے دوسرے اعضاء بھی دیکھتا ہے۔ امام احمد نے اس بات کو ناپسند کیا اور کہا کہ عورت کا سارا جسم ستر میں داخل ہے۔

آپ سے دوبارہ سوال ہوا کہ چہرے کا کیا حکم ہے 'تو آپ نے فرمایا کہ جب عورت نوجوان ہو اور اسے دیکھ کر شہوت کے جذبات پیدا ہوتے ہوں تو میں اسے بھی ناپسند کرتا ہوں (کہ وہ چہرہ کھلا رکھے) 'اور اگر عورت بوڑھی ہے تو میرے نزدیک جائز ہے۔''

ج) امام ابن تیمیہؒ ''وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقیل یجوز النظر لغیر شهوة إلی وجهها ویدیها وهو مذهب أبی حنیفة والشافعی وقول فی مذهب أحمد وقیل لا یجوز وهو ظاهر مذهب أحمد فإن کل شی ء منها عورة حتی ظفرها وهو قول مالک (۳۵)

''ایک قول تو یہ ہے کہ عورت کے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے' یہ مسلک امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ امام احمد سے بھی ایسا ایک قول مروی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں ہے ۔ یہی امام احمد کا مشہور مسلک ہے' کیونکہ عورت کا سارا جسم ستر ہے' یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ۔ امام مالکؒ کی بھی رائے یہی ہے۔''

۲) علامہ ابن جوزیؒ آیۂ مبارکہ ''وَلَایُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد نص عليه أحمد فقال الزينة الظاهرة الثياب و:كل شی ء منها عورة حتی الظفر ويفيد هذا تحريم النظر إلی شی ء من الأجنبيات لغير عذر فإن كان لعذر مثل أن يريد أن يتزوجها أو يشهد عليها فإنه ينظر فی الحالين إلی وجهها خاصة فأما النظر إليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء فی ذلک الوجه والكفان وغيرهما من البدن (۳۶)

''امام احمدؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں اور عورت کا سارا جسم ستر ہے ،یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے۔ اگر یہ عذر کے ساتھ ہو ،مثلاً شادی یا گواہی کی غرض سے دیکھنا ،تو ایسی صورت میں صرف عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ لیکن بغیر عذر کے عورت کے چہرے کو شہوت یا بغیر شہوت کے دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس مسئلے میں چہرہ ،دونوں ہاتھ اور جسم کے باقی اعضاء سب کا ایک ہی حکم ہے۔''

۳) امام بہوتیؒ فرماتے ہیں:

(والوجه) من الحرة البالغة (عورة خارجها) أی الصلاة (باعتبار النظر كبقية بدنها) (۳۷)

''اور بالغ آزاد عورت کا چہرہ بھی نماز سے باہر ،دیکھنے کے اعتبار سے ،ستر میں داخل ہے جیسا کہ اس کے باقی سارے بدن کا حکم ہے۔''

۴) علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

{قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآئِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} دليل علی أن الحجاب إنما أمر به الحرائر دون الإماء(۳۸)

''آیت {قُلْ لاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآئِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} اس بات کی دلیل ہے کہ حجاب کا حکم آزاد عورتوں کے لیے تھا ،جبکہ لونڈیوں کے لیے یہ حکم نہ تھا۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وثبت فی الصحيح أن المرأة المحرمة تنهی عن الانتقاب والقفازين وهذا مما يدل علی أن النقاب والقفازين كانا معروفين فی

النساء اللاتی لم یحرمن وذلک یقتضی ستر وجوههن وأیدیهن(۳۹)

''اور صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب پہننے اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے اور یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں ان عورتوں میں معروف تھا جو حالت ِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپ کر رکھیں۔''

ایک اور جگہ ''یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡہِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِہِنَّ''کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقد حکی أبوعبیدة وغیره أنها تدنی من فوق رأسها فلا تظهر إلا بعینها ومن جنسه النقاب فکن النساء ینتقبن وفی الصحیح أن المحرمة لا تنتقب ولا تلبس القفازین فإذا کن مأمورات بالجلباب لئلا یعرفن وهو ستر الوجه أوستر الوجه بالنقاب کان الوجه والیدان من الزینة التی أمرت ألا تظهرها للأجانب(۴۰)

156

''ابوعبیدہ وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ عورت اپنے جلباب (چادر) کو اپنے سر سے لٹکائے گی اور اپنی ایک آنکھ کے علاوہ اپنے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ کرے گی اور اس کی جنس میں نقاب بھی شامل ہے ۔آپؐ کے زمانے میں عورتیں نقاب کرتی تھیں' کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ حالت احرام میں عورت نقاب نہ کرے اور نہ ہی دستانے پہنے' جیسا کہ عورتوں کو جلباب کا حکم اس لیے دیا گیا کہ وہ پہچانی نہ جائیں تو اس سے مراد چہرے کا چھپانا ہے 'یعنی نقاب سے چہرے کا چھپانا' یہی وجہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ اس زینت میں شامل ہیں کہ جس کو اجنبی مردوں کے سامنے عورت کو چھپانے کا حکم دیا گیا۔''

البتہ یہ فقہاء ضرورت کے تحت عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔

۵) صالح بن فوزان ؒلکھتے ہیں:

والمرأة کلها عورة لقوله صلی الله علیه وسلم والمرأة عورة رواه الترمذی ... هذه النصوص وماجاء بمعناها من الکتاب والسنة وهی کثیرة شهیرة تدل علی أن المرأة کلها عورة أمام الرجال الأجانب لا یجوز أن یظهر من بدنها شی ء بحضرتهم فی الصلاة وغیرها أما إذا صلت فی مکان خال من الرجال الأجانب فإنها تکشف وجهها فی الصلاة فهو لیس بعورة فی الصلاة(۴۱)

''اور عورت کا سارا جسم ستر ہے 'اس کی دلیل ترمذی کی روایت ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے... یہ اور اسی طرح کی دوسری نصوص سے جو کثرت سے قرآن و سنت میں وارد ہوئی ہیں 'اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا سارا جسم ستر ہے۔ نماز کی حالت ہو یا غیر نماز کی 'دونوں صورتوں میں عورت کے جسم

کا کوئی حصہ مردوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اگر عورت کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہی ہو جہاں اجنبی مرد نہ ہوں تو وہ نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے' کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ ستر میں شامل نہیں ہے۔''

نماز میں عورت کا ستر
حنابلہ کے نزدیک نماز میں چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے ۔ جمہور حنابلہ نے امام احمد کے چہرے کے ستر میں داخل نہ ہونے والے قول کی یہی تشریح کی ہے کہ امام احمد نے اپنے اس قول میں اس ستر کو بیان کیا ہے جو عورت نماز کی حالت میں اختیار کرے گی۔

۱) امام بہوتی ؒفرماتے ہیں:

و(كل الحرة) البالغة (عورة إلاوجهها) فليس عورة فى الصلاة(۴۲)

''اور ہر بالغ آزاد عورت کا سارا جسم 'سوائے چہرے کے 'ستر میں داخل ہے۔ چہرہ نماز کی حالت میں عورت کا ستر نہیں ہے۔''

۲) علامہ ابن مفلح حنبلی ؒلکھتے ہیں:

(والحرة) البالغة (كلها عورة) حتٰى ظفرها نص عليه ذكر ابن هبيرة أنه المشهور ... (إلاالوجه) لاخلاف فى المذهب أنه يجوز للمرأة الحرة كشف وجهها فى الصلاة ذكره فى المغنى وغيره وقد أطلق أحمد القول بأن جميعها عورة وهو محمول على ما عدا الوجه أو على غير الصلاة (۴۳)

''آزاد عورت تمام کی تمام ستر میں داخل ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی' ابن ہبیرہ نے اس رائے کو مشہور کہا ہے ...سوائے چہرے کے۔ اور امام احمد کے مذہب میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت کے لیے نماز کی حالت میں اپنا چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے' جیسا کہ مغنی وغیرہ میں موجود ہے۔ اور امام احمد سے مطلقاً یہ قول بھی

روایت کیا گیا ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے ۔اس قول سے مراد یا تو چہرے کے علاوہ سارا جسم ہے یا پھر یہاں نماز سے باہر کی حالت کا ذکر ہو رہا ہے۔''

۳) علامہ ابن تیمیہ ؒلکھتے ہیں:

قد ثبت بالنص والإجماع أنه ليس عليها فى الصلاة أن تلبس الجلباب الذى يسترها إذا كانت فى بيتها وإنما ذلک إذا خرجت وحينئذ فتصلى فى بيتها وإن لوى وجهها ويداها وقدماها كما كن يمشين أوّلا قبل الأمر بإدناء الجلابيب عليهن فليست العورة فى الصلاة مرتبطة بعورة النظر (۴۴)

''نص صریح اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ نماز میں عورت کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھتے وقت گھر میں جلباب اس طرح اوڑھے کہ اپنے آپ کو چھپا لے۔ جلباب کا حکم تو اُس وقت ہے جبکہ وہ گھر سے باہر نکلے گی۔ پس وہ گھر ہی میں نماز پڑھے

گی چاہے اس کا چہرہ ،دونوں ہاتھ یا پائوں ظاہر کیوں نہ ہوں، جیسا کہ عورتیں اپنے اوپر جلباب کے لٹکانے کے حکم کے نزول سے پہلے (گھر سے باہر) چلتی تھیں۔ پس نماز کا ستر اور نظر کا ستر ایک نہیں ہے۔''

۴) الشیخ مرعی بن یوسف المقدسی الحنبلی ؒلکھتے ہیں:

والحرة البالغة كلها عورة فى الصلاة إلا وجهها(۴۵)

''اور نماز میں بالغ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر ہے۔''

۵) علامہ ابن ضویانی حنبلیؒ لکھتے ہیں:

والحرة البالغة كلها عورة فى الصلاة إلا وجهها لما تقدم ولحديث المرأة عورة رواه الترمذى(۴۶)

''اور نماز میں بالغ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے کے ستر ہے ‘جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۔اور اس کی دلیل ترمذی کی یہ روایت ہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے۔''

٦) سلیمان بن عبد اللہ ابا الخیلؒ اور خالد بن علی المشیقعؒ لکھتے ہیں:

فالعورة فی الصلاة علی المشهور من مذهب الحنابلة تقسم إلی ثلاثة أقسام: مغلظة ومخففة ومتوسطة ... والمغلظة عورة الحرة البالغة فكلها عورة إلا وجهها فانه ليس عورة فی الصلاة وإن كان عورة فی النظر(۴۷)

''حنابلہ کے مشہور مذہب کے مطابق نماز میں ستر کی تین قسمیں ہیں: مغلظہ‘ مخففہ اور متوسطہ... مغلظہ آزاد بالغ عورت کا ستر ہے ۔پس اس کا ستر سارا جسم ہے سوائے چہرے کے‘ کیونکہ عورت کا چہرہ نماز میں ستر نہیں ہے اگرچہ دیکھنے کے اعتبار سے ستر ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ امام احمدؒ سے عورت کے ستر کے بارے دو روایات مروی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عورت کا چہرہ حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی ستر میں داخل ہیں۔ دوسرا قول یہ کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے۔ دونوں اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ پہلا قول عورت کے اس ستر کے بارے میں ہے جو وہ اجنبی مرد کے سامنے اختیار کرے گی‘ جبکہ دوسرا قول نماز میں عورت کے ستر کے بارے میں ہے۔ حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے‘ جیسا کہ مذکورہ بالا اقوال سے ظاہر ہو رہا ہے ۔دَورِ حاضر کے سعودی علماء کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

فصل پنجم

مسلمان علماء کا اتفاق

چہرے کے پردے کے بارے فقہاء کے حوالے سے ہم نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک اجنبی یا نامحرم کے سامنے چہرے کا پردہ فتنے کی وجہ سے واجب ہو گا (یہ فقہاء ضرورت کے تحت عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہیں) اور بعض کے نزدیک فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہو گا۔ ان دونوں نتائج کو اگر ملایا جائے تو ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ تمام فقہاء کے نزدیک ،سوائے قاضی عیاض ؒ کے ،فتنے کی موجودگی میں چہرے کا پردہ لازم ہے۔ یہی وہ نتیجہ ہے جسے بعض جلیل القدر علماء نے اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند علماء کی عبارات ہم نقل کیے دیتے ہیں:

۱) علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ آیت ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا''اور ''حدیث اسماء''کی تشریح میں فرماتے ہیں:

أما عند خوف الفتنة فظاهر إطلاق الآية والحديث عدم اشتراط الحاجة ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء أن يخرجن سافرات لا سيما عند كثرة الفساق قاله ابن ارسلان(۴۸)

''جہاں تک فتنے کے ڈر کا تعلق ہے تو ظاہر آیت اور حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کی شرط نہ لگائی جائے۔ جبکہ آیت اور حدیث کے اطلاق کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فاسق لوگوں کی کثرت ہو جائے' جیسا کہ ابن ارسلان نے کہا ہے۔''

۲) شیخ خلیل احمد سہارنپوری ؒ آیت ''اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا''اور ''حدیث اسماء''کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمراد أن المرأة إذا بلغت لايجوز لها أن تظهر للأجانب إلا ما تحتاج إلى إظهار للحاجة إلى معاملة أوشهادة إلا الوجه والكفين وهذا

عند أمن الفتنة وأما عند الخوف من الفتنة فلا ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء أن يخرجن سافرات الوجوه لا سيما عند كثرة الفساد وظهوره(۴۹)

''حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب عورت جوان ہو جائے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے

اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے علاوہ جسم کے کسی حصے کو سوائے کسی معاملے میں ضرورت پڑنے یا گواہی دینے کے 'ظاہر کرے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو' جہاں فتنے کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو وہاں یہ اجازت نہیں ہے۔ اور اس حدیث کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فتنہ و فساد بڑھ گیا ہو۔''

۳) امام شوکانیؒ ''حدیث اسماء'' کی تشریح میں ابن ارسلان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أما عند خوف الفتنة فظاهر إطلاق الآية والحديث عدم اشتراط الحاجة ويدل على تقييده بالحاجة اتفاق المسلمين على منع النساء أن يخرجن سافرات الوجوه لا سيما عند كثرة الفساق(۵۰)

''جہاں تک فتنے کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو آیت اور حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مطلق ہیں اور ان کو ضرورت کی شرط کے ساتھ مقید نہ کیا جائے۔ جبکہ آیت اور حدیث کو ضرورت کے ساتھ مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلنے سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جبکہ فاسق لوگوں کی کثرت ہو جائے۔''

۴) ابن حجر عسقلانیؒ شرح بخاری میں ابن المنذرؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

أجمعوا على أن المرأة تلبس المخيط كله' والخفاف' وأن لها أن تغطي رأسها' وتستر شعرها إلا وجهها فتسدل عليه الثوب سدلا خفيفاً تستتر به عن نظر الرجال (۵۱)

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت (حالت احرام میں) تمام کپڑے سلے ہوئے پہنے گی اور موزے بھی پہنے گی اور اپنے سر کو ڈھانپے گی اور بالوں کو چھپائے گی سوائے چہرے کے' چہرے پر ہلکا سا کپڑا لٹکالے گی تاکہ مردوں کی نظروں سے اس کے ذریعے بچ سکے۔''

۵) ابن قدامہ حنبلیؒ حالت احرام میں عورت کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فأما إذا احتاجت إلى ستر وجهها لمرور الرجال قريباً منها فإنها تسدل الثوب من فوق رأسها على وجهها ولا نعلم فيه خلافا (۵۲)

''پس جب عورت مردوں کے قریب سے گزرنے کی وجہ سے اپنے چہرے کو چھپانے کی ضرورت محسوس کرے گی تو اپنے سر سے کپڑا اپنے چہرے پر لٹکالے گی اور ہمارے علم کی حد تک اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔''

٦) ابن قدامہ المقدسیؒ حالت احرام میں عورت کے پردے کے بارے میں لکھتے ہیں:

فإن احتاجت إلى ستر وجهها لمرور الرجال قريباً منها فإنها تسدل الثوب فوق رأسها على وجهها. روى ذلک عن عثمان وعائشة وبه قال عطاء ومالک والثورى والشافعى وإسحاق و محمد بن الحسن ولا نعلم فيه خلافا (٥٣)

''اگر عورت مردوں کے قریب سے گزرنے کی وجہ سے اپنے چہرے کو چھپانے کی ضرورت محسوس کرے گی تو اپنا کپڑا سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لے گی۔ یہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور عطاء' امام مالک' ثوری' امام شافعی' اسحاق اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے علم کی حد تک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

پس ثابت ہوا کہ ضرورت کے تحت یا فتنے کی موجودگی میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔ اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

حواشی١) كنز الدقائق: ص ٢٨' ابوالبركات عبدالله بن أحمد بن محمود النسفى' ايچ ايم سعيد كمپنى' كراچى

٢) الهداية: ٤٣٫١' برهان الدين على بن أبى بكر المرغينانى' المكتبة الاسلامية

٣) بدائع الصنائع: ١٢١٫٥' امام كاسانى' ايچ ايم سعيد كمپنى' كراچى

٤) الفتاوى الهندية: ٥٨٫١' جماعة من علماء الهند' مكتبة ساجدية' كوئٹه

٥) أحكام القرآن: ٣١٥٫٣' ابوبكر الجصاص' دارالكتب العربى' بيروت

٦) أيضاً: ٢٧٢٫٣

٧) مراقى الفلاح فى شرح متن نورالإيضاح: ص١٣١' حسن بن عمار بن على الشرنبلالى' مكتبه كارخانه تجارت كتب' آرام باغ كراچى

٨) رد المحتار على در المختار: ٧٢٫٢' محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين الدمشقى' دار احياء التراث العربى

٩) البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ٢٨٤٫١' زين الدين ابن نجيم الحنفى' دار المعرفة' بيروت

١٠) الدر المنتقى فى شرح المتقى: ١٢١٫١' علاؤالدين محمد بن على بن محمد العينى الحكنى' دار الكتب العلمية' بيروت

١١) مجمع الأنهر، ١/٢٢١، عبدالرحمن بن محمد بن سليمان الكليبولی، دار الكتب العلمية

١٢) مؤطا إمام مالک، كتاب الحج، باب وإنما يعمل الرجل مادام حياً فإذا مات فقد انقضى

١٣) شرح مؤطا إمام مالک: ٣/٢١، أبوعبدالله محمد بن عبدالباقی بن يوسف الزرقانی، مكتبة البابی الحلبی، مصر

١٤) حاشيه الصاوی علی الشرح الصغير: ١/٤٠٠-٤٠١، شيخ أحمد بن محمد الصاوی المالكی، مكتبة، عيسی البابی الحلبی، مصر

١٥) حاشيه الدسوقی علی الشرح الكبير: ١/٣٤٥، محمد بن احمد الدسوقی المالكی، دارالكتب العلمية، بيروت

١٦) حاشيه الصاوی علی الشرح الصغير: ١/٤٠١، شيخ أحمد بن محمد الصاوی المالكی، مطبعة عيسی البابی الحلبی

١٧) مواهب الجليل من أدلة الخليل: ١/١٤٨، احمد بن محمد المختار الشنقيطی

١٨) مغنی المحتاج: ١/٢٨٥، شمس الدين محمد بن الخطيب الشربينی، دارالمعرفة، بيروت

١٩) مجموع الفتاوی: ٢٢/١٠٩-١١٠

٢٠) الجامع لأحكام القرآن: ١٤/٢٢٧، امام محمد بن احمد القرطبی، إحياء التراث العربی، بيروت

٢١) أحكام القرآن: ٣/١٥٧٩، ابن العربی، دار المعرفة، بيروت

٢٢) أضواء البيان: ٦/٥٨٦، علامه شنقيطی

٢٣) كفاية الأخيار فی حل غاية الاختصار: ١/١٨١، امام تقی الدين الحسينی، ادارة إحياء التراث الإسلامی، دولة قطر

٢٤) كتاب الأم: ٢/١٢٧، امام شافعی، دار الشعب

٢٥) حاشية الشروانی علی تحفة المحتاج: ٣/١١٥، الشيخ عبدالحميد الشروانی

٢٦) حاشية ابن قاسم العبادی علی تحفة المحتاج: ٣/١١٥، الشيخ احمد بن قاسم العبادی

٢٧) النفخات الصمدية علی مذهب الإمام الشافعی: ١/٩٧، علامة عبدالرحمن محمود مضای العلونی، مطبعة المدنی، مصر

٢٨) فتح الباری شرح صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب لبن الفحل

٢٩) فتح الباری شرح صحيح بخاری، كتاب تفسير القرآن، باب وليضربن بخمرهن علی جيوبهن

٣٠) إحياء العلوم: ٢/٤٩، امام غزالی، مطبع عيسی البابی

٣١) نهاية الزين شرح قرة العين: ٨٠/١، امام محمد بن عمر نووى الجاوى

٣٢) تحفة الحبيب على شرح الخطيب: ٣٨٨/١، الشيخ سليمان البجيرمى

٣٣) أحكام النساء: ص٦، امام أحمد بن حنبل

٣٤) أيضاً: ص٥

٣٥) مجموع الفتاوىٰ: ١٠٩/٢٢-١١٠، شيخ الاسلام ابن تيمية

٣٦) زادالمسير: ٣١/٦-٣٢، المكتب الاسلامى، دولة قطر

٣٧) كشاف القناع: ٣٠٩/١، امام منصور بن يونس البهوتى، مطبعة الحكومة، مكة

٣٨) مجموع الفتاوى: ٤٤٨/١٥

٣٩) أيضاً: ٣٧١/١٥-٣٧٢

٤٠) أيضاً: ١١٠/٢٢-١١١

٤١) الملخص الفقهى: ٤٢/١-٤٣، الشيخ صالح بن فوزان

٤٢) الروض المربع: ٦٥/١، منصور بن ادريس البهوتى

٤٣) المبدع: ٣٦٢/١-٣٦٣، ابن مفلح الحنبلى، المكتب الإسلامى

٤٤) مجموع الفتاوىٰ: ١١٥/٢٢

٤٥) دليل الطالب لنيل المطالب: ص ٨، الشيخ مرعى بن يوسف المقدسى الحنبلى

٤٦) منار السبيل فى شرح الدليل: ٤٨/١، ابن ضويان حنبلى

٤٧) الشرح الممتع على زاد المقنع: ٧٦/٢، الدكتور سليمان بن عبدالله ابالخيل والدكتور خالد بن على المشيقع

٤٨) عون المعبود: ١٠٩/١١، دارالكتب العلمية، بيروت

٤٩) بذل المجهود: ٤٣١/١٦، شيخ خليل أحمد سهارنپورى، دارالكتب العلمية، بيروت

٥٠) نيل الأوطار: ٦-٢٤٥، امام شوكانى

٥١) فتح البارى: ٤٠٦/٣

۵۲) المغنی: ۳؍۳۰۵، ابن قدامۃ

۵۳) الشرح الکبیر: ۳؍۳۲۳-۳۲۴، ابن قدامۃ المقدسی

باب پنجم

چہرے کا پردہ اور تواتر عملی

فصل اول

تواتر عملی

چہرے کا پردہ اللہ کے رسول ﷺ کے دَور سے لے کر ہم تک (یعنی عصرِ حاضر تک) تواترِ عملی کے ساتھ بھی ثابت ہے۔ ہمارے زیرِ نظر مضمون میں جابجا قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور فقہاء و مفسرین کی آراء موجود ہیں کہ ہر دَور میں اُمت مسلمہ میں چہرے کا پردہ رائج رہا ہے۔ احادیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چہرے کا پردہ رسول اللہ ﷺ کے دَور میں تھا جبکہ آثار صحابہ و تابعین اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ صحابہ و تابعین کے دور میں بھی عورتیں اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔ گویا خیر القرون میں چہرے کا پردہ دلائل کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے ۔ علاوہ ازیں ہم نے تقریباً ہر صدی کے حوالے سے بعض مفسرین اور فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے دَور میں بھی چہرے کا پردہ رائج تھا۔ اگر اس کے باوجود کوئی شخص اس بات پر مصر ہو کہ چہرے کا پردہ تواتر عملی سے ثابت نہیں ہے تو اس کے لیے ہم چند جلیل القدر ائمہ کی آراء نقل کر دیتے ہیں جنہوں نے صریحاً یہ لکھا ہے کہ چہرے کا پردہ تواترِ عملی سے ثابت ہے۔

۱) امام غزالیؒ کی رائے : امام غزالی ؒعورتوں کے مَردوں کی طرف دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

لسنا نقول أن وجه الرجل فی حقها عورة کوجه المرأة فی حقه بل هو کوجه الأمرد فی حق الرجل فیحرم النظر عند خوف الفتنة فقط وإن لم تکن فتنة فلا ' إذ لم تزل الرجال علی ممر الزمان مکشوفی الوجوه والنساء یخرجن منتقبات فلو استووا لأمر الرجال بالتنقب أو منعن من الخروج(۱)

''ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے لیے ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے 'بلکہ مرد کا چہرہ (عورت کے لیے) ایسا ہی ہے جیسا کہ نابالغ بچے کا چہرہ مرد کے لیے ہے ۔یعنی اگر فتنے کا اندیشہ ہو گا تو اس کی طرف دیکھنا حرام ہو گا اور اگر فتنہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے ۔کیونکہ ہمیشہ سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ مرد ہر زمانے میں کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلتے ہیں 'جبکہ عورتیں نقاب پہن کر باہر نکلتی ہیں۔ اگر مرد بھی اس مسئلے میں عورتوں کے برابر ہوتے تو ان کو نقاب پہننے کا حکم دیا جاتا یا عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔''

---

۲) ابن حجر عسقلانیؒ کی رائے :ابن حجر عسقلانی ؒبھی عورتوں کے مردوں کی طرف دیکھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویقوی الجواز استمرار العمل علی جواز خروج النساء إلی المساجد والأسواق والأسفار منتقبات لئلا یراهن الرجال ولم یؤمر الرجال قط بالانتقاب لئلا یراهم النساء فدل علی تغایر الحکم بین الطائفتین(۲)

''اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے جواز کو اس دلیل سے بھی تقویت ملتی ہے کہ شروع سے یہ عمل چلا آ رہا ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد' بازار اور سفر کی حالت میں نقاب پہن کر باہر نکلنے کا جواز ہے' جبکہ مردوں کو کبھی بھی نقاب کا حکم نہیں دیا گیا کہ عورتیں انہیں نہ دیکھ سکیں ۔پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد اور عورتوں کا حکم اس مسئلے میں مختلف ہے۔''

۳) امام شوکانیؒ کی رائے :امام شوکانی ؒعورت کے مرد کی طرف دیکھنے کے مسئلے کے تحت ابن حجرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال ویؤید الجواز استمرار العمل علی جواز خروج النساء إلی المساجد والأسواق والأسفار منتقبات لئلا یراهن الرجال ولم یؤمر الرجال قط بالانتقاب لئلا یراهم النساء فدل علی مغایرة الحکم بین الطائفتین وبهذا احتج الغزالی(۳)

''ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ عورت کا مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے اور اس مسئلہ کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تواتر عملی سے یہ ثابت ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد' بازار اور سفر کی حالت میں نقاب پہن کر باہر نکلنے کا جواز ہے

تاکہ مرد اُن کو نہ دیکھ سکیں، جبکہ مردوں کو لبھی بھی نقاب پہننے کا حکم نہیں دیا گیا کہ عورتیں ان کو نہ دیکھ سکیں۔ پس یہ تواترِ عملی اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں گروہوں کا حکم مختلف ہے۔ اسی سے امام غزالی ؒ نے بھی دلیل پکڑی ہے۔''

پس تواتر عملی سے یہ ثابت ہوا کہ ہر دَور میں مسلمان عورتیں نقاب پہن کر گھر سے باہر نکلتی تھیں، جیسا کہ آج کل کے دَور میں بھی مذہبی گھرانوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں اس کا اہتمام کرتی ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں چونکہ اکثر عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتیں لہذا تواتر عملی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے، ان کی خدمت میں ہماری مؤدبانہ گزارش یہی ہے کہ صرف دعوئوں سے تواتر عملی ثابت نہیں ہوتا، سب سے پہلے وہ کسی نص صریح سے صرف اتنا تو ثابت کر دیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دَور میں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھیں۔ جب ایک عمل کی ابتدا ہی ثابت نہ ہو تو انتہا کو دیکھتے ہوئے کیسے یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہ کرنا تواتر عملی سے ثابت ہے؟ رہیں وہ احادیث جن سے احتمال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتی تھیں، تو ان پر ہم مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ آج کل کے بگڑے ہوئے اور بے عمل معاشروں سے تواتر عملی کی دلیل پکڑنا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج کے دور تک ہر زمانے میں عملاً کسی مسئلے کو ثابت نہ کر دیا جائے۔

خلاصۂ کلام

چہرے کے پردے کے حوالے سے ہم نے پانچ قسم کے دلائل کا تذکرہ کیا ہے ۔ پہلی قسم قرآنی دلائل پر مشتمل ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کے چار مقامات ایسے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ دو مقامات سورۃ النور میں ہیں اور دو مقامات سورۃ الاحزاب میں ہیں۔ دوسری قسم کے دلائل میں اُن احادیثِ مبارکہ کو بیان کیا گیا ہے جو دراصل مذکورہ بالا قرآنی آیات کے مفہوم کو متعین کر رہی ہیں۔ اس عنوان کے تحت ہم نے ایسی احادیث کو بیان کیا ہے جو قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح کے علاوہ حجاب کے بارے میں صحابیات کے طرزِ عمل کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ ان آیات سے انہوں نے کیا سمجھا تھا۔ علاوہ ازیں ہم نے اسی بحث کے تحت ان اشکالات کا بھی جامع و مانع جواب دیا ہے جو بعض احادیث کے حوالے سے پیدا کیے جاتے ہیں۔

تیسری قسم کے دلائل میں اقوالِ صحابہؓ و تابعین کے ذریعے یہ واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ اور تابعین نے پردے کے بارے میں قرآنی آیات کا کیا مفہوم سمجھا ہے۔

چوتھی قسم کے دلائل میں ہم نے مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں چہرے کے پردے کو بیان کیا ہے جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک چہرے کا پردہ شرعاً واجب ہے اور بعض کے نزدیک سدًّا للذریعۃ واجب ہے۔ آخری اور پانچویں قسم کے دلائل میں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ چہرے کا پردہ تواتر عملی سے بھی ثابت ہے۔

ان پانچ قسم کے دلائل کی روشنی میں ہم نے مثبت انداز میں اپنا ایک موقف بیان کر دیا ہے۔ ہمارا مضمون یہاں پر ختم ہو رہا ہے ۔ اگلے باب میں ہم ان اعتراضات اور اشکالات کا شرعی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیں گے جو ہمیں اس مضمون کی اشاعت کے دوران موصول ہوئے۔

حواشی

۱) اِحیاء العلوم: کتاب النکاح، فصل سوم ''آداب المعاشرت''

۲) فتح الباری: ۹/ ۳۳۷

۳) نیل الأوطار: ۶/ ۲۴۹

باب ششم

چہرے کا پردہ اور
چند شبہات کا جواب

فصل اول

پہلا شبہ

چہرے کے پردے کے بارے ہمارا مضمون ''چہرے کا پردہ: واجب، مستحب یا بدعت؟'' کے عنوان سے مکمل ہو چکا ہے۔چہرے کے پردے کے حوالے سے قرآن میں وارد صریح اور قطعی نصوص کے بارے منکرین حجاب جو شکوک و شبہات پیدا کررہے ہیں، ان صفحات میں ہم اُن کا ایک علمی اور تحقیقی جائزہ لیں گے ۔ ماہنامہ ''اشراق'' کے مدیر جاوید احمد غامدی صاحب کی ''قانونِ معاشرت'' کے نام سے ایک سی ڈی ہاتھ لگی جو چہرے کے پردے کے حوالے سے ان کے پانچ عدد لیکچرز پر مشتمل ہے ۔واقعہ یہ ہے کہ ان لیکچرز میں حقائق کے برخلاف سطحی اور غیر معیاری قسم کے مواد کو علم و تحقیق کے نام سے جس وثوق سے پیش کیا گیا ہے، یہ انداز دبستان شبلی کے کسی نمائندہ کو زیب نہیں دیتا۔ تقاریر پر نقد و جرح اگر ہمارے نزدیک روا ہوتی تو ہم غامدی صاحب کے ان لیکچرز میں موجود خلافِ واقعہ باتوں پر ایک پوری کتاب لکھ دیتے۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تقاریر وبیانات میں انسان تحریر کی نسبت زیادہ غیر محتاط ہوتا ہے، خصوصاً جبکہ سامعین طبقۂ جہلاء سے تعلق رکھتے ہوں ۔غامدی صاحب اپنی تحریر میں محتاط ہیں اور علمی انداز میں گفتگو کرتے ہیں تو کم از کم حوالے تو نقل کر ہی دیتے ہیں جو ایک اچھی روش ہے۔

ہم اپنی اس تحریر کے ذریعے انہیں صرف اتنی توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تحریر کی طرح ان کے بیانات اور تقاریر میں بھی ربع صدی کے مطالعے کی کچھ نہ کچھ جھلک تو نظر آنی چاہیے۔ ثابت شدہ حقائق کے خلاف بغیر کسی ریفرنس کے دعوے

کرنا قرآن کے کسی طالب علم کے شایانِ شان نہیں ہے ۔ذیل میں ہم غامدی صاحب کے لیکچرز کا تفصیلی ،تحقیقی و تجزیاتی جائزہ لینے کی بجائے اس نتیجے پر بحث کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے پانچ گھنٹے کا قیمتی وقت ضائع کرنے کے بعد نکالا۔

شبہ

غامدی صاحب نے اپنے پانچ گھنٹے کے لیکچرز کا خلاصہ یہ نکالا ہے کہ اُمت مسلمہ میں چہرے کے پردے کے بارے تین قسم کے نقطہ ہائے نظر رائج رہے ہیں ۔ایک یہ کہ محرم رشتہ داروں کے علاوہ باقی ہر ایک سے عورت پردہ کرے گی اور اس کے لیے اجنبی افراد سے چہرے کا پردہ واجب ہے ۔یہ موقف اُمت مسلمہ میں مولانا مودودی نے پیش کیا ۔دوسرا موقف سلف صالحین کا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے ‘لازم نہیں ہے۔ تمام سلف صالحین بشمول ابن تیمیہ اور احناف کے سب کا موقف یہی ہے۔ اگر پچھلوں میں چہرے کے پردے کے وجوب کا کوئی قائل ہے بھی تو وہ کچھ غیر معروف لوگ ہیں ۔تیسرا موقف میرا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ چہرے کا پردہ بہتر بھی نہیں ہے۔

جواب شبہ

جہلاء کے مجمع میں تو علم و فضل کے ایسے موتی بکھیرے جا سکتے ہیں‘ لیکن استدلال و تحقیق کی دنیا میں غامدی صاحب کے اس بیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔غامدی صاحب نے مولانا مودودی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عام مسلمان عورتوں کے لیے اجنبیوں سے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا ہے۔ اگر غامدی صاحب ایک نظر اس سلسلۃ الذھب(غامدی عن اصلاحی عن فراہی عن شبلی عن سرسید) کی طرف بھی کر لیتے جس سے‘بقول ان کے‘ انہوں نے اپنا یہ دین حاصل کیا ہے تو ان پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی کہ دبستانِ شبلی کا ہر ایک امام عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو اسی طرح واجب قرار دے رہا ہے جس طرح مولانا مودودی‘بلکہ مولانا مودودی سے بھی قدرے بڑھ کر۔غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی صاحب آیت جلباب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہی جلباب ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقعے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس برقع کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیں تو دیں لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسولؐ سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہوں ۔''

اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے استاذ امام حمید الدین فراہی حجاب کے مسئلے پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حجاب کے مسئلہ میں تفاسیر اور فقہ میں پوری توضیح موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ میری رائے میں نظمِ قرآن پر توجہ نہ کرنے سے یہ غلط

فہمی پیدا ہوئی ہے ۔ایسی قدیم غلطیوں کا کیا علاج کیا جائے۔ کون سنتا ہے کہانی میری' اور پھر وہ بھی زبانی میری۔ فقہاء اور مفسرین کا گروہ ہم زبان ہے مگر صحابہ اور تابعین زیادہ واقف تھے۔ انہوں نے ٹھیک سمجھا ہے مگر متأخرین حضرات نے ان کا کلام بھی نہیں سمجھا۔ بہرحال الحق أحق اَنْ یُتَّبع ۔ میں اس مسئلے پر مطمئن ہوں اور میرے نزدیک اجنبی سے پورا پردہ کرنا واجب ہے اور قرآن نے یہی حجاب واجب کیا ہے جو شرفاء میں مروّج ہے 'بلکہ اس سے قدرے زائد۔ ذرا مجھے طاقت آئے تو مفصل مضمون آپ کی خدمت میں بھیجوں۔''(۱)

اسی طرح مولانا حمید الدین فراہی صاحب کے رہنما اور استاد جناب مولانا شبلی نعمانی چہرے کے پردے کے وجوب پر مولوی امیر علی کے خلاف اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''پردے کے متعلق تمام دنیا میں مسلمانوں کا جو طریق عمل رہا ہے وہ یہ تھا کہ کبھی کسی زمانہ میں عورتیں بغیر برقع اور نقاب کے باہر نہیں نکلتی تھیں اور نامحرموں سے ہمیشہ منہ چھپاتی تھیں 'یہاں تک کہ یہ امر معاشرت کا سب سے مقدم مسئلہ بن گیا تھا۔'' (۲)

اسی قسم کے خیالات کا اظہار مولانا شبلی کے راہنما اور دیرینہ ساتھی جناب سرسید احمد خان صاحب کے بارے منقول مختلف واقعات میں ان کے حوالے سے ہوا ہے۔ دبستان شبلی کا ہر ہر امام اس بات پر زور دے رہا ہے کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا لازم ہے' جبکہ غامدی صاحب کا اصرار یہ ہے کہ میرے یہ تمام ائمہ غلط تھے اور میری رائے درست ہے 'اور وہ یہ کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ تو کجا سر ڈھانپنا بھی لازم نہیں ہے ۔ المورد کی ویب سائٹ پر اربابِ اشراق کے فتاویٰ جات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب المورد کا کوئی اسکالر یہ دعویٰ لے کر کھڑا ہو کہ حجاب کے مسئلے میں استاذ امام جاوید احمد صاحب کو غلطی لگی ہے' قرآن (سورۃ النور) میں تو صرف سینے اور شرم گاہوں کے ڈھانپنے کا تذکرہ ہے 'اس کے علاوہ جسم کا چھپانا عورت کے لیے لازم نہیں ہے۔

نعوذ باللہ من ذٰلک!

جہاں تک غامدی صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ سلف صالحین کا موقف یہ تھا کہ چہرے کا پردہ بہتر ہے لازم نہیں ہے' اور مولانا مودودی نے سب سے پہلے اس کو لازم قرار دیا ہے' یہ قطعاً غلط بلکہ سلف صالحین کی آراء سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ سلف صالحین میں سے صحابہ و تابعین سب چہرے کے پردے کے لزوم کے قائل تھے 'جیسا کہ مولانا حمید الدین فراہی نے لکھا ہے 'جبکہ فقہاء میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء فتنے کے سبب سے چہرے کے پردے کو واجب

قرار دیتے ہیں' جبکہ بعض دوسرے فقہاء عورت کے چہرے کو اس کے ستر میں شمار کرتے ہیں اور نص سے چہرے کے پردے کا اثبات کرتے ہیں۔ مؤخر الذکر طبقہ میں امام احمد' ایک رائے کے مطابق امام مالکؒ' امام غزالیؒ' امام قرطبیؒ' امام ابن العربیؒ' امام ابن تیمیہؒ' امام ابن القیمؒ' امام ابن کثیرؒ' امام امیر صنعانیؒ' علامہ ابن حجر عسقلانیؒ' امام بیضاویؒ' علامہ ابن الجوزیؒ وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ نے صریحاً عورت کے لیے چہرے کے پردے کو نصاً واجب قرار دیا ہے۔ ان حضرات کی آراء کو ہم سابقہ صفحات میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔کیا یہ تمام جلیل القدر ائمہ غامدی صاحب کے نزدیک غیر معروف علماء ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر اُن کے نزدیک معروف علماء کون ہیں؟ ان کے اپنے ائمہ ثلاثہ' جن کا موقف ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں؟

غامدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک موقف خود اُن کا ہے اور وہ یہ کہ چہرے کا پردہ لازم تو کیا بہتر بھی نہیں ہے۔ غامدی صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ چہرے کا پردہ تو کجا، سر پر دوپٹا اوڑھنا میں کوئی شرعی حکم نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ایک تہذیبی روایت ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ غامدی صاحب کا یہ موقف ایسا ہے کہ جس کو پیش کرنے کا شرف اُمتِ مسلمہ کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ غامدی صاحب کو حاصل ہوا ہے۔غامدی صاحب کے اس موقف کی بنیاد وہ کہانی ہے جس پر انہوں نے اپنے لیکچرز کے دوران اپنا پورا ایک گھنٹہ ضائع کیا ہے۔ عصر حاضر کے تقریباً سب منکرینِ حجاب اس کہانی کو کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر القرون میں ایک مسلمان عورت آج کی نسبت زیادہ غیر محفوظ تھی' وہاں تو عورتوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں' اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں مدینہ میں فساق کی کثرت تھی جو عورتوں کو چھیڑنے کے لیے راستوں پر بیٹھے ہوتے۔ گویا منکرین حجاب کے کہنے کے مطابق آج کل کے معاشرے خیر القرون کے معاشروں کی نسبت زیادہ مہذب اور پاکیزہ ہیں۔ ان کے نزدیک آج عورت کی عزت کو اتنا خطرہ نہیں ہے یا آج اس کو اتنا نہیں ستایا جاتا جتنا کہ خیر القرون میں ستایا جاتا تھا' اس لیے خیر القرون کے ''فاسق معاشروں'' کے لیے (معاذ اللہ 'ثم معاذ اللہ' نقل کفر کفر نہ باشد) تو حجاب کے حکم کی ضرورت تھی 'آج کل کے ''پاکیزہ معاشروں'' میں حجاب کے حکم کی ضرورت

باقی نہیں رہی ۔اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون ! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ابتدائی مدنی دَور میں دوچار واقعات ایسے ضرور ہوئے ہیں 'لیکن منکرینِ حجاب ان واقعات کا

حوالہ دے کر ایک ایسی منظر کشی کرتے ہیں کہ جس سے ایک عام آدمی کو یہی تأثر ملتا ہے کہ آج کا ماحول اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے کی نسبت زیادہ پاکیزہ اور بہتر ہے' لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں تو عورتوں کو حجاب کی ضرورت تھی 'آج نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے بھی سورۃ الاحزاب کی تفسیر میں حکم حجاب کو اڑانے کے لیے یہی کہانی تراشی ہے۔ ہم غامدی صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جب جزیرہ نمائے عرب کی حد تک اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا' کیا کسی آزاد مسلمان عورت کو کسی فاسق کی طرف سے ستانے یا تکلیف پہنچانے کا کوئی سوال پیدا ہوتا تھا؟ گویا جس کہانی کو آپ حکم حجاب کی بنیاد بنا رہے ہیں وہ کہانی تو فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد صحابیات نے اپنے جلباب اتارے نہیں بلکہ جلباب اوڑھنے کے حکم پر اسی پابندی کے ساتھ عمل کرتی رہیں جس پابندی سے وہ فتح مکہ سے پہلے کرتی رہی تھیں۔ بعینہٖ یہی معاملہ تابعیات کا بھی تھا۔ وہ عام حالات تو کجا' خاص حالات (کہ جن میں ایک مسلمان عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز ہے' مثلاً حالتِ احرام) میں بھی اپنے چہرے کو ڈھانپتی تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا قول ہے:

كنّا نغطی وجوهنا من الرجال و:كنا نمتشط قبل ذلک فی إلاحرام(۳)

''ہم اس سے پہلے حالتِ احرام میں اپنے چہروں کو مَردوں سے ڈھانپتی تھیں اور کنگھی بھی کر لیا کرتی تھیں۔''

اسی طرح فاطمہ بنت منذرؒ (ایک تابعیہ) کا قول ہے کہ :

كنا نخمر وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع أسماء بنت أبی بكر الصديق(۴)

''ہم حالت احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت

ابی بکر صدیق ؓ کے ساتھ ہوتی تھیں۔''

غامدی صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صحابیات اور تابعیات کو تو،جن کو یہ حکم دیا گیا، یہ بات سمجھ نہ آئی کہ یہ ایک وقتی اور تدبیری حکم ہے ،جبکہ چودہ سو سال بعد غامدی صاحب پر یہ نکتہ منکشف ہوا کہ یہ حکم عارضی تھا۔ متقدمینِ احناف کے بارے میں غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ وہ چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے قائل تھے۔ فقہائے احناف کا موقف ہم تفصیلاً اپنے مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔

فصل دوم

دوسرا شبہ

غامدی صاحب نے کہا ہے کہ آیت مبارکہ{يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ } میں(چہرے کے پردے کا)جو حکم دیا گیا ہے وہ ایک وقتی تدبیر اور عارضی حکم ہے ،جیسا کہ قرآن کے سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے۔

جواب شبہ

ہمارا خیال یہ ہے کہ غامدی صاحب کے امام مولانا امین احسن اصلاحی ان سے زیادہ قرآن کے سیاق و سباق سے واقف ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں، جس میں غامدی صاحب کے اس شبہے کا ردّ ہے، کہ:

''{ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ} اس ٹکڑے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایک وقتی تدبیر تھی جو اشرار کے شر سے مسلمان خواتین کو محفوظ رکھنے کے لیے اختیار کی گئی اور اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اوّل تو احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں سب محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جن حالات میں یہ حکم دیا گیا تھا کیا کوئی ذی ہوش یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس زمانے میں حالات کل کی نسبت ہزار درجہ زیادہ خراب ہیں، البتہ حیا اور عفت کے وہ تصورات معدوم ہو گئے جن کی تعلیم قرآن نے دی تھی۔'' (۵)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کہ جنہوں نے 'بقول غامدی صاحب' اُن کو قرآن کے سیاق و سباق اور نظمِ قرآن کی تعلیم دی، وہ {ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ} کو بنیاد بنا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کو عارضی اور تدبیری حکم سمجھنا غلط ہے۔ اس کے لیے دلیل کے طور پر انہوں نے ایک اصول بیان کیا جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غامدی صاحب نے اپنے استاد امام کی شان میں یہ دعویٰ کر دیا کہ ان سے بھی اس مسئلے میں غلطی ہوئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے یہ اُصول بیان کیا کہ ''احکام جتنے بھی نازل ہوئے ہیں وہ محرکات کے تحت ہی نازل ہوئے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ محرکات نہ ہوں تو وہ احکام کالعدم ہو جائیں گے۔'' یہاں

178

استاذ امام اپنے تلمیذ رشید جاوید احمد غامدی صاحب کو جو اصول سمجھانا چاہتے ہیں اسے اصولیّین ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'' کہ قرآن و سنت کی تشریح و تفسیر کرتے وقت اصل اعتبار الفاظ کے عموم کا ہو گا نہ کہ سببِ نزول کا۔

179

فصل سوم

تیسرا شبہ

پروفیسر خورشید عالم صاحب نے چہرے کے پردے پر ہمارے مضمون کے جواب میں آیۂ جلباب کی تفسیر میں مروی ابن سیرین کے قول کے بارے میں لکھا ہے کہ اس اثر پر عصر حاضر کے سب سے بڑے محدث نے بحث کی ہے اور ''جلباب المرأة المسلمة'' میں اس کی قلعی کھول دی ہے۔

جواب شبہ

جس کثرت سے ہمارے ناقدین علامہ البانی کی تقلید میں بغیر کسی تحقیق کے ان کے حوالے نقل کرتے چلے گئے ہیاس کے بارے میں ہمارا ان کو مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ اگر وہ اس موضوع پر واقعتا کوئی تحقیقی اور علمی نوعیت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو علامہ البانی کی کتاب ''الرد المفحم'' کا ترجمہ ہی کر دیں۔ ان کو چاہیے کہ ہر مسئلے میں علامہ البانی کی تحقیق پر اعتماد کی بجائے خود بھی کچھ محنت کر لیا کریں۔

علامہ البانی ؒ نے ابوعبیدہ السلمانی ؒ کے اثر کے بارے میں جو بحث کی ہے ‘ہمارے نزدیک ان کی وہ بحث اور اس کے نتائج صحیح نہیں ہیں۔ علامہ البانی نے اس اثر پر درج ذیل اعتراضات وارد کیے ہیں:

علامہ البانی ؒ کا پہلا اعتراض

علامہ البانی ؒ اس روایت کے بارے میں ''الرد المفحم'' میں لکھتے ہیں:

وبيان ضعفه من وجوه‘ أنه مقطوع موقوف فلا حجة فيه لأن عبيدة السلمانى تابعى اتفاقاً (۶)

''اس روایت کے ضعف کی مختلف وجوہات ہیں ‘جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ روایت مقطوع موقوف ہے اس لیے حجت نہیں ہے ‘کیونکہ عبیدہ السلمانی کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تابعی تھے۔''

جواب اعتراض

عبیدہ السلمانی ؒ کے حوالے سے جن مفسرین یا علماء نے اس اثر کو نقل کیا ہے وہ اسے مقطوع ہی کہتے ہیں۔ مقطوع روایت وہ ہوتی ہے کہ جس میں کسی قول یا فعل کی نسبت کسی تابعی یا اس سے نچلے طبقے کے کسی راوی کی طرف ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبیدہ السلمانی ؒ تابعی ہیں اور اس اثر کی سند عبیدہ السلمانی ؒ تک ''صحیح'' ہے۔ اس لیے ہم نے اس روایت کو آثارِ صحابہ و تابعین کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک جلیل القدر تابعی نے قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا سمجھا ہے' یا ان سے فیض پانے والے تابعین اور تبع تابعین نے اس آیت مبارکہ کا کیا معنی بیان کیا ہے۔ لہٰذا علامہ البانی ؒ کا اعتراض اس وقت بجا ہے جب اس روایت کو مرفوع بیان کیا جائے جبکہ مفسرین نے اسے مقطوع ہی بیان کیا ہے تو پھر علامہ البانی ؒ کا اعتراض بے جا ہے' لہٰذا یہ روایت ''مقطوع'' صحیح ہے۔

علامہ البانی ؒ کا دوسرا اعتراض

علامہ البانی ؒ اس اثر کے بارے دوسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روایت میں اضطراب ہے:

أنهم اضطربوا فی ضبط العین المکشوفة فیه فقیل "الیسری" کما رأیت وقیل "الیمنی" وهو روایة الطبری وقیل "إحدی عینیه" وهی روایة أخری له ومثلها فی "أحکام القرآن" للجصاص وغیرهما ذکره ابن تیمیه فی الفتاوی... لا یظهر إلا عیونهن لأجل رؤیة الطریق(۷)

''اس روایت کو بیان کرنے والوں کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کون سی آنکھ کھلی رہے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ عورت اپنی بائیں آنکھ کھلی رکھے گی' جیسا کہ آپ اس روایت کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دائیں آنکھ اور یہ طبری کی روایت ہے اور طبری کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کھلی رکھے گی۔ ایسی ہی روایت جصاص نے بھی احکام القرآن میں بیان کی ہے ۔ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں جو روایت بیان کی ہے... اس میں ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھے گی تاکہ راستے کو دیکھ سکے۔''

جواب اعتراض

حدیث مضطرب کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود الطحان ؒلکھتے ہیں:

أنه لا يسمى الحديث مضطرباً إلا إذا تحقق فيه شرطان وهما: ١) اختلاف روايات الحديث بحيث لا يمكن الجمع بينها ٢) تساوى الروايات فى القوة بحيث لا يمكن ترجيح رواية على أخرى أما إذا ترجحت إحدى الروايات على الأخرى أو أمكن الجمع بينها بشكل مقبول فان صفة الاضطراب تزول عن الحديث(٨)

''کسی بھی حدیث کو اس وقت تک مضطرب نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں ۔ ایک تو یہ کہ باہم متعارض روایات کا اختلاف ایسا ہو کہ ان کے درمیان کسی صورت میں بھی جمع ممکن نہ ہو ۔ دوسری بات یہ کہ یہ روایات قوت میں اس طرح مساوی ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ لیکن جب معاملہ ایسا ہو کہ ان باہم متعارض روایات میں ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو یا ان کے درمیان جمع کی کوئی مقبول صورت نکل سکتی ہو تو اس حدیث سے اضطراب کی علت ختم ہو جاتی ہے ۔''

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس اثر کو بیان کرنے میں مختلف راویوں نے جو اختلاف کیا ہے اس میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔

جمع کی صورت تو یہ ہے کہ اس اثر کو بیان کرنے میں راویوں کا جو اختلاف ہے اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نفس مسئلہ ممکن حد تک چہرے کو چھپانا ہے ۔اب چہرے کو چھپانے سے ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ عورت راستہ کیسے دیکھے گی۔ تو اس کے لیے بعض راویوں نے دائیں آنکھ ' بعض نے بائیں اور بعض نے دونوں کا تذکرہ کر دیا۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ مختلف اوقات میں ابن سیرین ؒ سے مختلف اقوال منقول ہوں' کیونکہ ان اقوال میںجو تعارض ہے وہ تضاد کا تعارضِ نہیں ہے۔نفس مسئلہ میں سب راوی متفق ہیں کہ چہرے کو چھپانا چاہیے' اختلاف اس میں ہے کہ

عورت راستہ دیکھنے کے لیے دائیں آنکھ کھولے گی یا بائیں یا دونوں۔ ہماری نظر میں ان تینوں صورتوں کی گنجائش موجود ہے' اور تینوں اقوال میں سے کسی قول کو بھی اختیار کرنے پر نفس مسئلہ پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

ترجیح کی صورت یہ ہے کہ ہم نے جو روایت بیان کی وہ روایت مسلسل ہے اور کسی روایت کا مسلسل ہونا راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور راویوں کے ضبط کی زیادتی وجوہات ترجیح میں سے ایک وجہ ترجیح ہے جس کی بنیاد پر کسی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمود الطحانؒ روایت مسلسل کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من فوائده اشتماله على زيادة الضبط من الرواة (۹)

''اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ راویوں کے ضبط کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابو عبیدہ السلمانی ؒ سے مروی مختلف روایات میں جمع بھی ممکن ہے اور ترجیح بھی۔ جب جمع اور ترجیح ممکن ہو تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے علامہ البانی ؒ کا اعتراض صحیح نہیں۔

علامہ البانی ؒ کا تیسرا اعتراض

علامہ البانی ؒ ابن سیرین ؒ کی اس روایت پر تیسرا اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مخالفة لتفسير ابن عباس للآية كما تقدم بيانه فما خالفه مطرح بلاشک(۱۰)

''یہ قول ابن عباسؓ کی تفسیر کے مخالف ہے' جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جو قول بھی ابن عباس کے قول کے مخالف ہو گا وہ مردود ہے (ابن عباس کے قول سے علامہ البانی کی مراد یہ قول ہے : أن يشددن جلابيبهن على جباههن)۔''

جواب اعتراض

علامہ البانی ؒ کا یہ اعتراض بھی بوجوہ درست نہیں ہے:

ا) ابن عباسؓ کا یہ قول صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور علامہ البانی ؒ نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔ علامہ البانی ؒ ابن جریر ؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وقال آخرون بل أمرن أن يشددن جلابيبهن على جباههن" وهذا وإن كان إسناده ضعيفاً فإنه أرجح من الأول لأمور(۱۱)

''بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی چادریں اپنی پیشانی پر اچھی طرح باندھ لیں۔ اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن یہ ابن عباس کے دوسرے قول سے چند امور کی وجہ سے راجح ہے۔''

ب) خود ابن عباسؓ سے ''آیۂ جلباب'' کی تفسیر میں جو اقوال مروی ہیں ان میں اختلاف ہے' اس لیے ابن عباس کا قول کیسے حجت ہو سکتا ہے جب کہ خود اس قول میں (علامہ البانی ؒ کے بقول) تعارض موجود ہو؟

183

ابن جریر طبری ؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کے دونوں اقوال نقل کیے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

۱) حدثنی علی قال حدثنا أبو صالح قال حدثنی معاویة عن علی عن ابن عباس قوله {يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ} أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن فی حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عيناً واحدة (۱۲)

''مجھ سے علی نے بیان کیا 'انہوں نے کہا ہم سے ابوصالح نے بیان کیا 'انہوں نے کہا مجھ سے معاویہ نے بیان کیا 'وہ علی سے اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ {يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ} میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام سے گھر سے باہر نکلیں تو وہ اپنے چہرے کو اپنے سر کے اوپر سے چادر لٹکا کر ڈھانپ لیں اور اپنی ایک آنکھ کھلی رکھیں۔''

۲) حدثنی محمد بن سعد قال حدثنی أبی قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس قولہ {یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ... وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا} قال كانت الحرة تلبس لباس الأمة فأمر (اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یُّدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ) وإدناء الجلباب أن تقنع وتشد علٰی جبینها(۱۳)

''مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا ' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا ' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا ' وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا ' وہ اپنے باپ سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ {یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ} سے لے کر {وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا} تک کے بارے میں ابن عباسؓ نے کہا کہ آزاد عورتیں لونڈیوں جیسا لباس پہنتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیا کہ وہ اپنے جلباب لٹکا لیا کریں۔ جلباب کو لٹکانے سے مراد یہ ہے کہ عورت چادر کو چہرے پر لپیٹ لے اور اس کو اچھی طرح اپنی پیشانی پر باندھ لے۔''

علامہ البانیؒ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے ' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرا قول پہلے قول کی نسبت زیادہ ضعیف ہے جس میں سوائے پہلے اور آخری راوی کے ' درمیان میں کسی راوی کے نام تک کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے مختلف اقوال مروی ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا حجت ہونا کسی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔

ج) حقیقت یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے یہ دونوں اثر باہم متعارض نہیں ہیں ' بلکہ ایک ہی معنی اور مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ ابن عباس کا پہلا قول بھی چہرہ چھپانے کے بارے میں ہے اور دوسرا قول بھی چہرہ چھپانے ہی کے بارے میں ہے۔ ''تَقَنَّعَ'' کے لغوی مفہوم میں چہرہ چھپانا بھی شامل ہے۔ جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے :

أن ترخی المرأة بعض جلبابها علی وجهها' تتقنع' حتی تتمیز من الأمة(۱۴)

'' عورت اپنے جلباب کا بعض حصہ اپنے چہرے پر لٹکائے گی ' یعنی گھونگھٹ نکال لے گی ' تاکہ آزاد عورت کی لونڈی

سے تمیز ہو سکے۔''

اسی طرح عبیدہ السلمانی ؒ کے اثر میں ہے:

قال ابن عون : بردائہ فتقنع بہ ' فغطی أنفہ وعینہ الیسری وأخرج عینہ الیمنی وأدنی رداء'ہ من فوق حتی جعلہ قریباً من حاجبہ أو علی الحاجب(۱۵)

''ابن عون نے اپنی چادر لی اور اس کا نقاب بنا لیا' اپنی ناک اور بائیں آنکھ ڈھانپ دی جبکہ دائیں آنکھ کو کھلا رکھا اور اپنی چادر کو سر سے نیچے کیا 'یہاں تک کہ اس کو ابرو تک کیا یا ابرو کو بھی چھپا لیا۔''

ابن حجر عسقلانی ؒ صحیح بخاری کی ایک روایت ''اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

قولہ (مُقَنّع) بفتح القاف والنون المشددة وھو کنایۃ عن تغطیۃ وجھہ بآلۃ الحرب

''مُقنّع'' قاف کی فتحہ اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس شخص نے اپنا چہرہ آلاتِ حرب سے ڈھانپ رکھا تھا۔''لہٰذا ثابت ہوا کہ ابنِ عباس ؓ کے دونوں قول ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ معنی چہرے کو چھپانا ہے۔ جب ابن عباس ؓ کے قول کا یہ معنی متعین ہو گیا تو ابن عباس کے قول اور ابن سیرین کے قول میں کوئی اختلاف نہ رہا۔ لہٰذا علامہ البانی ؒ کا یہ اعتراض باطل ہوا کہ ابن سیرین کا قول ابن عباس ؓ کے قول کے مخالف ہے۔ اس اثر پر علامہ البانی ؒ کے تمام اعتراضات کا ہم نے مدلل جواب دے دیا۔

فصل چہارم

چوتھا شبہ

پروفیسر خورشید عالم صاحب نے ہمارے مضمون پر یہ اعتراض بھی وارد کیا ہے کہ ہم نے آیۂ جلباب کے بیان میں تو مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں لیکن سورۃ النور کی آیت {وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا} کے بیان میں مفسرین کے اقوال نقل نہیں کیے۔ ہمارے ممدوح ناقد نے اپنے مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آیۂ جلباب اور سورۃ النور کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال میں تعارض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں مفسرین کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ مفسرین نے آیت جلباب اور سورۃ النور کی آیت کو مختلف اعتبارات سے جمع کیا ہے' جس کی چند ایک مثالیں ہم یہاں پیش کیے دیتے ہیں۔

پہلی جمع

بعض مفسرین نے چہرے کو عورت کے ستر میں شمار کرتے ہوئے آیت جلباب سے مراد چہرے کے پردے کا وجوب لیا ہے اور {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} سے کپڑے' انگوٹھی' سرمہ' خضاب وغیرہ کی زینت (یعنی ایسی زینت کہ جس کا ظہور چہرہ چھپانے کے منافی نہ ہو) مراد لی ہے۔ مثلاً:

۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تفسیر: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} سے مراد کپڑے لیے ہیں۔ جیسے:

عن عبد اللہ بن مسعود {وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ} قال لا خلخال ولا شنف ولا قرط ولا قلادۃ {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} قال الثیاب (۱۶)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ {وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ} سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنی پازیب' بالیاں اور ہار وغیرہ ظاہر نہ کریں' اور {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} سے مراد کپڑے ہیں۔''

---

۲) تفسیر بیضاوی: امام بیضاوی ؒ {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولۃ الأشیاء کالثیاب والخاتم فإن سترھا حرجاً وقیل المراد بالزینۃ مواضعھا علی حذف المضاف أو ما یعم المحاسن الخلقیۃ والتزینیۃ والمستثنی ھو الوجہ والکفان لأنھا لیست بعورۃ والأظھر إن ھذا فی الصلاۃ لا فی النظر فإن کل بدن الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر إلی شیء منھا إلا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ (۱۷)

''{اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} سے وہ کچھ مراد ہے جو مختلف اشیاء کے استعمال کے وقت ظاہر ہو جائے' مثلاً کپڑے اور انگوٹھی' کیونکہ ان کو چھپانے میں بہت زیادہ تنگی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں اور یہاں پر مضاف محذوف ہے' یا زینت سے مراد عام زینت ہے جس میں پیدائشی محاسن اور میک اپ دونوں شامل ہیں' اور استثناء سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں' کیونکہ یہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ یہ قول

نماز کے ستر کے بارے میں ہے نہ کہ نظر کے ستر کے بارے میں ' کیونکہ آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے 'شوہر کے علاوہ کسی اجنبی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھے سوائے ضرورت کے' مثلاً علاج معالجے کے لیے یا گواہی لینے کے لیے۔''

۳) تفسیر زاد المسیر: علامہ ابن جوزی ؒ{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفيه سبعة أقوال أحدها أنها ثياب رواه أبو الأحوص عن ابن مسعود وفى لفظ آخر قال هو الرداء ... والقول الأول أشبه وقد نص عليه أحمد فقال الزينة الظاهرة الثياب وكل شيء منها عورة حتى الظفر ويفيد هذا تحريم النظر إلى شيء من الأجنبيات لغير عذر فإن كان لعذر مثل أن يريد أن يتزوجها أو يشهد عليها فإنه ينظر فى الحالين إلى وجهها خاصة فأما النظر إليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء فى ذلک الوجه والكفان وغيرهما من البدن(۱۸)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کے بارے میں سات اقوال مروی ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔ یہ قول ابوالاحوص نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے ۔ ابن مسعودؓ کے اس قول کی بعض دوسری روایات میں چادر کے الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں ... پہلا قول صحیح ہے اور امام احمدؒ سے اسی کی صراحت ہے ۔امام احمدؒ نے کہا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد کپڑے ہیں 'کیونکہ عورت کا سارا جسم حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی اس کے ستر میں داخل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف بغیر عذر کے دیکھنا حرام ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے دیکھے 'مثلاً اس سے نکاح کرنے کے لیے' یا اس کے بارے میں گواہی دینے کے لیے 'تو ایسی صورت میں بھی صرف اس کے چہرے کو ہی دیکھے گا۔ بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے چاہے شہوت ہو یا نہ ہو۔ اور اس مسئلے پر چہرہ' دونوں ہاتھ اور باقی جسم سب کا ایک ہی حکم ہے۔''

---

۴) روائع البیان فی احکام القرآن : علامہ صابونی ؒ{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وجميع هذه النصوص تفيد حرمة النظر إلى الأجنبية ولا شک أن الوجه فيما لا يجوز النظر إليه فهو إذا عورة(۱۹)

''ان تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے۔''

۵) تفسیر ابن کثیر: امام ابن کثیرؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أی لا یظهرن شیئا من الزینة للأجانب إلا ما لا یمکن إخفاءہ قال ابن مسعود کالرداء والثیاب ... وقال ابن عباس وجهها وکفیها والخاتم وهذا یحتمل أن یکون تفسیرا للزینة التی نهین عن إبدائها کما قال ابن مسعود الزینة زینتان فزینة لا یراها إلا الزوج' الخاتم والسوار وزینة یراها الأجانب وهی الظاهر من الثیاب(۲۰)

''اجنبی مَردوں کے سامنے عورتیں کسی بھی قسم کی زینت کا اظہار نہ کریں سوائے اِس کے کہ جس کو چھپانا ناممکن ہو ۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ اس سے مراد چادر یا کپڑے ہیں... جبکہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد عورت کا چہرہ 'دونوں ہاتھ اور انگوٹھی ہے۔ ابن عباسؓ کے اس قول میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابن عباسؓ نے زینت کی جو تعریف کی ہے وہ (زینت ظاہرہ کی بجائے) اس زینت کے بارے میں ہے کہ جس کو ظاہر کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا۔ جیسا کہ ابن مسعود کا قول ہے کہ زینت دو قسم کی ہے: ایک وہ کہ جس کو دیکھنا سوائے شوہر کے اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے 'وہ انگوٹھی اور کنگن ہیں 'اور ایک زینت وہ ہے کہ جس کی طرف دیکھنا اجنبی مردوں کے لیے جائز ہے اور اس سے مراد کپڑوں کی ظاہری زینت ہے۔''

188

٦) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عند مزاولة الأشیاء کالثیاب والخاتم فان فی سترها حرجاً ... فاستثناء الوجه والکفین من عورة الحرة لیس إلا لأجل الصلاة ویدل علی عدم جواز بداء المرأة وجهها قولهٗ تعالیٰ : {یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ} (۲۱)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے مراد یہ ہے کہ مختلف اشیاء کو استعمال کرتے وقت کپڑے یا انگوٹھی ظاہر ہو جاتی ہے 'کیونکہ اُن کے چھپانے میں تنگی و مشقت ہے... استثناء سے جو آزاد عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں اس سے مراد نماز میں عورت کا ستر ہے پس (عام حالات میں) عورت کے لیے اپنے چہرے کو کھلا رکھنا جائز نہیں ہے ۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: {یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ}۔''

۷) تفسیر کلام المنان المعروف بتفسیر سعدی: علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أی الثیاب الظاهرة التی جرت العادة بلبسها إذا لم یکن فی ذلک ما یدعو إلی الفتنة (۲۲)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے مراد وہ ظاہری کپڑے ہیں کہ جن کو عام طور پر پہنا جاتا ہے' جب تک کہ ان کپڑوں میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو فتنے کا باعث ہو (یعنی کپڑے بھی سادہ ہونے چاہئیں)۔''

۸) أيسر التفاسير: شیخ ابوبکر جابر الجزائریؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فما لا يمكنها ستره وإخفاء ه كالكفين عند تناول شيء أو اعطائه أو العينين تنظر بهما وإن كان فى اليد خاتم وحناء وفى العينين كحل وكثياب الظاهرة من خمار على الرأس وعباء‘ة تستر الجسم فهذا معفوعنه إذ لا يمكنها ستره (۲۳)

’’اس سے مراد وہ زینت ہے کہ جس کا ستر اور چھپانا ناممکن ہو‘مثلاً دونوں ہاتھ ‘کیونکہ عورتیں کسی چیز کو لیتے وقت یا دیتے وقت ان کو استعمال کرتی ہیں‘ یا اس سے مراد دونوں آنکھیں ہیں کہ عورت ان سے رستہ دیکھتی ہے ۔ ہاتھوں کی زینت سے مراد انگوٹھی اور مہندی ہے اور آنکھوں کی زینت سرمہ ہے ۔ اسی طرح ظاہری کپڑے مثلاً سر پر اوڑھی ہوئی چادر اور وہ چادر جو سارے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے ‘ بھی اس میں شامل ہیں ‘یہ وہ زینت ہے کہ جس کے ظاہر ہونے پر کوئی پکڑ نہیں‘ کیونکہ اس کو چھپانا ناممکن ہے۔‘‘

---

۹) أضواء البيان: علامہ شنقیطیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں مروی دو اقوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أظهر القولين المذكورين عندى قول ابن مسعود أن الزينة الظاهرة هى ما لا يستلزم النظر إليها رؤية شيء من بدن المرأة الأجنبية وإنما قلنا هذا القول هو الأظهر لأنه هو أحوط الأقوال وأبعدها عن أسباب الفتنة وأطهرها لقلوب الرجال والنساء ولا يخفى أن وجه المرأة هو أصل جمالها رؤيته من أعظم أسباب الافتتان بها (۲۴)

’’میرے نزدیک اِن دو اقوال میں سے صحیح قول ابن مسعودؓ کا ہے کہ زینت ظاہرہ سے مراد ایسی زینت ہے کہ جس کی طرف دیکھنے سے اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھنا لازم نہ آتا ہو۔ ہم اس قول کو اس لیے بہتر قرار دے رہے ہیں کیونکہ یہ احتیاط کے زیادہ قریب ہے ‘اوراس قول کے اختیار کرنے میں فتنے کے اسباب سے زیادہ دُوری ہے اور اس کو اختیار کرنے میں مردوں اور عورتوں کے دلوں کی طہارت کا سامان ہے ۔اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ عورت کا چہرہ ہی دراصل اس کا اصل اور کُل حسن ہے ‘اور عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا عورتوں کے فتنے میں بتلا کرنے والے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔‘‘

۱۰) البحرالمحیط: علامہ ابوحیان الاندلسیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستثنى ما ظهر من الزينة والزينة ما تتزين به المرأة من حلى أو كحل أو خضاب فما كان ظاهرا منها كالخاتم والفتخة والكحل والخضاب فلا بأس بإبدائه للأجانب (۲۵)

’’زینت ظاہرہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور زینت سے مراد زیورات‘ سرمہ اور مہندی ہیں۔ پس جو زینت

ظاہرہ ہو مثلاً انگوٹھی، چھلّا، سرمہ اور مہندی وغیرہ، اگر عورت اس کو اجنبی مَردوں کے سامنے ظاہر کرے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

---

۱۱) معانی القرآن: امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراءؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} مثل الكحل والخاتم والخضاب (۲۶)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور مہندی ہے۔''

۱۲) فتح البیان: علامہ قنوجیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا يخفى عليك أن ظاهر النظم القرآنى النهى عن إبداء الزينة إلا ما ظهر منها كالجلباب والخمار ونحوهما مما فى الكف والقدمين من الحلية ونحوهما (۲۷)

''اور یہ بات آپ پر مخفی نہیں ہے کہ قرآن کا نظم اور ظاہر اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ عورت کو اپنی زینت کے اظہار سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے جو ازخود ظاہر ہو جائے، مثلاً جلباب یا دوپٹہ وغیرہ۔ اسی طرح وہ زیورات جو کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پائوں میں پہنتی ہیں وہ بھی زینت ظاہرہ میں داخل ہیں۔''

۱۳) تفسیر المراغی: امام احمد مصطفی المراغی {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أى ولا يظهرن شيئًا من الزينة للأجانب إلا ما لا يمكن إخفاءه مما جرت العادة بظهوره كالخاتم والكحل والخضاب (۲۸)

''اس سے مراد ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس چیز کے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو اور جو عادتاً ظاہر ہو جائیں، جیسے انگوٹھی اور سرمہ اور مہندی۔''

۱۴) تفسیر القرآن بکلام الرحمن: مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أى الثياب الظاهرة التى لا تخفى من النقاب وغيره لقوله تعالٰى: {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ} أى يسترن وجوههن وصدورهن بالنقاب وقت الذهاب وليس المراد بما ظهر الوجه واليدان لقوله تعالٰى: {قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ} (۲۹)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے مراد ظاہری کپڑے مثلاً نقاب وغیرہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول مبارک: {وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ} کا معنی یہ ہے کہ عورتیں گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور سینوں کو نقاب سے ڈھانپ لیا کریں۔

اور {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:{قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ} ''(اے نبیؐ!) مؤمنوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں۔''

۱۵) تفسیر ابن ابی حاتم: امام عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی ؒ{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں جلیل القدر تابعین مجاہد اور سعید بن جبیر کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ا) عن ابن جبير فی قول الله {وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا} يعنی الوجه والكفين فزينة الوجه الكحل وزينة الكفين الخضاب ولا يحل أن يرى منها غريب غير ذلک (۳۰)

''حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ {وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں۔ چہرے کی زینت سے مراد سرمہ ہے اور ہاتھوں کی زینت مہندی ہے۔ اور کسی اجنبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کی زینت میں اس کے علاوہ کچھ دیکھے۔''

ب) عن مجاهد {وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} قال الثياب والخضاب والخاتم والكحل (۳۱)

''مجاہد سے روایت ہے کہ زینتِ ظاہرہ سے مراد کپڑے، مہندی، انگوٹھی اور سرمہ ہے۔''

علاوہ ازیں امام نووی الجاویؒ نے ''مواح لبید'' میں، علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ نے ''تنوير المقباس فی تفسير ابن عباس'' میں، مولانا امین احسن اصلاحی نے ''تدبر القرآن'' میں، سید احمد حسن محدث دہلوی ؒنے ''احسن التفاسیر'' میں، مولانا مودودیؒ نے ''تفہیم القرآن'' میں اور مولانا صلاح الدین یوسف صاحب نے ''احسن البیان'' میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔

دوسری جمع

{إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} میں عورت کا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ بھی داخل ہیں' لیکن عورت ان کو قصداً کھلا نہیں رکھتی' بلکہ یا تو کسی حرکت کے تحت ان اعضاء کا کھل جانا مراد ہے یا پھر کسی ضرورت یا مجبوری کے تحت عورت کا ان اعضاء کو کھولنا مراد ہے۔ یہ جمع درج ذیل مفسرین نے بیان کی ہے:

---

۱) تفسیر ابن عطیہ: مشہور مفسر ابن عطیہؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویظهرلی بحکم الفاظ الآیۃ أن المرأۃ مأمورۃ بألاتبدی وأن تجتهد فی الإخفاء لکل ما هو زینۃ ویقع الاستثناء فی کل ما غلبها فظهر بحکم ضرورۃ حرکتہ فیما لا بدا منها وإصلاح شان فما ظهر علی هذا الوجہ فهو المعفی عنہ (۳۲)

''آیت کے الفاظ سے مجھے یہ لگتا ہے کہ عورت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ہر قسم کی زینت کو اچھی طرح چھپانے کی کوشش کرے۔ اور استثناء سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عورت پر غالب آجائے' مثلاً عورت کوئی ضروری حرکت کرے یا اپنا حلیہ ٹھیک کرنے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے تو وہ معاف ہے۔''

امام قرطبیؒ نے بھی ابن عطیہؒ کی اس جمع کو ''حسن'' کہا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

۲) روح المعانی: علامہ آلوسیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویکون المعنی إن ما ظهر منها من غیر إظهار کان کشفتہ الریح مثلاً فهن غیر مؤاخذات بہ فی دار الجزاء وفی حکم ذلک ما لزم إظهارہ لنحو تحمل شهادۃ ومعالجۃ طبیب (۳۳)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کا معنی یہ ہو گا کہ عورت کے جسم کا کوئی حصہ بغیر اس کا اظہار کیے خود بخود کھل جائے' جیسے ہوا سے کھل جانا' ایسے معاملات میں آخرت میں عورت سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ اور اس کے مفہوم میں وہ حصہ بھی شامل ہے کہ جس کا اظہار لازماً ہو جاتا ہو' مثلاً گواہی لینے کے لیے اور ڈاکٹر کے علاج کے لیے (عورت کا اپنے جسم کے کسی حصے کو ظاہر کرنا)۔''

۳) نظم الدّرر: امام بقاعیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أی کان بحیث یظهر فیشق التحرز فی إخفائہ فبدأ من غیر قصد کالسوار والخاتم والکحل فإنها لا بدلها من مزاولۃ حاجتها بیدها ومن کشف وجهها فی الشهادۃ ونحوها (۳۴)

''یعنی وہ چیز ظاہر ہو کہ جس کے چھپانے میں مشقت ہو اور بغیر ارادے کے ظاہر ہو' مثلاً کنگن' انگوٹھی اور سرمہ وغیرہ 'کیونکہ عورت کو مختلف اشیاء لینے دینے میں اپنا ہاتھ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح گواہی اور اس قسم کے دوسرے معاملات میں عورت کو اپنا چہرہ بھی کھولنا پڑتا ہے۔''

تیسری جمع

بعض مفسرین نے سورۃ النور کی آیت {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} سے مراد ہاتھ اور چہرہ لیا ہے' لیکن اس اظہارِ زینت کو اِس صورت میں جائز قرار دیا ہے جبکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

۱) تفسیر جلالین: صاحب تفسیر جلالین {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} وهو الوجه والكفان فيجوز نظرة لأجنبي إن لم يخف فتنة فى أحد وجهين والثانى يحرم لانه مظنّة الفتنة (۳۵)

''{اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} سے مراد ہاتھ اور چہرہ ہے۔اس لیے ایک اجنبی کے لیے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا ڈر نہ ہو۔یہ تو ایک تفسیر ہے'دوسری تفسیر کے مطابق عورت کے ان اعضاء کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے' کیونکہ عورت کے یہ اعضاء فتنے کا محل ہیں۔''

۲) التفسیر المنیر: ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والراجح فقهاً وشرعاً أن الوجه والكفين ليسا بعورة إذا لم تحصل الفتنة فإن خيفت الفتنة وحصلت المضايقة وكثر الفساق وجب ستر الوجه (۳۶)

''فقہ وشریعت کے اعتبار سے راجح قول یہی ہے کہ فتنے کی عدم موجودگی میں ہاتھ اورچہرہ ستر میں داخل نہیں ہیں ،لیکن اگر فتنے کا اندیشہ ہو اور عورتوں کو تنگ کیا جائے اور فُساق کی کثرت ہو جائے تو ایسے حالات میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا واجب ہے۔''

۳) البحر المدید: ابن عجیبہ الحسنیؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا} إلا ما جرت العادة إظهارها وهو الوجه والكفان إلا لخوف الفتنة (۳۷)

''{اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}سے مراد وہ کچھ ہے جس کا عورت کی طرف سے عادتاً اظہار ہوتا ہو اور یہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔''

پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے بھی ''ضیاء القرآن'' میں اسی جمع کو اختیار کیا ہے۔علمائے احناف بھی اسی جمع کو اختیار کرتے ہوئے عورتوں کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

چوتھی جمع

بعض مفسرین نے {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عورت کے ستر اور حجاب میں فرق ہے ۔ ستر عورت کا وہ پردہ ہے جو وہ گھر میں اختیار کرے گی اور یہ پردہ سورۃ النور میں بیان ہوا ہے' جبکہ حجاب عورت کا گھر سے باہر کا پردہ ہے اور حجاب کا بیان سورۃ الاحزاب میں ہے۔

۱) ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزادؒ {اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''علماء نے {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} کی تفسیر میں فقہی موشگافیاں بھی کی ہیں اور لکھا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں' لہٰذا ان کا کھلا رکھنا جائز ہے۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ زیر بحث آیت میں ستر کا بیان ہے 'حجاب کا نہیں اور حجاب ستر سے زائد ایک چیز ہے جو غیر محرم مردوں اور عورتوں کے درمیان حائل کر دیا گیا 'لہٰذا دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔''(۳۸)

۲)تذکیر القرآن : علامہ وحید الدین خان {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خواتین کے سلسلے میں احکام دو پہلوئوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک وہ جن کا عنوان ستر ہے اور دوسرے وہ جن کا عنوان حجاب ہے۔ ستر کا تعلق جسم کے پردے سے ہے' یعنی عورت خواہ گھر کے اندر ہو یا گھر سے باہر 'اس کے لیے اپنے بدن کا کون سا حصہ کس کے سامنے اور کن حالات میں کھلا رکھنا اور کب کھلا رکھنا جائز ہے۔ حجاب کا تعلق باہر کے پردے سے ہے' یعنی اس مسئلے سے شریعت نے عورت کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان آیات میں بنیادی طور پر ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ حجاب کا مسئلہ آگے سورۃ الاحزاب میں ہے۔''(۳۹)

مولانا مودودی نے بھی ''تفہیم القرآن'' میں اس جمع کو بیان کیا ہے ۔

پانچویں جمع

بعض مفسرین نے {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا}کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد تو ہاتھ اور چہرہ ہی ہے 'لیکن اس زینت کو ایک عورت صرف اپنے ان محارم کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے جن کا ذکر آگے آیت میں ہو رہا ہے' اجنبی افراد کے سامنے نہیں۔

معارف القرآن : مولانا ادریس کاندھلوی ؒ{اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا}کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''زینت کے معنی آرائش اور زیبائش کے ہیں خواہ خلقی اور قدرتی ہو' جیسے چہرہ اور دونوں ہاتھ اور ہتھیلیاں' یا مصنوعی اور اختیاری ہو' جیسے پوشاک اور زیور' یہ سب چیزیں زینت ظاہرہ یعنی {اِلاَّ مَا ظَھَرَ مِنْھَا} میں داخل ہیں جن کا اظہار سوائے محارم کے کسی کے سامنے جائز نہیں' جن کا ذکر آئندہ آیت میں آنے والا ہے۔''(۴۰)

چھٹی جمع

چھٹی جمع وہ ہے جو غامدی صاحب نے پیش کی ہے ۔وہ یہ کہ سورۃ الاحزاب میں نازل شدہ حکمِ جلباب کو ایک وقتی اور تدبیری حکم مانا جائے۔ پروفیسر خورشید عالم صاحب نے بھی غامدی صاحب کی اس جمع کو اختیار کیا ہے۔ اس جمع کی بنیاد وہ ''کہانی'' ہے جس کو غامدی صاحب نے قانونِ معاشرت سے متعلقہ اپنے لیکچرز میںبیان کیا ہے' جس کا جواب ہم صفحات گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

فصل پنجم

پانچواں شبہ

ششماہی ''منہاج '' (جولائی تا دسمبر ۲۰۰۵ء) میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر صاحب کا طویل مقالہ حجاب کے موضوع پر شائع ہوا۔اس کا تفصیلی جواب ہماری طرف سے ''منہاج''(جنوری تاجون ۲۰۰۶ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالے میں پروفیسر صاحب نے آیت جلباب کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں ''ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین''کا حکم حجاب کا سبب ہے اور سبب کے بارے میں اصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب سبب ہوگا تو حکم ہوگا اور جب سبب نہیں ہوگا تو حکم بھی نہیں ہوگا اس لیے آپؐ کے زمانے میں تو یہ سبب موجود تھا اس لیے حجاب کا حکم بھی تھا 'آج یہ سبب موجود نہیں ہے اس لیے حجاب کا حکم بھی نہیں ہو گا۔
سبب اور حکمت کا فرق

پروفیسر صاحب نے ''ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین'' کو سبب بنایا ہے حالانکہ اصولیین کی اصطلاح میںاسے ''حکمت'' یا ''مصلحت'' کہتے ہیں۔ڈاکٹر عبد الکریم زیدان ''حکمت'' کے بیان میں لکھتے ہیں:

وإنما شرعت لمصلحة العباد فی العاجل والآجل وهذا المصلحة المقصودة أما جلب منافع لهم ،وأما دفع أضرار ومفاسد ورفع حرج عنهم ۔۔۔فالقرآن الکریم غالباً ما یقرن بحکمه الحکمة الباعثة علی تشریعه من جلب نفع أو دفع ضرر فحکمة الحکم :هی المصلحة من جلب نفع أودفع ضرر أراد الشارع تحقیقها بتشریع ذلک الحکم إلا أن الملاحظ: أن الشریعة، غالباً، لا تربط الحکم بحکمتة وجودًا وعدمًا...وقد تکون الحکمة أمرا غیر منضبط،أی یختلف باختلاف الناس وتقدیرهم، ولا یمکن بناء الحکم علیه لأنه یؤدی إلی الاضطراب والفوضی فی الأحکام فلا یستقیم أمر التکلیف ولا یطرد ولا ینضبط وتکثر الادعات للتحلل من الأحکام(۴۱)

''حقیقت یہ ہے کہ احکام شرعیہ بندوں کی مصلحت کے لیے دیے گئے ہیں خواہ ان کا فائدہ فوراً ہو یعنی دنیا میں یا کچھ دیر بعد یعنی آخرت میں۔اس مصلحت سے مقصود ،یا تو بندوں کے لیے منفعت کا حصول ہے یا ان سے نقصانات ،مفاسد اور تنگی کو دور کرنا ہے۔۔۔ قرآن مجید اکثر اوقات اپنے حکم کے ساتھ اس حکمت کا بھی ذکر کرتا ہے جو اس حکم کی تشریع کے لیے محرک ہو یعنی حصول منفعت یا دفع مضرت۔۔۔پس حکمت سے مراد وہ مصلحت ہے جو حصول منفعت یا دفع مضرت کی صورت میں ہوتی ہے جس کو شارع اس حکم کی تشریع کے ساتھ وجود میں لانا چاہتے ہیں۔تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ شریعت نے حکم کو اس کی حکمت کے ساتھ اکثر احکام میں 'وجود یا عدم کے اعتبار سے براہ راست مربوط نہیں کیا ہے۔۔۔اور بعض اوقات حکمت غیر منضبط ہوتی ہے یعنی لوگوں کے اختلاف اور ان کے اندازوں میں تبدیلی سے یہ بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت حکم کی بنیاد اس پر نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ ایسی صورت میں حکمت کو حکم کی بنیاد بنانا انتشار اور بدنظمی کا باعث بنتا ہے ۔اس صورت میں مکلف ہونے کا حکم ایک چیز پر قائم نہیں رہتا اور نہ ہی اس میں عمومیت آسکتی ہے اور نہ ہی اس کو منضبط کیا جا سکتا ہے اور احکام سے راہ فرار اختیار کرنے کے بہت سے دعوے ہو سکتے ہیں ۔''

ہماری مذکورہ بالا اس بحث سے درج ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں:

۱)حکمت سے مراد جلب منفعتِ اور دفع ضرر ہے ۔اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ''ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین'' میں دفع ضرر

کی بات ہو رہی ہے اس لیے یہ حکمت ہے نہ کہ سبب ۔
۲)'حکمت' غیر منضبط ہوتی ہے،یعنی اگر اس کی بنیاد پر حکم جاری کیا جائے تو وہ حکم مختلف اشخاص کے اعتبار سے تبدیل ہوتا رہے گا جبکہ ''سبب'' کے بارے میں اصولیین نے لکھا ہے کہ سبب ایک منضبط وصف ہوتا ہے یعنی اس پر اگر کسی حکم کی بنیاد رکھی جائے تو وہ حکم سب کے لیے ایک ہی ہو گا۔اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ''ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین'' ایک غیر منضبط وصف ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر حکم بعض مکلفین کے حق میں باقی رہتا ہے جبکہ بعض مکلفین کے حق میں باقی نہیں رہتا۔اس لیے یہ ''سبب'' نہیں، حکمت ہے۔
۳)حکم کی بنیاد حکمت پر نہیں رکھی جاتی بلکہ علت پر رکھی جاتی ہے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ بعض اوقات حکمت ہی علت بن جاتی ہے۔یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ حکمت ایک منضبط وصف ہو۔ حکمت اور علت میں اصل فرق انضباط کا ہے۔ حکمت اگر منضبط ہو جائے تو وہ علت بن جاتی ہے۔
۴) اگر حکمت ایک غیر منضبط وصف ہو تو اس پر احکام کی بنیاد رکھنے کا مطلب ہے احکام سے

راہ فرار اختیار کرنا اورشرعی احکامات کو اڑانا،جیسا کہ پروفیسر صاحب نے مذکورہ مسئلے میں حکمت کو بنیاد بنا کر حکم حجاب کا انکار ہے ۔یہ واضح رہے کہ بعض استثنائی مسائل میں حکمت کو بھی علت بنایا جاسکتا ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ کا موقف ہے لیکن اس کی حدود و قیود اور اصول و ضوابط ہیں کہ جن میں بہت تفصیل ہے جس کا یہ مقام متحمل نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کی طرف اشارہ کرنے کے بعد آگے چلتے ہیں۔

۵) اضافی طور پر یہ بات ہمارے علم میں ہونی چاہیے کہ اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہوکہ عقل اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہو تو اس سبب کو''علت''کہتے ہیں اور اگر کسی حکم کا سبب ایسا ہو کہ عقل اس (سبب)کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک نہ کر سکتی ہوتو اس سبب کو صرف ''سبب'' کہتے ہیں۔مثلا سفر روزہ افطار کرنے کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن ہے اس لیے یہ سبب علت ہے جبکہ سورج کا غروب ہونا مغرب کی نماز کے وجوب کا سبب ہے لیکن یہ سبب ایسا ہے کہ اس کے اور حکم کے درمیان مناسبت کا ادراک عقل سے ممکن نہیں ہے اس لیے اسے صرف سبب کہیں گے۔سبب ا ور علت میں اصل فرق مناسبت کا ادراک کا ہے ۔ بفرض محال ''ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین''کو اگر پروفیسر صاحب کے کہنے کے مطابق سبب مان بھی لیا جائے تو پھر بھی یہ سبب نہیں کہلائے گا کیونکہ عقل اس کے درمیان اور حکم حجاب کے درمیان مناسبت کا ادراک کر سکتی ہے ایسی صورت میں اس کو علت کہیں گے نہ کہ سبب۔

خلاصہ کلام یہ کہ 'ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین' حکم حجاب کی حکمت یا مصلحت ہے جس سے شارع کا مقصد دفع ضرر ہے ۔اس حکمت کے غیر منضبط ہونے کی وجہ سے اس کو نہ تو علت بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی سبب، کیونکہ علت اور سبب دونوں ہی منضبط وصف ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی ؒ نے بھی 'ذلک أدنی أن یعرفن فلایؤذین' کو حکمت قرار دیا ہے وہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الحکمۃ من أمر الحرائر بالتستر ألا یختلطن بالإماء فإذا عرفن لم یقابلن بأدنی معارضۃ مراعاۃ لرتبۃ الحریۃ فتنقطع الأطماع عنھن(۴۲)

''آزاد عورتوں کو حجاب کا حکم دینے کی حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ آزاد عورتیں لونڈیوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوجائیں ۔جب آزاد عورتوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا کہ وہ آزاد ہیں تو پھر انھیں کسی قسم کی معمولی سی تکلیف بھی نہ دی جائے گی تاکہ آزاد عورتوں کے مقام کا لحاظ رکھا جائے اور ان سے ہر قسم کی غلط امیدیں ختم ہو جائیں۔ ''

فصل ششم

چھٹا شبہ

عام طور پر عوام الناس اور بعض اسکا لرز کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کے لیے چہرے کا پردہ ضروری ہے تو پھر قرآن میں ''غض بصر'' کا جو حکم آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر ہم قرآن کی اس آیت کو اس کے سیاق وسباق میں سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ شبہ دور ہوجاتا ہے۔ ''غض بصر'' کا حکم سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں بیان ہوا ہے جبکہ سورۃ النور کی چار آیات (۲۷ تا ۳۱) کا موضوع ایک ہی ہے۔ ان آیات میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر داخل ہونے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ ان آیات کا آغاز یوں ہوتا ہے:

{یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿ ۲۷ ﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿ ۲۸ ﴾ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿ ۲۹ ﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿ ۳۰ ﴾ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿ ۳۱ ﴾} (النور)

''اے وہ لوگو! جو ایمان لے کر آئے تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت نہ طلب کرلو اور اہل خانہ پر سلامتی نہ بھیج لو' یہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پس اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ گھر میں کوئی بھی نہیں ہے تو بغیر اجازت کے گھر میں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے جایا کرو' یہ تمارے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ

جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم ان غیر رہائشی گھروں میں (بغیر اجازت کے) داخل ہو کہ جن میں تمہارے لیے نفع ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔(اے نبیؐ!)آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیں وہ اپنی نظروں کو دبا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے'یقینا اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو وہ کر رہے ہیں ۔ (اے نبیؐ!)کہہ دیں مؤمن عورتوں سے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو پست رکھیں' اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے' اور اپنی چادروں کے پلو اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (میل جول کی) عورتوں کے یا اپنے لونڈی غلام کے یا اُن زیردست مردوں کے جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں یا اُن بچوں کے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور وہ اپنے پائوں (زمین پر) مار کر نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہوجائے۔ اور تم سب مل کر اللہ کے ہاں توبہ کرو اے اہل ایمان! شاید کہ تم فلاح پا جائو۔''

ان آیات میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں داخل ہونے کے درج ذیل آداب سکھائے گئے ہیں:

۱) بلا اجازت اور سلام کیے بغیر نہیں داخل ہونا چاہیے 'جیسا کہ آیت ۲۷ میں بیان ہوا ہے ۔

۲) اگر اہل خانہ گھر پر موجود نہ ہوں تو گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے 'جیسا کہ آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے۔

۳) اگر اہل خانہ مصروف ہوں یا کسی اور وجہ سے فوراً ملاقات نہ کر سکتے ہوں اور ملاقاتی سے معذرت کر لیں تو ملاقاتی کو ان کی معذرت قبول کرنی چاہیے اور ملاقات پر اصرار نہیں کرنا چاہیے 'جیسا کہ آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے۔

۴)وہ گھر جو کہ ذاتی رہائش کی جگہیں نہ ہو مثلاً ہوٹل 'سرائے وغیرہ وہا بغیر اجازت داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ آیت ۲۹ میں بیان ہوا ہے۔ یہ آیت درمیان میں ایک جملہ معترضہ ہے کیونکہ سابقہ آیات میں ان گھروں میں داخل ہونے کے آداب بتائے جا رہے ہیں جو رہائشی ہوں اور اس سلسلے میں سب سے پہلی تعلیم یہ دی گئی کہ بغیر

اجازت کسی رہائشی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیے جس پر مخاطب کے ذہن میں خود بخود ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر غیر رہائشی گھروں کا کیا حکم ہے ؟اس سوال کا جواب آیت ۲۹ میں دیا گیا ہے ۔

۵) کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہوتے وقت مسلمان مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو دبا کر رکھیں ‘جیسا کہ آیت ۳۰ میں بیان ہوا ہے کیونکہ گھر کی خواتین کو گھر کے کام کاج کرنے ہیں یا مہمان نوازی کرنی ہے یا بچوں کی دیکھ بھال کے لیے حرکت کرنی ہے تو ان اور ان جیسے تمام دوسرے کاموں کے دوران خواتین کے لیے عموماً اپنے چہرے اور سر وغیرہ کی زینت چھپانا مشکل ہوتا ہے ۔اس لیے ایک طرف تو خواتین کو یہ حکم دیا کہ اس مشقت کے باوجود اپنی زینت کو چھپانے کی انتہائی کوشش کریں اور اس کوشش کے باجود بھی اگر ان کے چہرے یا جسم کا کوئی دوسرا حصہ کام کاج کے دوران کسی حرکت کی وجہ سے کھل جاتا ہے تو اس کی رخصت ہے ‘جیسا کہ آیت ۳۱ میں ہے ۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ گھر میں موجود نامحرم مردوں کو بھی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہ کو آوارہ اور کھلانہ چھوڑیں بلکہ دبا کر رکھیں تاکہ خواتین کے چہرے وغیرہ کا ستر اگر کسی حرکت کی وجہ سے کھل بھی جائے تو اس پر نظر نہ پڑے اور اگر ایک آدھ دفعہ اتفاقاً کوئی ایسی نگاہ پڑ بھی جائے تو فوراً لوٹا لے جیسا کہ حضرت علیؓ وغیرہ کی احادیث میں آیا ہے۔یہ اس آیت اور اس کے مفہوم کی احادیث کا اصل محل و مقام ہے۔

علاوہ ازیں کسی مسلم معاشرے میں غیر مسلم خواتین بھی ہوتی ہیں جو اپنے چہرے کو نہیں چھپاتیں‘اسی طرح ایک مسلمان معاشرے میں کئی ایسے مقامات ہیں کہ جہاں عورت کو ضرورت کے تحت اپنا چہرہ یا بعض دوسرے اعضاء کھولنے پڑتے ہیں مثلاً کسی ہسپتال میں ڈاکٹر کے سامنے یا کسی عدالت یاقاضی کے سامنے گواہی کے لیے‘یا کسی جنگ کے دوران میدانِ جنگ میں ۔

اسی طرح ایک باپردہ خاتون کو بیسیوں ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ جن میں اس کے چہرے یا بعض دوسرے اعضاء کا ستر بغیر کسی ارادے کے جسم کی کسی حرکت کی وجہ سے یا ہوا کی حرکت سے یا گود میں اٹھائے ہوئے بچے کو سنبھالتے ہوئے کھل جاتا ہے تو یہ تمام مقامات بھی ’غض بصر‘ اور اس مفہوم کی احادیث کے حکم میں شامل ہیں ۔

حواشی

۱) ماہنامہ اشراق ' مئی ۱۹۹۲ء' ص ۶۰

۲) چہرے کا پردہ: ص ۶۷' مرتبہ انجینئر نوید احمد' انجمن خدام القرآن سندھ

۳) المستدرک علی الصحیحین: ۱/ ۴۵۴

۴) موطا اِمام مالک' کتاب الحج' باب وإنما یعمل الرجل مادام حیاً

۵) تدبر قرآن: ۶/ ۲۷۰' فاران فاؤنڈیشن' لاہور

۶) الردا لمفحم: ص ۲۸

۷) أیضاً: ص ۲۹

۸) تیسیر المصطلح الحدیث: ص ۱۱۱-۱۱۲' ڈاکٹر محمود الطحان

۹) أیضاً: ص ۱۸۷

۱۰) الردا لمفحم: ص ۲۹

۱۱) أیضاً: ص ۲۶

۱۲) تفسیر طبری: سورۃ الاحزاب : ۵۹

۱۳) أیضاً

۱۴) تفسیر کشاف: الأحزاب : ۵۹

۱۵) تفسیر طبری: سورۃ الاحزاب : ۵۹

۱۶) المستدرک علی الصحیحین: ۲/۳۹۷

۱۷) تفسیر بیضاوی: ۲/۹۸، مطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی

۱۸) زاد المسیر: ۶/۳۱-۳۲

۱۹) روائع البیان فی احکام القرآن: ۲/۱۵۶، علامہ صابونی

۲۰) مختصر تفسیر ابن کثیر: ۲/۶۰۰، دار القرآن الکریم، بیروت

۲۱) التفسیر المظھری: ۶/۴۹۵-۴۹۶، بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ

۲۲) تفسیر سعدی: ۵/۴۱۰، الریاض

۲۳) شیخ ابوبکر الجزائری: ص ۲۳۴، جدۃ، سعودی عرب

۲۴) أضواء البیان: ۶/۲۰۰

۲۵) البحر المحیط: ۶/۴۴۷

۲۶) معانی القرآن: ۲/۲۴۹، دار السرور

۲۷) فتح البیان: ۹/ ۲۰۵

۲۸) تفسیر المراغی: ۱۶/ ۹۹، دار إحیاء التراث العربی، بیروت

۲۹) تفسیر القرآن بکلام الرحمن: ص ۴۶۷، دار السلام، ریاض

۳۰) تفسیر ابن ابی حاتم: ۳/ ۲۵۷۵

۳۱) أیضاً

۳۲) المحرر الوجیز: ۱۰/ ۴۸۸-۴۸۹

۳۳) روح المعانی: ۱۸/ ۱۴۱

۳۴) نظم الدرر: ۱۳/ ۲۵۹

۳۵) تفسیر جلالین: ص ۳۵۴، تاج کمپنی لمیٹڈ

۳۶) التفسیر المنیر: ۱۸/ ۲۱۷، دار الفکر، دمشق

۳۷) البحر المدید: ۵/ ۶۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۸) ترجمان القرآن: ۳/ ۲۰، إسلامی أکادمی، لاہور

۳۹) تذکیر القرآن: ۲/ ۱۹۲، فضلی سنز، کراچی

۴۰) معارف القرآن: ۵/۱۱۸، مکتبہ عثمانیہ، جامعۃ اشرفیہ، لاہور

۴۱) الوجیز فی اصول الفقہ: ص ۲۰۲-۲۰۳، الدکتور عبد الکریم زیدان

۴۲) التفسیر المنیر: ۲۲/۱۱۰، دار الفکر، دمشق

فصل ہفتم

ساتواں شبہ

پروفیسر خورشید عالم، علامہ البانیؒ اور چہرے کا پردہ

ماہنامہ ''اشراق'' مارچ ۲۰۰۹ء کے شمارے میں پروفیسر خورشید عالم صاحب کا مضمون ''چہرے کا پردہ: احادیث و آثار کی روشنی میں'' شائع ہوا۔ ایک زمانے میں جبکہ پروفیسر صاحب چہرے کے پردے کے موضوع پر ماہنامہ ''اشراق'' میں لکھ رہے تھے، ہم نے انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر واقعتا وہ اس موضوع پر کوئی سنجیدہ اور علمی کام

کرناچاہتے ہیں تو وہ علامہ البانی ؒکی کتابوں ''جلباب المرأة المسلمة'' اور ''الرد المفحم'' کا ترجمہ کر دیں۔ بہر حال اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کے بعد پروفیسر صاحب کو اس کا احساس پیدا ہو ہی گیا ہے تو یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ پروفیسر صاحب کے ''اشراق'' میں شائع شدہ حالیہ مضمون میں علامہ البانی ؒکی ان دو کتابوں میں بیان شدہ احادیث اور آثار کا ترجمہ اور تشریح شائع کی گئی ہے۔

پروفیسر صاحب حقیقت کو چھپانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اپنے حالیہ مضمون میں انہوں نے علامہ البانی ؒکے صحیح موقف پر پردہ ڈالنے کے لیے زبان وبیان کی تمام صلاحیتیں کھپا دی ہیں۔پروفیسر صاحب جب ماہنامہ ''اشراق'' میں چہرے کے پردے پر مضامین لکھ رہے تھے یا بعد میں انہوں نے ان مضامین کو ایک کتابی شکل میں شائع کیا یا حال ہی میں انہوں نے ایک نیا مضمون اس موضوع پر لکھا' ان کی اس ساری تحقیق کا مرکزو محور علامہ البانی ؒاور ان کے دلائل ہیں لیکن مجال ہے کہ اپنے سلسلہ مضامین یا کتاب یا اپنے حالیہ مضمون میں انہوں نے علامہ البانی ؒکے موقف کو صحیح طور پر نقل کیا ہو۔پروفیسر صاحب خود بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مسئلے میں علامہ البانی ؒسے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے لیکن علامہ البانی ؒکے وہ دلائل تو دھڑا دھڑ نقل کر دیتے ہیں جو چہرے کے پردے کے عدم وجوب کے بارے میں ہیں جبکہ چہرے کے پردے کے استحباب کے بارے میں علامہ البانی ؒکے بیان کردہ دلائل یا موقف کو وہ ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

ہم نے پروفیسر صاحب کو اپنی تحریروں میں بعض دفعہ متوجہ بھی کیا لیکن انہوں نے اس کے باوجود کتمان حقیقت کے اپنے اس مشن کو جاری رکھا۔ذیل میں ہم پروفیسر صاحب کے حالیہ مضمون کا بھانڈا پھوڑ رہے ہیں جس میں انہوں نے علامہ البانی ؒکا ایسا موقف بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ درحقیقت ان کا نہیں ہے۔پروفیسر صاحب اپنے حالیہ مضمون کا خلاصہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ البانی کی رائے کے مطابق چہرے اور ہاتھوں کو نہ عادتاً چھپایا جا سکتا ہے' نہ عبادتاً۔'' (ماہنامہ ''اشراق'' مارچ ۲۰۰۹: ص ٦٧)

اب علامہ البانی ؒکی اس مسئلے پر عبارتیں ملحوظ فرمائیں:

علامہ البانی ؒفرماتے ہیں:

" نلفّت نظر النساء المؤمنات إلى أن كشف الوجه وإن كان جائزا فستره أفضل۔" (حجاب المرأة المسلمة : ص ۵)

''ہم عورتوں کو اس بات کی توجہ دلاتے ہیں کہ چہرہ کھلا رکھنے کا اگرچہ جواز ہے لیکن اس کا ڈھانپنا افضل ہے۔ ''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

" فمن حجب ذلک أی الوجه والكفين أيضا منهن' فذلک ما نستحبه وندعو إليه۔"(حجاب المرأة المسلمة : ص۸)

''جس نے ان دونوں یعنی چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپا تو اسی بات کو ہم مستحب سمجھتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"ویقابل هؤلاء طائفة أخرى يرون أن ستره بدعة وتنطع فى الدين' كما قد بلغنا عن بعض من يتمسک بما ثبت فى السنة فى بعض البلاد اللبنانية ' فإلى هؤلاء الاخوان وغيرهم نسوق الكلمة التالية ليعلم أن ستر الوجه والكفين لہ أصل فى السنة' وقد كان معهودا فى زمنہﷺ۔۔۔(حجاب المرأة المسلمة : ص ۲۷)

''اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جن کا خیال یہ ہے کہ چہرے کا پردہ بدعت ہے اور دین میں ایک نئی ایجاد ہے ۔جیساکہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ لبنان کے بعض علاقوں کے رہنے والے حاملین سنّت نے بھی ایسی بات کہی ہے ۔ ہم اپنے ان بھائیوں اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی ذیل میں چند دلائل بیان کرتے ہیں جس سے یہ

بات واضح ہو جائے گی کہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کے ڈھانپنے کی اصل قرآن و سنّت میں موجود ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ ڈھانپتی تھیں...''

اس کے بعد علامہ البانی ؒ نے گیارہ کے قریب احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنی اس بحث کو واضح فرمایا جن کی اسناد اور ان کی تحقیق ''حجاب المرأة المسلمة'' کے صفحات ۴۷ تا ۵۳ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

علامہ البانی ؒ کی جو آخری کتاب حجاب کے موضوع پر شائع ہوئی اس کا عنوان درج ذیل ہے:

" الرد المفحم 'على من خالف العلماء وتشدد وتعصب'وألزم المرأة بستر وجهها وكفيها وأوجب ولم يقتنع بقولهم:أنه سنة ومستحب"

'' اس شخص کا منہ توڑ جواب جس نے تشدد اور تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کی مخالفت کی اور عورت کے لیے اس کے چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب قرار دیا اور اس نے علماء کے اس قول پر اکتفا نہ کیا کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو ڈھانپنا سنت اور مستحب ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ علامہ البانی ؒ کا آخری موقف بھی یہ تھا کہ چہرے کا پردہ مستحب ہے نہ کہ واجب' جبکہ پروفیسر صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تو مسلمان عورتوں کے چہروں کے پردے اتروانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔پروفیسر صاحب اس موضوع پر اپنی حالیہ کتاب کا انتساب اپنی والدہ کی طرف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''انتساب اپنی والدہ مرحوم کے نام جنہوں نے گاؤں میں اور پھر شہر میں کھلے چہرے کے ساتھ انتہائی پاکیزہ زندگی گزاری۔''(چہرے کا پردہ: واجب یا غیر واجب' پروفیسر خورشید عالم' دار التذکیر)

دوسری طرف علامہ البانی ؒ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

" فبينا ما يجب على المرأة وما يحسن بها' من التزم الواجب فبها ونعمت' من أخذ بالاحسن فهو أفضل وهذا هو الذى التزمته عمليا مع زوجى' وأرجواالله تعالى أن يوفقنى لمثله مع بناتى حين يبلغن۔" (حجاب المرأة المسلمة : ص ۷)

''پس ہم نے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ عورت کے لیے کیا واجب ہے اور کیا مستحسن ہے۔ جس نے واجب کو مضبوطی سے پکڑا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اور وہ بہتر ہے 'اور جس نے احسن(یعنی چہرے کے پردہ) کو پکڑا تو وہ افضل ہے۔ اور یہ (چہرے کا پردہ) وہی ہے جس کا التزام میں نے ازدواجی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ کیا

ہے اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے اسی بات (چہرے کے پردے) کی اپنی بیٹیوں کے بارے میں بھی توفیق دے جب وہ جوان ہو جائیں۔''

کیا اس تقابلی مطالعے کے بعد بھی کوئی پروفیسر صاحب کے اس دعوے پر یقین رکھ سکتا ہے کہ چہرے کے پردے کے بارے میں ان کا موقف بھی وہی ہے جو علامہ البانی ؒ کا ہے۔علامہ البانی تو مسلمان عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کے داعی ہیں جبکہ پروفیسر صاحب مسلمان عورتوں کے نقاب اتروانے کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں۔

پروفیسر صاحب کو ابھی تک ہمت نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی ہو گی کہ وہ اپنے کسی مضمون میں یہ لکھ سکیں کہ وہ چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتے ہیں۔پروفیسر صاحب اپنے ہر مضمون میں بار بار کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ غیر واجب ہے۔غیر واجب کا مطلب کیا ہے؟ غیر واجب یا تو مستحب ہو گا یا مباح ہو گا یا مکروہ ہو گا یا حرام بھی ہو سکتا ہے۔اگر پروفیسر صاحب کی غیر واجب سے مراد مستحب ہے تو اس کو اپنے کسی مضمون میں لکھ کیوں نہیں دیتے؟ اپنی کتاب کا عنوان یہ کیوں نہیں رکھتے ''چہرے کا پردہ: واجب یا مستحب۔'' پروفیسر صاحب در حقیقت علامہ البانی ؒ جیسے سلف کے موقف کو اپنے بدعتی موقف کے ساتھ خلط ملط کرنا چاہتے ہیں۔اس مقصود کے حصول کے لیے وہ غیر واجب جیسی مبہم اصطلاحات کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔

علامہ البانی ؒ چہرے کے پردے کو مستحب سمجھتے ہیں اور مستحب کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کو نہ کیا جائے یا اس کے نہ کرنے کی لوگوں کو دعوت دی جائے۔ مثلاً پانچ نمازوں کی سنن ہیں، اب سنن کے مستحب ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کے چھوڑنے کو افضل سمجھے اور ان کی ادائیگی کو مشقت قرار دیتے ہوئے امت مسلمہ کو ان کے چھوڑنے کی تلقین کرے۔پروفیسر صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ زبانی کلامی اس بات کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ ان کا موقف علامہ البانی ؒ والا ہی ہے لیکن وہ اس موقف کے داعی نہیں بنتے۔ جب بھی وہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ایک تو وہ چہرے کے پردے کے قائلین پر تنقید کرتے ہیں دوسرا وہ چہرے کا پردہ نہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اسے مشقت قرار دیتے ہیں۔حالانکہ پروفیسر صاحب اپنی تحقیقات میں جن بعض سلف صالحین کے اقوال کے حوالے دیتے ہیں وہ چہرے کے پردے کے داعی ہیں اور عورت کے لیے چہرہ ڈھانپنے کو 'نہ ڈھانپنے سے افضل سمجھتے

ہیں۔یہ منکرین حجاب مستحب کی اصطلاحی تعریف سے بھی واقف نہیں ہیں ۔اصولیین نے مستحب یا سنت کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے :

" هو ما طلب الشارع فعله من المكلف طلبا غير حتم۔" (أصول الفقه الاسلامی'الدکتور: ۱/۷٦'مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)

''مندوب یا مستحب سے مراد وہ فعل ہے کہ جس کا شارع نے مکلف سے مطالبہ کیا ہو لیکن اسے لازم قرار نہ دیا ۔''

گویا کہ مستحب وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا شارع نے مطالبہ کیاہو لیکن اس کے کرنے کو لازم قرار نہ دیا ہوا، یعنی اگراسے کرے گا تو ثواب ملے گا اور نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہو گا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سلف میں چہرے کے پردے کے بارے تین موقف موجود ہیں۔ بعض سلف صالحین کے نزدیک یہ شرعاً واجب ہے جبکہ بعض فقہاء اس کو شرعاً مستحب قرار دیتے ہیں اور سدا للذریعۃ واجب قرار دیتے ہیں' جبکہ بہت ہی کم تعداد ایسے علماء کی ہے جو اس کو نہ شرعاً واجب سمجھتے ہیں اور نہ سدا للذریعۃ'بلکہ ہر حال میں مستحب قرار دیتے ہیں۔ہمارے نزدیک پہلا موقف دلائل کی روشنی میں قوی اور راجح ہے اور ہم دوسرا موقف رکھنے والے علماء و فقہاء کو بھی ''عند الله مأجور'' سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی بساط میں اجتہاد

کر کے قرآن و سنت سے اللہ کے حکم کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کے اہل بھی تھے اور مخلص بھی تھے ۔ لیکن سلف میں سے کسی عالم کا بھی ایسا قول موجود نہیں ہے جس میں چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت کہا گیا ہو اور جو نام نہاد سکالرز چہرے کے پردے کو بدعت یا ایک تہذیبی روایت یا دین میں مشقت کہتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا ہے''أضله الله على علم'' اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

علمائے اہل سنت میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت کے لیے اپنا چہرہ کھلا رکھنا واجب یا افضل ہے۔علماء کی بحث اس مسئلے میں صرف اس بات تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں ' یعنی عورت اپنا چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے گنہگار ہو گی یا نہیں ۔ جہاں تک چہرے کے پردے کے مستحب ہونے کا تعلق

ہے تو تمام علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کم از کم چہرے کا پردہ مستحب ہے ‘ماسوائے عصر حاضر کے بعض متجددین کے جو چہرے کے پردے کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدعت قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔

مذاہب اربعہ کے متبعین ‘جمہور علمائ متأخرین کا مذہب یہ ہے کہ چہرے کا پردہ کرنا شرعاًواجب ہے۔عصر حاضر میں علامہ البانی ؒ نے چہرے کے پردے کے بارے میں استحباب کا موقف پورے شدّ و مد کے ساتھ پیش کیا۔اور حقیقت یہ ہے کہ علامہ البانی ؒ کے دَور کے اور مابعد کے تمام نام نہاد محققین حضرات نے علامہ البانی ؒہی کے بیان کردہ دلائل اور تحقیق کا خلاصہ پیش کیاہے ۔جہاں تک علامہ البانی ؒکی بات ہے تو ہم ان کو اس حدیث ((إذا حکم الحاکم ثم أصاب فله أجران وإذا حکم فاجتهد ثم أخطا فله أجر))کے مصداق کے طور پر معذور اور عند اللہ مأجور سمجھتے ہیں ‘لیکن منکرین حجاب سے ہم یہ گزارش کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے وقت اپنے بدعی موقف کے ساتھ علامہ البانی ؒیا دیگر علمائے سلف کے موقف کو خلط ملط نہ کریں ۔ دراصل یہ حضرات مغرب کی اندھی تقلید میں پردے کو روایت پسندی قرار دیتے ہیں جبکہ بعض علمائے سلف اور علامہ البانی ؒکے نزدیک چہرے کا پردہ مستحب ہے ۔

تبصرہ جات

ہفت روزہ ’’ندائے خلافت‘‘ لاہور

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بعض اہل علم کو اپنی علمی قدر و منزلت کا اس قدر زعم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے مسلمات کو اپنی تحقیق کا تختہ مشق بنا کر یک طرفہ نتائج قارئین کے سامنے لاتے ہیں اورقارئین کو ورطہ حیرت و استعجاب میں ڈال دیتے ہیں، حالانکہ دین کے معاملے میں تو یہ چیز ہر وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کتاب و سنت کا

فہم رکھنے اور اُن سے مسائل اخذ کرنے میں قرون اولیٰ کے اہل علم یقینا صائب الرائے تھے۔ اگر یہ حقیقت تسلیم نہ کی جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ آج سے پہلے قرآن و سنت کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ اس معاملے میں دیدہ دلیری کا یہ حال ہے کہ کوئی عالم دین اُٹھتا ہے تو سود اور شراب کی حرمت کو چیلنج کردیتا ہے۔ کوئی دوسرا محمد فاضل منظر عام پر آکر موسیقی کو روح کی غذا اور مخلوط معاشرت کو جائز قراردیتا ہے۔

عورت کے ستر و حجاب کے سلسلہ میں چہرے کا پردہ بھی اسی ستم ظریفی کا نشانہ بنایا گیا، اور متجددین نے اسے بھی غیر ضروری قرار دیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں فاضل نوجوان نے ایسے لوگوں کا محاکمہ نہایت موثر انداز میں کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ عورت کے چہرے کا پردہ مسلمات شرعیہ میں سے ہے۔ علاوہ ازیں فطرت سلیمہ بھی اس بات سے ابا کرتی ہے کہ عورت بڑی سی چادر کے ساتھ سارا جسم تو ڈھانپ لے مگر اُس کا چہرہ کھلا رہے جو کہ نسوانی حسن کا اولین مرکز ہے۔ اپنے دعوے کی تصدیق و تصویب کے لیے مصنف نے کتاب کو ایک تمہید اور چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ابواب کے عنوانات اس طرح ہیں:

باب اول: چہرے کا پردہ: آیاتِ قرآنی کی روشنی میں

باب دوم: چہرے کا پردہ: احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

باب سوم: چہرے کا پردہ: آثارِ صحابہ و تابعین کی روشنی میں

باب چہارم: چہرے کا پردہ: مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں

باب پنجم: چہرے کا پردہ اور تواتر عملی

باب ششم: چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب

اگر چہ زیر بحث عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر اتنی مدلل، مفصل، جامع کتاب شاید ہی اس سے پہلے منظر عام پر آئی ہو، کیونکہ اس کتاب میں وہ سارے دلائل یکجا کردیئے گئے ہیں جو دوسری کتابوں میں متفرق طور پر لکھے گئے ہیں اور اُن تمام شبہات کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معروف عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اس کا مقدمہ تحریر کیا ہے اور کتاب کی تعریف کی ہے۔ کتاب معنوی حسن سے تو مالا مال ہے ہی، اچھے سفید کاغذ اور خوبصورت ٹائٹل نے کتاب کو ظاہری طور پر بھی دیدہ زیب بنا دیا ہے۔

---

* * *

ہفت روزہ ''اعتصام'' لاہور

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

مستورات کے چہرے کے پردہ علماء میں مختلف فیہ رہا ہے۔ علماء کا ایک گروہ چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ اسے مستحب خیال کرتا ہے اور یہ بحث اس حد تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں؟ جو عورت کے چہرے کے پردے کو مستحب خیال کرتے ہیں وہ چہرے کو کھلا رکھنے کے جواز کے قائل ہونے کے باوجود چہرے کو ڈھانپنا افضل سمجھتے ہیں۔ تاہم بعض متجددین چہرے کے پردے کو بدعت قرار دینے کی طرف مائل نظر آتے ہیں اور ان کے استشہاد و استنباط کی زیادہ تر بنیاد چہرے کے پردے کو مستحب قرار دینے والوں کے ہی دلائل ہیں۔ ان حالات میں یہ ضروری ہوگیا تھا کہ چہرے کے پردے کو مستحب کہنے والوں کے دلائل کا بھرپور تجزیہ کیا جائے اور ان کے دلائل کا علمی انداز میں جائزہ لے کر ان کے دلائل کے ضعف و سقم کو آشکار کیا جائے۔

اس کام کا بیڑا جناب حافظ محمد زبیر صاحب نے اُٹھایا اور چہرے کے پردے کے وجوب کو محکم دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کی بنیاد قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین، مذاہب اربعہ کی آراء اور

امت کے تواتر عملی پر قائم کی ہے۔ اپنوں اور غیروں کی طرف سے اُٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دے کر ان کے فکر و استدلال کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

چہرے کے پردے کے وجوب کے موضوع پر یہ نہایت عمدہ کاوش ہے اور ہمیں یقین ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس بارے میں کسی قسم کے شکوک و شبہات باقی نہیں رہیں گے۔

---

* * *

ماہنامہ ''القاسم''نوشہرہ

تبصرہ نگار: مولانا عبد القیوم حقانی

ایامِ جاہلیت میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل ملک عرب میں پردے کا رواج بالکل نہ تھا، جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں ہے اور یہی بے پردگی معاشرے کے بگاڑ کا سب سے بڑا سبب ہے۔پیغمبر اسلام ﷺ نے اصلاحِ معاشرہ اور سوسائٹی کو بگاڑ سے بچانے کے لیے خاص احکام ذکر فرمائے اور ازواجِ مطہرات، اُمہات المومنین اور عام مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى} (الاحزاب:۳۳)

''اور ٹکی رہو بیچ اپنے گھروں کے اور مت بناؤ کرو بناؤ پہلی جاہلیت کا''

اور

{یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ۱ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ۱ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا} (الاحزاب:۵۹)

''اے نبیؐ! کہہ دیں اپنی بی بیوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی بی بیوں کے واسطے کہ نزدیک کرلیں اوپر اپنے بڑی چادریں اپنی، یہ بہت نزدیک ہے اس سے پہچانی جاویں، پس نہ ایذا دی جائیں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔''

انہی قرآنی آیات اور نبوی تعلیمات کی وجہ سے پردہ فرض ہے۔

آج کل مستشرقین اور مغرب سے متاثرہ آزاد خیال لوگ کہتے ہیں کہ چہرے کا پردہ ضروری نہیں بلکہ بہتر بھی نہیں۔ انہی لوگوں کے اس باطل نظریہ کو حافظ محمد زبیر، ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی لاہور نے آیاتِ قرآنیہ، احادیث ِنبویہ اور اقوالِ فقہیہ سے رد کرکے ثابت کیا ہے کہ چہرے کا پردہ واجب ہے کیونکہ سارا فساد تو چہرہ دیکھنے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی موضوع پر حافظ صاحب کی یہ کتاب بہت ہی مدلل' محقق اور ایک اچھی اور عمدہ کاوش ہے۔ حافظ صاحب نے کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے: باب اول ''چہرے کا پردہ: آیات قرآنی کی روشنی میں'' باب دوم ''چہرے کا پردہ: احادیث مبارکہ کی روشنی میں'' باب سوم ''چہرے کا پردہ: آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں'' باب چہارم ''چہرے کا پردہ: مذاہب اربعہ کی روشنی میں'' باب پنجم ''چہرے کا پردہ اور تواتر عملی جبکہ باب ششم ''چہرے کا پردہ اور چند شبہات کا جواب'' ہے۔

کتاب اپنے موضوع پر لاجواب ہے۔ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل یہ خوبصورت علمی سوغات مکتبہ رحمۃ اللعالمین' نذیر پارک' غازی روڈ لاہور سے ۱۵۰ روپے میں طلب کی جاسکتی ہے۔

* * *

ماہنامہ ''الصیانۃ'' لاہور

تبصرہ نگار: مولانا حافظ زاہد علی

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل عورت دنیا کی مظلوم ترین چیز تھی۔ رشتہ ازدواج کے بنیادی مقصد کو لوگوں نے بھلا دیا تھا اور سکون و آسودگی سے لوگوں کے دل خالی ہو چکے تھے۔ عورت ہر جگہ مردوں کے ظلم و جور کا شکار بنی ہوئی تھی۔ مرد عورت کے لیے مرد نہیں بلکہ جنگل کا ایک درندہ بنا ہوا تھا۔ چوپائوں اور گھر کے دوسرے سامان کی طرح عورتیں خریدی اور فروخت کی جاتی تھیں بلکہ عورتوں کو بدکاری کا پیشہ تک اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

اسلام نے آکر عورت کو ہر روپ میں عزت و افتخار سے نوازا۔ عورت ماں ہو،بیوی ہو، بہن ہو یا بیٹی ہو، ہر حالت میں اسلام نے اسے عزت و احترام سے نوازا۔

آج کل تحریک آزادیٔ نسوا میں عورت پر بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ فطرت نے جو ذمہ داریاں عورت پر ڈالی ہیں ان کے علاوہ مردوں نے اپنی الگ ذمہ داریاں ان پر ڈال دی ہیں جنہیں عورتیں اپنی حماقت کی وجہ سے اپنی آزادی سمجھ کر قبول کر بیٹھی ہیں۔

مرد و زن کے بارے میں اسلام کے نظریہ کے برعکس آزادیٔ نسواں کے علم برداروں نے عورت کی وہ مٹی پلید کی کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئی:

.I wish I had stayed home

''کاش میں اپنے گھر ہی میں رہتی۔''

اللہ رب العزت نے بلا ریب عورت کو گھر اور چار دیواری کی زینت بنایا ہے۔ شوہر اور اس کے گھر، اولاد پر امین بنایا مگر آج کی یورپی تہذیب اور اس تہذیب سے متاثرہ نام نہاد سکالروں نے اسلام کے مسلمہ شرعی مسئلہ حجاب کو محل نزاع بنا دیا اور مسلمان خواتین کو چوراہوں پر زیب و زینت کا سامان بنا دیا۔ اس سے اسلامی معاشرہ تہہ و بالا ہو کر رہ گیا ہے۔ ضرورت

محسوس کی جارہی تھی کہ اسلام کے اہم ''مسئلہ حجاب'' پر ایک مدلل اور محقق کتاب تحریر کی جائے تاکہ مسلم خواتین پردے کی اہمیت کو سمجھیں' اسے اختیار کریں اور اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں۔

الحمد للہ حافظ محمد زبیر صاحب کی زیر تبصرہ کتاب نے اس کمی کو بہت حد تک دور کر دیا ہے اور اس میں نام نہاد سکالروں کے قرآن و سنت سے متصادم نظریات کو انتہائی قوی دلائل سے رد کیا ہے۔ ان میں علامہ ناصر الدین البانی مرحوم جن کی احادیث مبارکہ پر تخریج و تنقیح پر علمائے عرب و عجم میں انتہائی تحفظات رہے ہیں اور علماء نے علامہ صاحب کی زندگی میں اور بعد میں بھی ان کی تحقیق و افکار کے رد پر کتب تحریر کی ہیں اور ایسے ہی پروفیسر خورشید عالم اور علامہ جاوید احمد غامدی (جنہوں نے اپنے پیش رو اور اپنے مربی اور اساتذہ کی تعلیمات کے برعکس موقف اختیار کیا) پر بھی احسن انداز سے مدلل اور مفصل رد کیا ہے۔

آخر میں حافظ محمد زبیر صاحب کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب چونکہ منکرین حجاب کے رد میں لکھی گئی ہے جو ایک مناظرانہ اور محققانہ انداز شکل اختیار کرگئی ہے جس سے ایک عام مسلمان کا فائدہ اُٹھانا قدرے مشکل ہے اس لیے ان علمی مباحث کو نکال کر قرآن و سنت کے دلائل سے مزین شرعی حجاب پر کتاب کریں تاکہ اس کا استفادہ عام اورتام ہو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حافظ صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ہماری مسلم خواتین اور حجاب کے منکر سکالروں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین !

* * *

ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور

تبصرہ نگار: نائلہ صفدر

اسلام نے اپنے متبعین کو جو طرز فکر اور انداز زندگی عطا فرمایا ہے وہ جداگانہ اور ہر پہلو سے ممتاز ہے۔ اسلام نے تکریم انسانیت کا درس دے کر انسان کا مقام بلند کیا اور اسے معاشی، معاشرتی، قانونی اور سیاسی حقوق کا تحفظ دے کر معاشرے میں باعزت مقام دلایا اور اس طرح ایک صالح معاشرے کی تشکیل کو ممکن بنا دیا۔ اسی معاشرے کا ایک لازمی جزو عورت ہے جسے اسلام نے ظلمت سے نور، نشیب سے فراز اور ذلت سے عزت عطا فرما کر قابل قدر احسان

لیا۔ اسلام کے عطا کردہ منفرد مقام اور تحفظ حقوق کی بدولت عورت امن وسلامتی اور سکون و اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوئی۔ اسی حکیمانہ نظام میں عورت کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔

عورت فطرتاً باحیا ہے اور اسلام میں ستر و حجاب کے احکامات عورت کے اسی فطری حیا کا حصہ ہیں۔ اسلامی قوانین تقاضاہائے فطرت کے عین مطابق ہیں اگرچہ انسان مادی حجابات اور محدود عقل سے ان غیر محدود مصالح کا ادراک نہیں کرسکتا۔

معاشرے کے استحکام کا انحصار اس کی بنیادی اکائی ''خاندان'' کی مضبوطی پر ہے اور پاکیزگی کو تعلقات کی خوبصورتی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عورت کا پردہ اسی پاکیزگی کا محافظ ہے۔ پردہ بلا اختلاف ہر عورت کی فطری ضرورت اور اسلام کا حکم ہے جبکہ چہرے کے پردے کے متعلق علماء و فقہا کا اختلاف موجود ہے۔ اسی اختلاف کے پیش نظر مؤلف کتاب ھٰذا نے صرف پردے پر نہیں بلکہ خصوصاً چہرے کے پردے پر تحقیق کی ہے۔ مؤلف نے حسن ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب ''چہرے کا پردہ: آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں'' کو چار فصلوں میں تقسیم کرتے ہوئے پہلی فصل میں آیت جلباب سورۃ الاحزاب:۵۹ کے ضمن میں ۳۸ مفسرین کی آراء بیان کرنے کے بعد چہرہ چھپانے کا وجوب ثابت کیا ہے۔ دوسری فصل آیت زینت میں سورۃ النور:۳۱، تیسری فصل، آیت حجاب میں سورۃ الاحزاب:۵۳-۵۵ اور چوتھی فصل آیت قواعد میں سورۃ النور:۶۰ سے استشہاد کیا ہے۔ دسرے باب میں احادیث مبارکہ سے دلائل دے کر قرآنی آیات کا مفہوم متعین کیا ہے اور احادیث کے حوالے سے پیدا کردہ اشکالات کا جامع جواب دیا ہے۔ تیسرے باب میں صحابہ و تابعین کے حوالے سے قرآنی آیات کی توضیح کی ہے جبکہ چوتھے باب میں مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کا موقف بیان کیا ہے کہ بعض کے نزدیک چہرے کا پردہ واجب ہے، بعض کے نزدیک مستحب اور سداً الذریعہ۔ پانچویں باب میں چہرے کا پردہ تواتر عملی سے ثابت کیا گیا ہے اور چھٹی فصل میں چہرے کے پردے کے متعلق شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مؤلف نے اپنے موقف کی تائید میں مضبوط فکر، سنجیدگی اور تحقیقی رویہ اختیار کرتے ہوئے مدلل انداز اپنایا ہے۔ بنیادی کتب کے حوالہ جات نے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کردیا ہے۔ ایسے اجتہادی موضوعات میں اختلاف علمی کی گنجائش بہرطور موجود رہتی ہے لیکن اپنے موضوع کے اعتبار سے مجموعی طور پر یہ کتاب ایک بہترین کاوش ہے۔

* * *

ماہنامہ ''مکالمہ بین المذاہب'' لاہور

218

چودہ صدیوں سے مسلم علماء اس معاملے میں متفق ہیں کہ مسلم خواتین غیر محرم مردوں سے پردہ کریں گی اور یہ پردہ کرنا واجب ہے۔ اس پر قرآنی نصوص، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور صحابیات رضوان اللہ علیہن کا تعامل گواہ ہے۔ امت نے ان بنیادوں پر یہی کچھ سمجھا ہے اور امت میں اسی پر صدیوں سے عمل ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو حسن و جمال اور جاذبیت و کشش کی جس نعمت سے نوازا ہے وہ خاندان کی وحدت اور گھریلو زندگی کی بہار کا سبب ہے۔ اس نعمت بے بہا کی حفاظت اور خاتون کی حرمت کو قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں حجاب یعنی پردے کا حکم دیا ہے۔ اس کی حکمتوں، مصلحتوں اور فوائد کا مضمون تو بہت وسیع ہے اور اس پر ہزاروں صفحات لکھے جاسکتے ہیں لیکن پردے کے شرعی حکم کے سلسلے میں اجمال بھی یہ ہے اور تفصیل بھی یہ کہ عورت کا پورا وجود اور جسم کا ہر حصہ غیر محرم مردوں سے مستور رہے۔ یہ واجب ہے اور اسی بنیاد پر خواتین کو مستورات کا نام دیا گیا ہے، لیکن یہ حکم مسلمان خواتین کے لیے ہے۔ جو خاتون مسلمان رہنے میں مطمئن نہ ہو یا اسے مستورات کی جنس سے نکل کر مردوں یا خنثیٰ شکل کی جنس میں جانے کا شوق ہو، وہ جو جی چاہے کرے لیکن اسے یاد رکھنا چاہیے کہ جو نام نہاد دانشور اس کے اس جذبے کے لیے احکام و نصوص میں تاویلات، من مانی تعبیرات کا کھیل کھیل رہے ہیں وہ کسی ابلیسی تحریک کے نمائندے اور ترجمان تو ہوسکتے ہیں، اسلامی شریعت کے ترجمان نہیں ہوسکتے اور اس سارے کھیل کو جن لوگوں کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل ہے ان کے افکار اور مذہبی وابستگی سے اس سارے کھیل کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے اور وہ شریعت کی خلاف ورزی پر روز قیامت شرعی پردہ ترک کردینے والی عورت کے کام نہیں آئیں گے۔

زیر نظر کتاب میں مؤلف نے مسلم خواتین کے لیے صحابیات میں مروج حجاب کے وجوب پر علمی دلائل قائم کرنے کے ساتھ انتہائی خوبصورت انداز میں اس کے خلاف امت کو فکری انتشار میں بتلا کرنے والے خیالات کی حیثیت بھی واضح کی ہے اور پوری کتاب پر علم، برھان، دلیل اور سنجیدہ الفاظ کا سلسلہ قائم رکھا ہے۔ کتاب کے چھ ابواب ہیں اور چھٹے باب میں پردے کے وجوب پر کیے جانے والے شبہات کا جواب دیا ہے۔

کمپیوٹر کتابت کے ساتھ اچھے کاغذ پر کتاب کی طباعت سے مطالعہ کرنے والوں کے ذوق کو تسکین ہوتی ہے۔

کتاب کا مقدمہ داعی تحریک احیاء خلافت جناب ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم جب کہ پیش لفظ جناب حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی) نے تحریر کیا ہے۔

* * *

ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' جھنگ

تبصرہ نگار: مختار حسین فاروقی

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کا ایک عکس جمیل ہر صحیح الفطرت انسان کے قلب و ذہن پر کندہ ہوتا ہے اور کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اس سے آنکھیں نہیں چراتا۔ مسلمانوں کے اجتماعی شعور میں ان تعلیمات کی ایک ایسی چھاپ اب بھی موجود ہے جو عصر حاضر کے مغربی فتنوں اور ثقافتی یلغار کے باوجود ابھی تک قائم ہے۔ ایک ایسا مسلمان جو کبھی مسجد نہیں جاتا، اس سے بھی پوچھ لیا جائے کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہیں تو وہ نماز، روزہ، حج ، زکوٰۃ ، سچ بولنا، حلال کمانا، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرنا، بدکاری و بے حیائی سے دور جانا، عورتوں کا برقع پہننا اور غیر مردوں سے میل ملاپ سے اجتناب کرنا جیسے معاملات گنوادے گا۔ مگر...دین دار لوگ جو مسجدوں سے ربط ضبط رکھتے ہیں اور قرآن و سنت پر نظر بھی وہ نامعلوم کیوں ان باتوں میں بحث و تمحیص کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلتے وقت غیر محرموں کے سامنے چہرے کا پردہ بھی اسلام کی فطری تعلیمات کا حصہ ہے، جسے آج مغربی تہذیبی وثقافتی یلغار کے باعث آزادئنسواں کے نام پر بعض دانشور حضرات موضوع بحث بنا کر متنازعہ بنانے کے درپے ہیں۔

برادرم حافظ زبیر صاحب نے زیر تبصرہ کتاب میں اس بنیادی بات کو موضوع بحث بنایا ہے اور وقیع معلومات کو یکجا کردیا ہے، جو موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے ایک اثاثہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو

خواتین و حضرات بھی دینی لحاظ سے سرگرم ہوں اور دل میں اس موضوع پر کوئی خلش رکھتے ہوں، ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

ہمارے نزدیک اس کتاب میں ایک تقریظ کے انداز میں ایک باب کا اضافہ کردیا جائے کہ اسلام کی ہمہ گیر پاکیزہ تعلیمات کے Perspective میں عورت کے بارے میں گھر سے نکلتے وقت جو بعض احکام دیئے گئے ہیں، اُن کا اصل پس منظر کیا ہے؟ ---- تو کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو جائے گا اور ایک درمیانے درجے کا تعلیم یافتہ قاری بھی اس سے استفادہ کرسکے گا۔ کتاب سفید کاغذ پر اعلیٰ طباعت اور خوبصورت چار رنگہ ٹائٹل کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔

---

* * *

تقریظ

پروفیسر عبد اللہ شاہین

نوعِ بشر کی تانیث اور صنف نازک کے لیے جو اصطلاحات عموماً مستعمل ہیں، جیسے ''عورۃ'' (جمع عورتیں) اور ''مستورۃ'' (جمع مستورات) اُن کے لغوی معنی چھپائی جانے والی اور چھپائی گئی چیز کے ہیں۔ لہٰذا اصطلاحی اور لغوی اعتبار سے یہ ''صنف'' پردے میں رہنے والی جنس ہی ہے۔ اس حوالے سے عزیزم حافظ محمد زبیر نے بعنوان ''چہرے کا پردہ'' ایک جامع (Comprehensive)، پُر مغز (Intellectual) اور مدلل (Profound + well grounded) کتاب تالیف کی ہے۔ اس کی ترتیب میں وہ پہلے آیاتِ قرآنی، پھر احادیث رسول ﷺ، بعد ازاں آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم) و تابعین (رحمۃ اللہ علیہم) اور آخر میں آئمہ اربعہ (رحمہم اللہ) کی آرا لائے ہیں۔

پیش نظر رہے کہ ترتیب نزولی اور ترتیب مصحف کے اعتبار سے مسئلہ حجاب کے بارے میں نازل شدہ مقدم آیت یعنی ''آیت حجاب'' کے اولین مخاطبین نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ تھیں، جن سے

بڑھ کر کسی کے قلوب و اذہان پاکیزہ نہیں ہوسکتے۔ نیز یہ کہ ازواج النبیؐ صحابہؓ کی ایسی روحانی مائیں اور امہات المومنین تھیں جن سے صحابہ کرامؓ یا کسی بھی اُمتی کا نکاح ہی نہیں ہوسکتا۔ نہ نبی ﷺ کی زندگی میں، نہ وفات کے بعد اور نہ ہی طلاق کی صورت میں۔

اس پر مستزاد یہ کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل و نگاہ کی پاکیزگی کا عالم یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں موجود حضرت انسؓ بن مالک کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے از خود ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت عالیہ میں عرض کرتے تھے ''اگر آپؓ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں'' (حضرت عمرؓ کے اسی پاکیزہ جذبہ کی موافقت میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کردی اور یہی اس کا شانِ نزول ہے)۔ اگر قرآن مجید سے صحابہ کرامؓ کی پاکیزگیٔ قلب کا حال دریافت کریں تو گواہی یوں ملتی ہے:

{وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ} (الحجرات: ۷)

''و لیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنا دیا اور اُسے تمہارے دلوں کی زینت بنا دیا اور تمہارے دلوں میں کفر، فسق اور گناہ سے نفرت پیدا کردی۔ یہی (صحابہؓ) ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔''

گویا قرآن مجید صحابہ کرامؓ کے دلی ایمان اور رُشد وہدایت کی پکی پکی گواہی دے رہا ہے۔ احادیث کو لے لیجیے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی زبانی اصحاب رسولؐ کی طہارت قلبی کا حال یوں معلوم ہوتا ہے: ((اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ خَیْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ... ثُمَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِہٖ خَیْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ)) (مسند احمد) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں جھانکا۔ پس حضرت محمد ﷺ کے دل کو تمام انسانوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ بارِ دگر بندوں کے دلوں میں جھانکا۔ پس آپ ﷺ کے صحابہؓ کے دلوں کو تمام انسانوں کے دلوں سے بہتر پایا۔'' نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو لیجیے تو ان کی پاک دامنی کی گواہیاں قرآنی آیات کی شکل میں موجود ہیں جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ جب اس تمام تر پاکیزگیٔ قلوب کے باوجود ان سعید ارواح اور نفوس قدسیہ کو

اللہ تعالیٰ نے باہم دگر پردے کا پابند بنا دیا اور من ورائِ حجاب گفتگو کا حکم دے دیا تو ایرا غیرا اور ہما شما کیا چیز ہیں جو چہرے کے پردے کے سرے سے انکاری ہوں یا اُسے فتنہ و شہوت سے مشروط کریں۔ کیا حضور ﷺ کے صحابہؓ طہار اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کو فتنے میں پڑنے یا نعوذباللہ لذت و شہوت کا اندیشہ تھا !

واقعہ یہ ہے کہ منکرین حجاب متجددین اور نام نہاد دانشوروں، جن کو دانش چھو کر بھی نہیں گزری، کا حال تو یہ ہے کہ ع ''جلوۂ صبح کا اندھوں میں تو ہے جوش وخروش'' مگر ان بظاہر بینا لوگوں کو ''وہی رات نظر آتی ہے''۔ بات دراصل یہ ہے کہ بفحوائے عبارت قرآنی {فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ} آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل اندھے ہوتے ہیں۔ اسی کو اقبال نے کہا ہے ؎

اسی کو اقبال نے کہا ہے ؎
دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
افسوس، صد افسوس کہ ع ''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' اور بقول شاعر ملت اسلامیہ ع
چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی